بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

معارف الاسماء
شرح
اسماء اللہ الحسنیٰ

وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا
اللہ اچھے ناموں کا مستحق ہے، اس کو اچھے ہی ناموں سے پکارو۔ (القرآن)
معارف الاسماء
شرح
اسماء اللہ الحسنیٰ
تالیف
قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری
تحقیق وتخریج
محمد سرور عاصم
مکتبہ اسلامیہ

نام کتاب .... اسماء اللہ الحسنیٰ

مصنف .... قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری

تحقیق وتخریج .... محمد سرور عاصم

اشاعت .... اکتوبر 2004ء

قیمت ....

ناشر

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 7244973

بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فیصل آباد فون: 631204

فہرست

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری

قاضی محمد سلیمان سلمانؔ منصور پوری کا مختصر شجرہ نسب یہ ہے. محمد سلیمان بن احمد شاہ بن معزالدین بن باقی باللہ۔ !

بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے خاندان کے ایک بزرگ کا نام پیر محمد تھا۔ وہ عہد مغلیہ میں دہلی کے منصب قضا پر فائز تھے، اور منصب کی رو سے انہیں قاضی کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد خاندان کے ہر فرد کو قاضی کہا جانے لگا اور یہ خاندان "قاضی خاندان" کے نام سے مشہور ہو گیا۔

آگے چل کر ان کا سلسلہ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے، اس اعتبار سے یہ علوی ہوئے، لیکن کسی نے اپنے نام کے ساتھ "علوی" نہیں لکھا۔

قاضی محمد سلیمان کے پردادا قاضی باقی باللہ ضلع فیروز پور (موجودہ ضلع فرید کوٹ مشرقی پنجاب) کے ایک چھوٹے سے گاؤں بڑھیمال میں اقامت گزیں تھے اور تیرھویں صدی ہجری کے معروف عالم و عابد حضرت غلام علی شاہ مجددی دہلوی کے حلقۂ بیعت میں شامل تھے۔ ان کے حکم کے مطابق انھوں نے بڑھیمال کی سکونت ترک کر کے منصور پور کو تبلیغ دین کا مرکز بنایا اور اس نواح میں وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کیا۔

قاضی باقی باللہ اپنے علاقے اور عہد کے ممتاز عالم دین اور تقویٰ شعار بزرگ تھے، ان کے اتقا و تدین کے متعلق پرانے لوگوں اور ان کے خاندان میں بہت سی عجیب و غریب باتیں مشہور ہیں، جن کے تذکرے کی یہاں گنجائش نہیں۔

منصور پور جسے قاضی باقی باللہ نے اپنا مرکز تبلیغ قرار دیا، سابق ریاست پٹیالہ (موجودہ ضلع پٹیالہ) کا ایک پرانا تاریخی قصبہ ہے جو ہندوستان کی تغلق حکومت کے دور سے آباد ہے اور انبالہ بھٹنڈا ریلوے لائن پر پٹیالہ سے بتیس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

قاضی باقی باللہ کے بیٹے قاضی معزالدین بھی باپ کے ساتھ تبلیغ دین میں مشغول رہے۔ وہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ کسب معاش کا ذریعہ کھیتی باڑی تھا۔ لوگوں کو فی سبیل اللہ قرآن مجید اور علوم دینیہ کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کے حدود اثر کا دائرہ منصور پور

سے باہر نکل کر قرب و جوار کے قصبات و دیہات تک پھیل چکا تھا۔ لوگ دور دور سے احکام شرعیہ سیکھنے اور اوامر و نواہی سے باخبر ہونے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کے والد گرامی قاضی احمد شاہ جو ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۴ء) کو منصور پور میں پیدا ہوئے۔ اپنے باپ دادا کی طرح علم و عمل اور تقویٰ و صالحیت کی دولت سے بہرہ ور تھے۔ باعمل عالم، تہجد گزار اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔ دو حج کیے۔ پہلا حج ۱۳۱۳ھ (۱۸۹۶ء) میں کیا، دوسرا حج ۱۳۲۴ھ (۱۹۰۷ء) میں۔

قاضی احمد شاہ ۲۸ محرم ۱۳۲۸ھ (۱۹ فروری ۱۹۱۰ء) کو پٹیالہ میں فوت ہوئے اور وہیں دفن کیے گئے۔

قاضی احمد شاہ کی نرینہ اولاد تین بیٹے تھے، جن کے نام علی الترتیب یہ ہیں محمد سلیمان، عبدالرحمٰن اور محمد۔ سب سے چھوٹے محمد تھے، جو کمسنی میں وفات پا گئے تھے۔ ان سے بڑے قاضی عبدالرحمٰن تھے۔ عابد و زاہد، متقی اور منکسر المزاج تھے۔ فن ریاضی اور ہیئت و فلکیات میں خاص طور سے مہارت رکھتے تھے۔ حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمن لکھوی (متوفی ۱۳۱۳ھ) کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔

تقسیم ملک کے بعد ۱۳ نومبر ۱۹۴۷ء کی شب کو وہ لاہور پہنچے۔ کچھ عرصہ بیمار رہے ۳۰ دسمبر ۱۹۴۷ء کو لاہور میں فوت ہوئے اور کرشن نگر کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری ۱۸۶۷ء (۱۲۸۴ھ) کو منصور پور میں پیدا ہوئے۔ والد کی طرح والدہ بھی نہایت صالحہ اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ اپنے بیٹوں کو وضو کر کے دودھ پلایا کرتی تھیں۔

قاضی صاحب نے قرآن مجید اور اس دور کی مروّجہ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی قاضی احمد شاہ سے حاصل کی۔ باقی علوم اس دور کے مختلف اہل علم سے پڑھے، جن میں موضع بوم (ضلع لدھیانہ) کے ایک عالم دین مولانا عبدالعزیز کوموی کا نام نامی بھی شامل ہے۔

۱۸۸۴ء میں قاضی صاحب نے مہندرا کالج (پٹیالہ) کی طرف سے پنجاب یونیورسٹی میں منشی فاضل کا امتحان دیا اور یونیورسٹی میں اول آئے۔ یہ سرکاری حدود پر فارسی کی اعلیٰ تعلیم کا امتحان تھا۔ قاضی صاحب کی عمر اس وقت سترہ برس تھی۔ اس عمر میں وہ علوم عربیہ دینیہ اور فارسی کی اعلیٰ مروجہ تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے۔

سرکاری ملازمت کے دائرے میں آنے کی عمر قانونی لحاظ سے کم از کم اٹھارہ سال تھی، لیکن قاضی صاحب اس سے چھ مہینے کم یعنی ساڑھے سترہ برس کی عمر میں محکمہ تعلیم میں ملازم ہو گئے تھے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ ان کی ملازمت کا آغاز ریاست پٹیالہ کے محکمہ تعلیم کے سپرنٹنڈنٹ کے طور پر ہوا تھا اور وہ اس وقت ریاست کے تمام اہل کاروں سے کم عمر تھے۔ یہ ۱۸۸۵ء کی بات ہے۔

کم و بیش پندرہ سال وہ ریاست کے محکمہ تعلیم میں خدمت انجام دیتے رہے۔ ان کے حسن کار اور طریق عمل کے نہ صرف محکمہ تعلیم کے چھوٹے بڑے منصب دار مداح تھے، بلکہ دیگر سرکاری محکموں سے تعلق رکھنے والے اہل کار بھی ان کی کارکردگی کو سراہتے اور اپنی مجلسوں میں بطور مثال اس کا ذکر کرتے تھے۔

بعد ازاں محکمہ تعلیم سے قاضی صاحب کو عدلیہ کے محکمے میں منتقل کر دیا گیا تھا۔

اس کے بعد قاضی صاحب تمام عمر عدلیہ میں رہے اور تھوڑے عرصے میں اتنی ترقی کی کہ ریاست پٹیالہ کے سیشن جج بنا دیے گئے۔ اس نازک ترین محکمے میں ان کی زندگی کے بہت سے واقعات مشہور ہیں لیکن ان کی تفصیلات میں جانے کا یہ محل نہیں۔ سرکاری امور میں انتہائی مصروفیت کے باعث قاضی صاحب نے علمی و تصنیفی سرگرمیاں ہمیشہ جاری رکھیں۔ قرآن، حدیث، فقہ، سیرت، تاریخ وغیرہ متعدد اہم عنوانات پر انھوں نے جس اسلوب میں اظہار خیال فرمایا، وہ اچھوتا اور منفرد نوعیت کا ہے۔ عیسائیت اور مرزائیت کے مختلف پہلوؤں کو بھی انہوں نے موضوع تحقیق بنایا اور اس موضوع پر لاجواب کتابیں لکھیں۔ جماعت اہل حدیث اور بعض دیگر مسالک کے تبلیغی جلسوں میں بھی وہ شرکت فرماتے تھے۔ بعض جلسوں

کی صدارتی ذمہ داری سپرد ہوئی اور ان میں انہوں نے تحریری خطبات صدارت پڑھے۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے کئی اجلاسوں کی انھوں نے صدارت کی اور تحریری خطبات ارشاد فرمائے۔ لوگوں سے میل جول کا سلسلہ بھی جاری رکھتے تھے، اپنے اعزہ واقارب اور احباب و متعلقین کے معاملات میں بھی دلچسپی لیتے تھے۔ مسجد میں روزانہ درس قرآن بھی ان کے فرائض میں شامل تھا۔ خطبہ جمعہ بھی ارشاد فرماتے تھے۔ لوگ بذریعہ تحریر ان سے فقہی مسائل بھی دریافت کرتے اور وہ ان کا تحریری صورت میں جواب دیتے تھے۔ غرض ان کی زندگی کے شب و روز بدرجہ غایت مصروفیت میں گزرتے تھے اور اللہ نے اُن کو بے پناہ ہمت اور بوقلموں اوصاف سے نوازا تھا۔

ان کی تصانیف جیسا کہ عرض کیا گیا گوناگوں موضوعات پر مشتمل ہیں جو اہل علم سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں اور لوگوں نے ان سے خوب استفادہ کیا ہے اور استفادہ کر رہے ہیں۔ وہ تصانیف حسب ذیل ہیں:

① الجمال والکمال:

یہ سورۂ یوسف کی تفسیر ہے۔ اور اردو زبان کی بےنظیر تفسیر ہے۔

② مہر نبوت:

یہ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر کتاب ہے۔ ۱۸۹۹ء میں پہلی دفعہ شائع ہوئی۔ پھر بار بار چھپی۔

③ رحمۃ للعالمین:

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق یہ انتہائی اہم کتاب ہے جو تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ اسے بہت سے ناشروں نے شائع کیا۔ لیکن ''مکتبہ اسلامیہ'' نے اسے نہایت عمدہ کاغذ اور نفیس کمپوزنگ کے ساتھ شائع کیا۔ ابتدا میں قاضی صاحب کے مفصل حالات شامل ہیں۔ اس سے پہلے کسی ناشر نے ان کے حالات نہیں لکھے۔

④ غایت المرام:

یہ کتاب مرزا غلام احمد قادیانی کی بعض کتابوں کے جواب میں لکھی گئی۔ سال تالیف ۱۸۹۳ء مرزا غلام احمد سمیت کوئی مرزائی آج تک اس کا جواب نہیں دے سکا۔

⑤ تائید الاسلام:

اس میں بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی اور افکار کی تردید کی گئی ہے۔ اس کا جواب بھی کوئی مرزائی نہ دے سکا۔ یہ کتاب ۱۸۹۸ء میں مرزا صاحب کی زندگی میں چھپی۔

⑥ خطبات سلمان:

وہ خطبات صدارت جو قاضی صاحب نے برصغیر کی مختلف انجمنوں اور جلسوں میں ارشاد فرمائے۔ سب علمی اور تحقیقی نوعیتوں کے خطبات ہیں۔

⑦ تاریخ المشاہیر:

متعدد ائمہ دین، فقہاء و محدثین، مشائخ کرام، شعراء و ادباء، مصنفین و مؤلفین اور ملوک و وزراء کے حالات و واقعات اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں۔

⑧ مسح جراب:

یہ علامہ جلال الدین القاسمی الدمشقی کی عربی کتاب کا اردو ترجمہ ہے، جس میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ جرابوں پر مسح کیا جا سکتا ہے۔

⑨ استقامت:

۱۹۰۶ء کا واقعہ ہے۔ قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں ''میں دفتر جا رہا تھا کہ راستے میں پوسٹ مین نے مجھے ایک خط دیا۔ جس میں صاحب مکتوب نے ارقام فرمایا تھا کہ اگر مجھے تسلی بخش جواب نہ ملا تو میں عیسائی ہو جاؤں گا۔ یہ خط پڑھ کر میں گھر کی طرف لوٹا کہ مبادا دیر ہو جائے اور وہ اسلام چھوڑ دے۔ چنانچہ آدھ گھنٹے میں یہ خط لکھا۔ ڈاک میں ڈالا اور دفتر روانہ

ہوا۔" بعد میں یہ خط ایک مستقل کتاب بن گیا، جس کی اشاعت استقامت کے نام سے ہوئی۔ صاحب مکتوب بحمد اللہ اسلام پر قائم رہے۔

⑩ مکاتیب سلمان:

یہ چونتیس مکاتیب کا علمی مجموعہ ہے۔ مختلف حضرات نے قاضی صاحب سے جو استفسارات کئے، اس میں ان کے جواب دیے گئے ہیں۔

⑪ برہان:

غازی محمود دھرم پال اپنے دور کی ایک بڑی اور معروف شخصیت کا نام تھا۔ وہ ۳ فروری ۱۸۸۲ء کو ضلع ہوشیار پور (مشرقی پنجاب) کے ایک گاؤں بہنوہ کے متدین خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کا نام عبدالغفور رکھا گیا۔ بڑے ذہین اور پڑھے لکھے آدمی تھے۔ ۱۴ جون ۱۹۰۳ء کو گوجرانوالہ میں ہندوؤں کا آریہ مذہب اختیار کر لیا اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کئی کتابیں تصنیف کیں۔ پھر ان کی زندگی نے پلٹا کھایا اور قاضی صاحب نے ۴ مئی ۱۹۱۴ء کو بعض سوالات و اعتراضات کے جواب میں ایک طویل خط لکھا جسے پڑھ کر وہ قاضی صاحب کی خدمت میں گئے اور ۱۴ مئی ۱۹۱۴ء کو دوبارہ مسلمان ہو گئے۔ اپنا نام غازی محمود دھرم پال رکھا اور اسلام کے بہت بڑے مبلغ ہوئے۔ جمعۃ المبارک کے دن ۱۸ مارچ ۱۹۶۰ء (۲۰ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ) کو لاہور میں وفات پائی اور قبرستان میانی صاحب میں دفن کیے گئے۔

⑫ سفر نامہ حجاز:

۱۹۲۱ میں قاضی صاحب نے پہلا حج کیا اور سفر نامہ حجاز لکھا جو اس دور کی سرزمین حجاز کی بہت سی معلومات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

⑬ الصلوۃ والسلام:

امام ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب کا اردو ترجمہ۔

⑭ انجیلوں میں خدا کا بیٹا: عیسائیت کے خلاف۔

⑮ امام رازی کی تفسیر سورۃ الفلق کا ترجمہ۔

⑯ نماز مترجم۔

⑰ تبیان: حج وعمرہ کے مسائل پر مشتمل ہے۔

⑱ آئینہ تصوف: امام غزالی کے بعض افکار کا ترجمہ۔

⑲ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حجۃ اللہ البالغۃ کا اردو ترجمہ کیا۔ افسوس کہ مسودہ ضائع ہوگیا۔ کتاب چھپ نہ سکی۔

⑳ ایک عرض کا جواب: عیسائیوں کے بارے میں۔

㉑ اصحاب بدر:

اس میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات درج ہیں۔ جنہوں نے اسلام کی پہلی جنگ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

㉒ شرح اسماء الحسنیٰ:

حضرت علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے جس موضوع پر جو کچھ تحریر فرمایا، اسے حرف آخر کی حیثیت حاصل ہے۔ ان کی تحریرات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ موضوع کے تمام گوشے ان کی نظر دبھر کی مضبوط گرفت میں ہیں۔ انہوں نے جہاں قلم رکھ دیا، اسے تحقیق کی حدِ کمال تک پہنچا دیا۔ موضوع کی رعایت سے الفاظ کا انتخاب، جملوں کی ترتیب، عبارت کا حسن، طرز ادا کی رفعت اور اسلوب بیان کی ثقاہت ان کی نگارشات کے بنیادی اجزاء ہیں۔ رحمۃ للعالمین کے اس عظیم مصنف نے کتابیں تصنیف بھی کیں اور بعض عربی کتابوں کے اردو میں ترجمے بھی کیے۔ لیکن الفاظ کی زیبائی اور عبارت کی رعنائی ہر مقام پر ان کے قلم سے وابستہ رہی۔

ان کی تصنیفات میں ایک کتاب ”مَعَادُ الْاِسْمَاءِ مَعَ اَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰی“ ہے۔

عرف عام میں شرح اسمائے حسنیٰ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ بیان کیے گئے ہیں اور ہر اسم اقدس کی شرح ضبط تحریر میں لائی گئی ہی۔ شروع سے آخر تک پوری کتاب کا تعلق جو کہ پونے تین سو صفحات پر محیط ہے، قرآن و حدیث سے ہے۔

اس وقت میرے سامنے اس کا مارچ ۱۹۳۰ء کا ایڈیشن ہے اور یہی پہلا ایڈیشن ہے جو خود حضرت مصنف ﷫ کی زندگی میں چھپا۔ اس کے بعد بہت سے ناشروں نے اسے شائع کیا۔ اب ہمارے عزیز دوست مولانا محمد سرور عاصم نے اپنے ''مکتبہ اسلامیہ'' کی طرف سے اس کی اشاعت کا عزم کیا ہے اور اس میں حسب ذیل خوبیاں پیدا کی ہیں۔

① پہلے ایڈیشنوں میں قرآن مجید کی آیات درج کر کے صرف سورت کا حوالہ دیا گیا ہے، یا کہیں کہیں رکوع کا نمبر دے دیا گیا ہے۔ موجودہ ایڈیشن میں لائق اکرام ناشر نے سورت کے ساتھ اس کا نمبر بھی درج کر دیا ہے تاکہ قاری کو آیت تلاش کرنے میں آسانی رہے۔

② حدیث پاک کے سلسلے میں صرف کتاب کا حوالہ دینے پر اکتفاء نہیں کیا گیا۔ بلکہ تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ یہ حدیث کس کتاب کے کس باب میں ہے۔

③ پروف خوانی کا اپنے طور پر بے حد اہتمام کیا گیا ہے۔

④ کتاب کی کمپوزنگ، کاغذ، طباعت اور جلد وغیرہ تمام چیزیں کتاب کی اہمیت کے ہم آہنگ ہیں۔

یہ خوبیاں کتاب کی مزید افادیت کا باعث ہوں گی۔ اس پر ''مکتبہ اسلامیہ'' یقیناً مبارک باد کا مستحق ہے۔

قاضی صاحب ﷫ نے دوسرے حج بیت اللہ سے بذریعہ بحری جہاز واپس آتے ہوئے ۳۰ مئی ۱۹۳۰ء کو جہاز میں وفات پائی۔ اس جہاز میں مولانا اسماعیل غزنوی

مرحوم بھی سوار تھے۔ انہی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور میت سمندر کی لہروں کے سپرد کر دی گئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

محمد اسحاق بھٹی

اسلامیہ کالونی، ساندہ۔ لاہور

۳۔ شوال ۱۴۲۴ھ

۲۹۔ نومبر ۲۰۰۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَکْمَلُ الْحَمْدِ عَلٰی جَمِیْعِ ھِدَایَاہُ وَ مَعَارِفِہٖ وَ عَطَایَاہُ وَ عَوَارِفِہٖ وَ اَفْضَلُ صَلٰوتِہٖ وَسَلَامِہٖ وَ تَحِیَّاتِہِ الطَّیِّبَاتِ الْمُبَارَکَاتِ وَاِکْرَامِہٖ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَ حَبِیْبِہٖ وَ صَفْوَتِہٖ مُحَمَّدِ الْاَمِیْنِ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَرَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الصَّحَابَۃِ الَّذِیْنَ اِخْتَارَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی لِصُحْبَۃِ نَبِیِّہِ الصَّادِقِیْنَ السَّابِقِیْنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالَّذِیْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِھِمْ مِنَ التَّابِعِیْنَ لَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ.

”اللہ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ حمد اس کے لیے ہے۔ کامل مکمل حمد۔ ان ہدایات اور معارف اور عطاء و عوارف پر جو اس نے مخلوق پر کی ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے درود و سلام اور مبارک و پاکیزہ تحیات اور تحفے اللہ تعالیٰ کے رسول اور حبیب برگزیدہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوں جو نبیوں کے خاتم ہیں اور مرسلین کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر بھی جو طیب و طاہر ہیں اور صحابہ پر بھی جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کے لیے چن لیا ہے۔ جو صداقت والے، اولیت والے، سبقت والے تھے، نازل فرمائے اور ان لوگوں پر بھی۔ جو قیامت تک آل و صحابہؓ کی پیروی کرنے والے ہیں۔“

اَمَّا بَعْدُ!

یہ مختصر رسالہ ”اسماء اللہ الحسنٰی“ کے متعلق ہے۔ جس میں ان اسماء پاک کی مختصر تشریح

بھی کی گئی ہے۔

اصل میں اس بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ﴾ [۱۷/ الاسراء: ۱۱۰]

''اے نبی بتا دیجئے کہ اے لوگو! اللہ کہو یا رحمٰن کہو۔ ان میں سے کوئی نام بھی لو۔ بس اللہ کے نام تو سب پاک ہیں۔''

﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ﴾ [۷/ الاعراف: ۱۸۰]

''اللہ کے بہت پاک نام ہیں۔ پس لوگو! اللہ کو اس کے ناموں کے ساتھ پکارا کرو اور جو اس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں اسے چھوڑ دو۔''

آیاتِ بالا سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نام توقیفیہ ہیں یعنی جن اسماء کو اللہ تعالیٰ نے اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماءِ الٰہی بتایا ہے۔ ان کے سوا اللہ تعالیٰ کو کسی اور نام سے یاد کرنا پکارنا یا اسے اللہ تعالیٰ کا پاک نام سمجھنا جائز نہیں۔

ہاں یہ بھی ثابت ہوا کہ اہل کفر والحاد جو عرفانِ الٰہی سے بے خبر اور معرفت ربانی سے دور ہوتے ہیں، اگر کبھی حمد لکھنے پر آمادہ بھی ہوتے ہیں تو ان کی کلام ہی سے واضح ہو جاتا ہے کہ کیسے ضالّ و مضلّ کا کلام ہے۔ ایک کافر کہتا ہے

بنام آنکہ او نامے ندارد ۔۔۔ بہر نامے کہ خوانی سر بر آرد

پہلا جھوٹ تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نام ہے ہی نہیں۔ دوسرا حماقت بھرا جھوٹ یہ کہ وہ ہر ایک نام کو اپنا ہی نام سمجھتا اور ہر ایک نام پر بول اٹھتا ہے۔

یہی شعر بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اسماء واعلام کے متعلق جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ ہی کے بتائے ہوئے عرفان سے استفادہ نہیں کرتا تو وہ ضرور بھٹک جاتا

ہے ﴿فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ [۱۷/الاسراء:۱۱۰] کی تفسیر میں احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ایسے ۹۹ نام ہیں جن کی یاد انسان کو جنت تک پہنچا دیتی ہے۔ احادیث صحیحہ میں تو اسی قدر ہے اب احادیث کے طبقہ ثانیہ کی کتابوں میں اسماء الحسنیٰ کو بزرگان دین نے فراہم بھی کیا ہے۔

لوگوں میں زیادہ تر مشہور وہ روایت ہے جو سنن ترمذی میں ہے۔ صاحب جامع الاصول نے بھی اس روایت کو لیا ہے اور یہ بھی لکھ دیا کہ ترمذی کے سوا اور کسی نے تفصیل بیان نہیں کی۔ اس قول کی توجیہہ یہ ہے کہ علامہ ابن اثیر، صحاح ستہ میں سنن ابن ماجہ کو شمار نہیں کرتے۔ بلکہ مؤطا امام مالک کو شمار کرتے ہیں۔ اگر یہ شرط نہ ہوتی تو یہ امر مخفی نہ تھا کہ روایت ابن ماجہ میں بھی بیان اسماء موجود ہے۔ مستدرک حاکم میں بھی تفصیل اسماء موجود ہے مگر یہ کتاب بھی داخل صحاح نہیں لہٰذا صاحب جامع الاصول نے صرف ترمذی کے حوالہ پر اکتفا کیا۔ صحیح بخاری میں ہے:

حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَفِظْنَاهُ مِنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ رِوَايَةً قَالَ ((لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ تِسْعَةٌ وَّ تِسْعُوْنَ اِسْمًا مِائَةٌ اِلَّا وَاحِدًا مَنْ حَفِظَهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ.)) [1]

''ہم سے علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ ہم سے سفیان نے حدیث بیان کی اور کہا کہ ہم نے ابی الزناد سے، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ یاد کرلیا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں۔ ایک کم سو، جس نے ان کو حفظ کرلیا۔ وہ داخل جنت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تو وتر ہے۔ وتر کو دوست رکھتا ہے۔''

---

[1] بخاری کتاب الدعوات، باب للہ مائۃ اسم غیر واحدۃ، ص۵۳۹ رقم ۲۴۱۰۔

صحیح مسلم میں ہے۔

حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مَنْ حَفِظَهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَاللَّهُ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ)). وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي عُمَرَ: ((مَنْ أَحْصَاهَا)) [1]

''عمرو ناقد، اور زہیر بن حرب اور ابن ابی عمرو تینوں نے ہم کو سفیان سے حدیث سنائی (اس میں لفظ عمرو ناقد کے ہیں) کہ سفیان نے ابو الزناد سے حدیث بیان کی، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں، جس نے ان کو حفظ کر لیا۔ وہ داخل جنت ہوا۔ اللہ تو وتر ہے، وتر کو اللہ دوست رکھتا ہے۔'' ابن ابی عمرو نے حفظها کی جگہ أحصاها کہا تھا۔

صحیح مسلم کی دوسری حدیث ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ)) وَزَادَ هَمَّامٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم ((إِنَّهُ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ.)) [2]

''ہم سے محمد بن رافع نے، ان سے عبدالرزاق نے، اُن سے معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے ایوب سے، انہوں نے ابن سیرین سے،

---

[1] مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی أسماء اللہ تعالیٰ، رقم ۲۸۰۹۔
[2] مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی أسماء اللہ تعالیٰ ص ۱۱۳۴، رقم ۲۸۱۰۔

انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ نیز ایوب نے ہمام بن منبہ ہی سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں۔ ایک کم سو۔ جس نے ان کو گن رکھا (یاد کیا) وہ جنت میں پہنچا۔"
ہمام کی روایت میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقرہ زیادہ کیا ہے کہ اللہ وتر ہے۔ وتر کو دوست رکھتا ہے۔"

جامع ترمذی کی حدیث ہے:

حدثنا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ((إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ إِسْمًا مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ.)) [1]

"ہم سے ابن ابی عمرو نے، انہوں نے عثمان سے حدیث بیان کی کہ ابوالزناد نے ان سے اعرج نے ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ اللہ کے ۹۹ نام ہیں جس نے ان کو گن رکھا وہ داخل جنت ہوا۔"

ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس میں اسماء کی تفصیل نہیں۔ ابوالیمان نے بھی اس روایت کو شعیب ابن ابی حمزہ سے، انہوں نے ابوالزناد سے بیان کیا ہے اسماء کا ذکر اس میں بھی نہیں۔

جامع ترمذی کی دوسری حدیث ہے:

حدثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ: أَخْبَرَنَا صَفْوَانُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً غَيْرَ وَاحِدَةٍ مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ

---

[1] جامع ترمذی کتاب الدعوات، باب، حدیث فی اسماء اللہ تعالیٰ، رقم ۳۵۰۸۔

اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّاهُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ......الخ)) [1]

''ہم سے ابراہیم بن یعقوب نے، اُن سے صفوان بن صالح نے ،اُن سے ولید بن مسلم نے ،ان سے شعیب نے ،ان سے ابوالزناد نے ،ان سے اعرج نے ،ان سے ابو ہریرہ نے ،انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں یعنی ایک کم سو۔ جس نے ان کو گھیر لیا۔ وہ داخل جنت ہوا۔ وہ نام اللہ ، رحمن ، رحیم ......الخ ہیں۔''

امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔ صفوان بن صالح سے اس کی روایت ہم سے ایک سے زائد نے کی ہے اور ہمارے نزدیک یہ اسی صفوان ہی کے طریق سے معروف ہے۔ یہ اہل حدیث کے نزدیک ثقہ ہیں۔ یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طریق سے بھی مروی ہے اور اکثر روایات میں اسماء کا ذکر نہیں آتا۔ ہاں اسی حدیث میں آیا ہے۔

اس حدیث کو مع بیان اسماء آدم بن ابی ایاس نے بھی بیان کیا ہے۔ وہ بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے۔ اسناد اور ہیں لیکن وہ اسناد صحیح نہیں۔ [2]

ابن ماجہ میں ہے:

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّنْعَانِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوالْمُنْذِرِ زُهَیْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّمِیْمِیُّ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ اسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدًا اِنَّهُ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ مَنْ حَفِظَهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهِیَ ......)) [3]

''ہم سے ہشام بن عثمان نے حدیث بیان کی ،وہ کہتے ہیں ہم سے عبدالملک بن محمد نے ،ان سے ابوالمنذر نے ،ان سے زہیر بن محمد التمیمی

---

[1] ترمذی: کتاب الدعوات ،ص ۲۰۱۳ ،رقم ۳۵۰۸۔ [2] ترمذی: کتاب الدعوات ،ص ۲۰۱۳ ،رقم ۳۵۰۷۔

[3] ابن ماجہ ۔ ابواب الدعاء ، باب اسماء اللہ عزوجل ،ص ۲۷۰۷ ،رقم ۳۸۶۱۔

نے، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی کہ مجھ سے عبدالرحمن اعرج نے حدیث بیان کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں۔ ایک کم سو، وہ وتر ہے اور وتر کو دوست رکھتا ہے جس نے ان ناموں کو حفظ کر لیا۔ وہ داخل جنت ہوا۔ وہ نام آگے بتائے گئے ہیں کہ یہ ہیں۔''

ان احادیث کی رو سے جن میں تفصیل اسماء موجود ہے۔ تین طریقے ہیں جو محدثین میں مشہور ہیں۔

طریق اول

امام ترمذی رحمہ اللہ کا ہے اور یہی سب سے زیادہ شہرت یافتہ ہے۔ اس طریق کو محدثین کی زبان میں طریق صفوان بن صالح کہتے ہیں۔

اسی طریق کو ترمذی رحمہ اللہ کے سوا طبرانی وابن حبان وابن خزیمہ نے بھی بیان کیا ہے اور ان میں کسی قدر جو اختلافات بعض بعض اسماء کی بابت ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

ترمذی	طبرانی	ابنِ حبان	ابن خزیمہ
اَلْخَافِضُ	اَلْعَالِمُ		
اَلْبَاسِطُ	اَلدَّائِمُ		
اَلشَّهِيْدُ	اَلشَّدِيْدُ		
اَلْوَدُوْدُ	اَلْاَعْلٰى		
اَلْكَبِيْرُ	مَالِكُ يَوْمِ الدِّيْنِ		اَلْاَكْبَرُ
اَلْحَكِيْمُ		اَلرَّاحِمُ	
اَلرَّقِيْبُ			اَلْقَرِيْبُ
اَلْوَالِيْ			اَلْمَوْلٰى
اَلْمُغْنِيْ			اَلْاَحَدُ

یہ اختلاف تو صرف صفوان سے روایت کرنے والوں میں تھا۔ مگر بیہقی و ابن مندہ نے اپنی روایت ولید بن مسلم سے بیان کی ہے جو اسی طریق میں صفوان سے اوپر کا راوی ہے۔ وہ روایتِ ترمذی سے صرف ایک نام میں اختلاف کرتے ہیں یعنی اَلْمُقِيْتُ کی جگہ اَلْمُغِيْثُ بیان کرتے ہیں۔

طریق دوم

زہیر بن محمد کا ہے جسے ابن ماجہ نے بیان کیا ہے۔ اس میں ترمذی کے ناموں سے زیادہ اختلاف ہے۔

طریق سوم

عبدالعزیز بن حصین کا ہے جسے حاکم ❶ نے مستدرک میں بیان کیا ہے۔ یہ بعض اسماء میں ترمذی و ابن ماجہ دونوں سے مختلف ہے۔ ❷

ان طریق حدیث کو بخوبی واضح و دلنشین کرنے کی غرض سے راویان حدیث کے نام ایک شجرہ میں نمایاں کیے جاتے ہیں۔

نقشہ روایت اسماء اللہ الحسنیٰ (عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

<table dir="rtl">
<tr><td>ابن سیرین</td><td>ہمام بن منبہ</td><td colspan="6">اعرج</td><td></td></tr>
<tr><td colspan="2">ایوب</td><td colspan="6">ابی الزناد</td><td>موسیٰ بن عقبہ</td></tr>
<tr><td>عبدالعزیز بن حصین</td><td>معمر</td><td></td><td colspan="2"></td><td>سفیان</td><td colspan="2">شعیب بن حمزہ</td><td>زہیر بن محمد</td></tr>
<tr><td></td><td>عبدالرزاق</td><td>علی بن عبداللہ</td><td colspan="2">زہیر بن حرب، عمرو الناقد</td><td>ابن ابی عمر</td><td>ابوالیمان</td><td>ولید بن مسلم</td><td>ابو المنذر</td></tr>
<tr><td colspan="6"></td><td colspan="2">صفوان بن صالح
ابراہیم بن یعقوب</td><td>عبدالملک بن محمد
ہشام بن عمار</td></tr>
<tr><td>حاکم مستدرک</td><td>ابن حبان</td><td>امام بخاری</td><td>امام مسلم</td><td>امام مسلم</td><td>امام ترمذی</td><td>امام ترمذی</td><td>امام ترمذی</td><td>امام ابن ماجہ</td></tr>
<tr><td>روایت نمبر ۱۰ مع تعیین</td><td>روایت ۱ بتعیین</td><td>روایت نمبر ۱ بلا تفصیل</td><td>روایت نمبر ۲،۳ بلا تفصیل</td><td>روایت نمبر ۴ بلا تعیین</td><td>روایت نمبر ۵ بلا تفصیل</td><td>روایت نمبر ۷ بلا تفصیل</td><td>روایت نمبر [illegible] مع تعیین</td><td>روایت [illegible] مع تعیین</td></tr>
</table>

---

❶ مستدرک حاکم کتاب الایمان، جلد اص ۲۰، رقم ۴۰ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، الریاض۔

❷ میں نے مستدرک حاکم کو خود نہیں دیکھا۔ فتح الباری سے جس قدر سمجھا گیا ہے۔ وہ درج کیا گیا ہے۔ (مؤلف)

مروجہ طریق روایات اور اسماء مبینہ پر غور کرنے کے بعد ایک محقق و متجس با سانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اسماء الحسنیٰ کی تعیین و تفصیل ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ۔ غالباً اسے بھی ایسے ہی مصالح دینیہ پر چھوڑ دیا گیا ہے ۔ جیسے لیلۃ القدر کی تاریخ یا یوم الجمعہ کی ساعت مقبولہ کو ترک کیا گیا۔

علماء کرام نے اپنے اپنے فہم و علم سے ان اسماء کو قرآن پاک کے بحر زخار لالی شاہوار کی طرح نکال لیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے [فتح الباری: کتاب الدعوات، ج ۱۱، ص ۲۵۶ ۔ الرقم ۶۴۱۰] تحریر فرما دیا ہے کہ تعیین اسماء مدرج ہے ۔ ابن العربی اور ابوالحسن قابسی کے بھی ایسے ہی اقوال درج کئے ہیں ۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی تفسیر جز ورابع مطبوعہ بولاق مصر ۱۲۷۱ء چند ائمہ سے یہی ثابت کیا ہے کہ اسماء کو اہل علم نے فراہم کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی تحریر فرمایا ہے کہ ابوزید بغوی نے اسماء حسنٰی کا استخراج قرآن مجید سے کیا۔ پھر اس فہرست میں امام سفیان بن عیینہ نے اور امام جعفر صادق " نے اضافہ فرمایا۔ اس کے بعد انہوں نے ہر ایک سورہ قرآنیہ کے پتہ سے اسماء مستخرجہ کا اندراج کیا ہے اور پھر خود ہی ایک فہرست اسماء پیش کر دی ہے ۔ ذیل میں ایک نقشہ پیش کیا جاتا ہے جو ان جملہ روایات و استخراجات کی حالت بحیثیت مجموعی ظاہر کرے گا۔

نقشہ انتخاب اَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى بجمع روایات

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید بغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۱	اللہ الذی لا الہ الا ھو	اللّٰہ	اللّٰہ	اللّٰہ	اللّٰہ	اللّٰہ	اللّٰہ

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید لغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۲	اَلرَّحْمٰنُ	اَلرَّحْمٰنُ	اَلرَّحْمٰنُ	اَلرَّحْمٰنُ	اَلرَّحْمٰنُ	اَلرَّحْمٰنُ	
۳	اَلرَّحِيْمُ	اَلرَّحِيْمُ	اَلرَّحِيْمُ	اَلرَّحِيْمُ	اَلرَّحِيْمُ	اَلرَّحِيْمُ	اَلرَّحِيْمُ
۴	اَلْمَلِكُ	اَلْمَلِكُ	اَلْمَلِكُ			اَلْمَلِكُ	اَلْمَلِكُ
۵	اَلْقُدُّوْسُ		اَلْقُدُّوْسُ	اَلْقُدُّوْسُ	اَلْقُدُّوْسُ	اَلْقُدُّوْسُ	اَلْقُدُّوْسُ
۶	اَلسَّلَامُ	اَلسَّلَامُ	اَلسَّلَامُ	اَلسَّلَامُ	اَلسَّلَامُ	اَلسَّلَامُ	اَلسَّلَامُ
۷	اَلْمُؤْمِنُ	اَلْمُؤْمِنُ	اَلْمُؤْمِنُ	اَلْمُؤْمِنُ	اَلْمُؤْمِنُ	اَلْمُؤْمِنُ	اَلْمُؤْمِنُ
۸	اَلْمُهَيْمِنُ	اَلْمُهَيْمِنُ	اَلْمُهَيْمِنُ	اَلْمُهَيْمِنُ	اَلْمُهَيْمِنُ	اَلْمُهَيْمِنُ	اَلْمُهَيْمِنُ
۹	اَلْعَزِيْزُ	اَلْعَزِيْزُ	اَلْعَزِيْزُ	اَلْعَزِيْزُ	اَلْعَزِيْزُ	اَلْعَزِيْزُ	اَلْعَزِيْزُ
۱۰	اَلْجَبَّارُ	اَلْجَبَّارُ	اَلْجَبَّارُ	اَلْجَبَّارُ	اَلْجَبَّارُ	اَلْجَبَّارُ	اَلْجَبَّارُ
۱۱	اَلْمُتَكَبِّرُ	اَلْمُتَكَبِّرُ	اَلْمُتَكَبِّرُ	اَلْمُتَكَبِّرُ	اَلْمُتَكَبِّرُ	اَلْمُتَكَبِّرُ	اَلْمُتَكَبِّرُ
۱۲	اَلْخَالِقُ	اَلْخَالِقُ	اَلْخَالِقُ	اَلْخَالِقُ	اَلْخَالِقُ	اَلْخَالِقُ	اَلْخَالِقُ
۱۳	اَلْبَارِئُ	اَلْبَارِئُ	اَلْبَارِئُ	اَلْبَارِئُ	اَلْبَارِئُ	اَلْبَارِئُ	اَلْبَارِئُ
۱۴	اَلْمُصَوِّرُ	اَلْمُصَوِّرُ	اَلْمُصَوِّرُ	اَلْمُصَوِّرُ	اَلْمُصَوِّرُ	اَلْمُصَوِّرُ	اَلْمُصَوِّرُ
۱۵	اَلْغَفَّارُ		اَلْغَفَّارُ	اَلْغَفَّارُ	اَلْغَفَّارُ	اَلْغَفَّارُ	اَلْغَفَّارُ
۱۶	اَلْقَهَّارُ						اَلْقَهَّارُ
۱۷	اَلْوَهَّابُ	اَلْوَهَّابُ		اَلْوَهَّابُ	اَلْوَهَّابُ	اَلْوَهَّابُ	اَلْوَهَّابُ
۱۸	اَلرَّزَّاقُ	اَلرَّزَّاقُ		اَلرَّزَّاقُ	اَلرَّزَّاقُ	اَلرَّزَّاقُ	اَلرَّزَّاقُ
۱۹	اَلْفَتَّاحُ			اَلْفَتَّاحُ	اَلْفَتَّاحُ	اَلْفَتَّاحُ	اَلْفَتَّاحُ

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید بغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۲۰	العلیم	العلیم		العلیم	العلیم	العلیم	العلیم
۲۱	القابض	القابض		القابض	القابض	القابض	
۲۲	الباسط	الباسط		الباسط	الباسط	الباسط	
۲۳	الخافض	الخافض					
۲۴	الرافع	الرافع					
۲۵	المعز	المعز					
۲۶	المذل	المذل					
۲۷	السمیع	السمیع		السمیع	السمیع	السمیع	السمیع
۲۸	البصیر	البصیر		البصیر	البصیر	البصیر	البصیر
۲۹	الحکم						الحکم
۳۰	العدل						
۳۱	اللطیف	اللطیف	اللطیف		اللطیف	اللطیف	اللطیف
۳۲	الخبیر	الخبیر	الخبیر	الخبیر	الخبیر	الخبیر	الخبیر
۳۳	الحلیم	الحلیم		الحلیم	الحلیم	الحلیم	الحلیم
۳۴	العظیم	العظیم	العظیم	العظیم	العظیم	العظیم	العظیم
۳۵	الغفور	الغفور	الغفور	الغفور	الغفور	الغفور	الغفور
۳۶	الشکور	الشکور	الشکور				الشکور
۳۷	العلی	العلی	العلی	العلی	العلی	العلی	العلی

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید بغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۳۸	الکبیر		الکبیر	الکبیر	الکبیر	الکبیر	الکبیر
۳۹	الحفیظ		الحفیظ	الحفیظ	الحفیظ	الحفیظ	الحفیظ
۴۰	المقیت		المقیت	المقیت	المقیت	المقیت	المقیت
۴۱	الحسیب		الحسیب	الحسیب	الحسیب	الحسیب	الحسیب
۴۲	الجلیل	الجلیل	الجلیل				
۴۳	الکریم	الکریم	الکریم	الکریم	الکریم	الکریم	الکریم
۴۴	الرقیب	الرقیب	الرقیب	الرقیب	الرقیب	الرقیب	الرقیب
۴۵	المجیب	المجیب		المجیب	المجیب	المجیب	المجیب
۴۶	الواسع	الواسع	الواسع	الواسع	الواسع	الواسع	الواسع
۴۷	الحکیم	الحکیم	الحکیم	الحکیم	الحکیم	الحکیم	الحکیم
۴۸	الودود	الودود	الودود	الودود	الودود	الودود	الودود
۴۹	المجید	المجید	المجید	المجید	المجید	المجید	المجید
۵۰	الباعث	الباعث	الباعث			الباعث	
۵۱	الشہید	الشہید	الشہید	الشہید	الشہید	الشہید	الشہید
۵۲	الحق	الحق	الحق	الحق	الحق	الحق	الحق
۵۳	الوکیل	الوکیل	الوکیل	الوکیل	الوکیل	الوکیل	الوکیل
۵۴	القوی	القوی				القوی	القوی
۵۵	المتین	ذوالقوۃ المتین	المتین	المتین	المتین	المتین	المتین

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید بغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۵۶	اَلْوَلِیُّ	اَلْوَلِیُّ	اَلْوَلِیُّ	اَلْوَلِیُّ	اَلْوَلِیُّ	اَلْوَلِیُّ	اَلْوَلِیُّ
۵۷	اَلْحَمِیْدُ		اَلْحَمِیْدُ	اَلْحَمِیْدُ	اَلْحَمِیْدُ	اَلْحَمِیْدُ	اَلْحَمِیْدُ
۵۸	اَلْمُحْصِیْ		اَلْمُحْصِیْ				
۵۹	اَلْمُبْدِئُ	اَلْمُبْدِئُ	اَلْمُبْدِئُ	اَلْمُبْدِئُ	اَلْمُبْدِئُ	اَلْمُبْدِئُ	
۶۰	اَلْمُعِیْدُ	اَلْمُعِیْدُ	اَلْمُعِیْدُ	اَلْمُعِیْدُ	اَلْمُعِیْدُ	اَلْمُعِیْدُ	
۶۱	اَلْمُحْیِیْ	اَلْمُحْیِیْ	اَلْمُحْیِیْ	اَلْمُحْیِیْ	اَلْمُحْیِیْ	اَلْمُحْیِیْ	اَلْمُحْیِیْ
۶۲	اَلْمُمِیْتُ	اَلْمُمِیْتُ	اَلْمُمِیْتُ	اَلْمُمِیْتُ	اَلْمُمِیْتُ	اَلْمُمِیْتُ	اَلْمُمِیْتُ
۶۳	اَلْحَیُّ	اَلْحَیُّ	اَلْحَیُّ	اَلْحَیُّ	اَلْحَیُّ	اَلْحَیُّ	اَلْحَیُّ
۶۴	اَلْقَیُّوْمُ	اَلْقَیُّوْمُ	اَلْقَیُّوْمُ	اَلْقَیُّوْمُ	اَلْقَیُّوْمُ	اَلْقَیُّوْمُ	اَلْقَیُّوْمُ
۶۵	اَلْوَاجِدُ	اَلْوَاجِدُ					
۶۶	اَلْمَاجِدُ	اَلْمَاجِدُ					
۶۷	اَلْوَاحِدُ	اَلْوَاحِدُ	اَلْوَاحِدُ	اَلْوَاحِدُ	اَلْوَاحِدُ	اَلْوَاحِدُ	اَلْوَاحِدُ
۶۸	اَلصَّمَدُ	اَلصَّمَدُ	اَلصَّمَدُ	اَلصَّمَدُ	اَلصَّمَدُ	اَلصَّمَدُ	اَلصَّمَدُ
۶۹	اَلْقَادِرُ	اَلْقَادِرُ	اَلْقَادِرُ	اَلْقَادِرُ	اَلْقَادِرُ	اَلْقَادِرُ	اَلْقَادِرُ
۷۰	اَلْمُقْتَدِرُ		اَلْمُقْتَدِرُ	اَلْمُقْتَدِرُ	اَلْمُقْتَدِرُ	اَلْمُقْتَدِرُ	اَلْمُقْتَدِرُ
۷۱	اَلْمُقَدِّمُ		اَلْمُقَدِّمُ				
۷۲	اَلْمُؤَخِّرُ		اَلْمُؤَخِّرُ				
۷۳	اَلْاَوَّلُ	اَلْاَوَّلُ	اَلْاَوَّلُ	اَلْاَوَّلُ	اَلْاَوَّلُ	اَلْاَوَّلُ	اَلْاَوَّلُ

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید بغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۷۴	اَلآخِرُ	اَلآخِرُ	اَلآخِرُ	اَلآخِرُ	اَلآخِرُ	اَلآخِرُ	اَلآخِرُ
۷۵	اَلظَّاهِرُ	اَلظَّاهِرُ	اَلظَّاهِرُ	اَلظَّاهِرُ	اَلظَّاهِرُ	اَلظَّاهِرُ	اَلظَّاهِرُ
۷۶	اَلْبَاطِنُ	اَلْبَاطِنُ	اَلْبَاطِنُ	اَلْبَاطِنُ	اَلْبَاطِنُ	اَلْبَاطِنُ	اَلْبَاطِنُ
۷۷	اَلْوَالِيُ	اَلْوَالِيُ					
۷۸	اَلْمُتَعَالِيُ	اَلْمُتَعَالِيُ	اَلْمُتَعَالِيُ	اَلْمُتَعَالِيُ	اَلْمُتَعَالِيُ	اَلْمُتَعَالِيُ	اَلْمُتَعَالِيُ
۷۹	اَلْبَرُّ	اَلْبَرُّ	اَلْبَرُّ	اَلْبَرُّ	اَلْبَرُّ	اَلْبَرُّ	اَلْبَرُّ
۸۰	اَلتَّوَّابُ	اَلتَّوَّابُ	اَلتَّوَّابُ	اَلتَّوَّابُ	اَلتَّوَّابُ	اَلتَّوَّابُ	اَلتَّوَّابُ
۸۱	اَلْمُنْتَقِمُ	اَلْمُنْتَقِمُ	اَلْمُنْتَقِمُ				اَلْمُنْتَقِمُ
۸۲	اَلْعَفُوُّ	اَلْعَفُوُّ	اَلْعَفُوُّ		اَلْعَفُوُّ	اَلْعَفُوُّ	اَلْعَفُوُّ
۸۳	اَلرَّؤُفُ	اَلرَّؤُفُ	اَلرَّؤُفُ	اَلرَّؤُفُ	اَلرَّؤُفُ	اَلرَّؤُفُ	اَلرَّؤُفُ
۸۴	مَالِكُ الْمُلْكِ		مَالِكُ الْمُلْكِ	مَالِكُ	مَالِكُ	مَالِكُ	مَالِكُ
۸۵	ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ			ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ	ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ	ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ	
۸۶	اَلْمُقْسِطُ	اَلْمُقْسِطُ					
۸۷	اَلْجَامِعُ	اَلْجَامِعُ					اَلْجَامِعُ
۸۸	اَلْغَنِيُّ	اَلْغَنِيُّ		اَلْغَنِيُّ	اَلْغَنِيُّ	اَلْغَنِيُّ	اَلْغَنِيُّ
۸۹	اَلْمُغْنِيُ		اَلْمُغْنِيُ				

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید بغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۹۰	اَلْمَانِعُ	اَلْمَانِعُ					
۹۱	اَلضَّارُّ	اَلضَّارُّ					
۹۲	اَلنَّافِعُ	اَلنَّافِعُ					
۹۳	اَلنُّوْرُ	اَلنُّوْرُ			اَلنُّوْرُ	اَلنُّوْرُ	اَلنُّوْرُ
۹۴	اَلْهَادِیُ	اَلْهَادِیُ		اَلْهَادِیُ	اَلْهَادِیُ	اَلْهَادِیُ	اَلْهَادِیُ
۹۵	اَلْبَدِیْعُ			اَلْبَدِیْعُ	اَلْبَدِیْعُ	اَلْبَدِیْعُ	اَلْبَدِیْعُ
۹۶	اَلْبَاقِیْ	اَلْبَاقِیْ		اَلْبَاقِیْ	اَلْبَاقِیْ	اَلْبَاقِیْ	
۹۷	اَلْوَارِثُ	اَلْوَارِثُ	اَلْوَارِثُ	اَلْوَارِثُ	اَلْوَارِثُ	اَلْوَارِثُ	اَلْوَارِثُ
۹۸	اَلرَّشِیْدُ	اَلرَّشِیْدُ					
۹۹	اَلصَّبُوْرُ						

نقشہ دوم

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید بغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۱	رَبٌّ	رَبٌّ		رَبٌّ	رَبٌّ	رَبٌّ	رَبٌّ
۲		اَلرَّازِقُ					
۳		اَلْکَافِیْ	اَلْکَافِیْ	اَلْکَافِیْ	اَلْکَافِیْ	کَافٍ	اَلْکَافِیْ
۴		اَلْقَاهِرُ	اَلْقَاهِرُ		اَلْقَاهِرُ	اَلْقَاهِرُ	اَلْقَاهِرُ
۵		اَلنَّاظِرُ					

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید بغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۶		اَلصَّادِقُ	اَلصَّادِقُ	اَلصَّادِقُ	اَلصَّادِقُ	اَلصَّادِقُ	
۷		اَلْجَمِيْلُ	اَلْجَمِيْلُ				
۸		اَلْفَاطِرُ	اَلْفَاطِرُ	اَلْفَاطِرُ	اَلْفَاطِرُ	اَلْفَاطِرُ	اَلْفَاطِرُ
۹		اَلْبُرْهَانُ	اَلْبُرْهَانُ			اَلْبُرْهَانُ	
۱۰		اَلشَّدِيْدُ	اَلشَّدِيْدُ	اَلشَّدِيْدُ	اَلشَّدِيْدُ	اَلشَّدِيْدُ	اَلشَّدِيْدُ
۱۱		اَلْقَرِيْبُ			اَلْقَرِيْبُ	اَلْقَرِيْبُ	اَلْقَرِيْبُ
۱۲		اَلْقَاهِرُ		اَلْقَاهِرُ	اَلْقَاهِرُ	اَلْقَاهِرُ	اَلْقَاهِرُ
۱۳		اَلْوَاقِي	اَلْوَاقِي				
۱۴		اَلْمُنِيْرُ					
۱۵		اَلْحَافِظُ	اَلْحَافِظُ				اَلْحَافِظُ
۱۶		اَلْقَدِيْمُ					
۱۷		اَلسَّامِعُ					
۱۸		اَلْمُعْطِي					
۱۹		اَلتَّامُّ					
۲۰		اَلْعَالِمُ	اَلْعَالِمُ	اَلْعَالِمُ	اَلْعَالِمُ	اَلْعَالِمُ	اَلْعَالِمُ
۲۱	اَلْأَحَدُ	اَلْأَحَدُ	اَلْأَحَدُ	اَلْأَحَدُ	اَلْأَحَدُ	اَلْأَحَدُ	اَلْأَحَدُ
۲۲		اَلْأَبَدُ					
۲۳		اَلْوِتْرُ				اَلْوِتْرُ	

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید بلخی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۲۴			الحنّان				
۲۵			المنّان	المنّان	المنّان	المنّان	
۲۶			الکفیل				الکفیل
۲۷			المحیط	المحیط	المحیط	المحیط	المحیط
۲۸			الرفیع			الرفیع	الرفیع
۲۹			الشاکر	الشاکر	الشاکر	الشاکر	الشاکر
۳۰			الاکرام				الاکرام
۳۱			القدیر	القدیر	القدیر	القدیر	القدیر
۳۲			الخلّاق				
۳۳			الفاتح				
۳۴			المنیب				
۳۵			العلّام				
۳۶			المولیٰ	نعم المولیٰ	نعم المولیٰ	نعم المولیٰ	نعم المولیٰ
۳۷			النصیر		النصیر	النصیر	النصیر
۳۸			ذوالطّول	ذوالطّول	ذوالطّول	ذوالطّول	
۳۹			ذوالمعارج				
۴۰			ذوالفضل				

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید بغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۴۱			المبین	المبین	المبین	المبین	المبین
۴۲			الالٰہ		الالٰہ	الالٰہ	الالٰہ
۴۳			المدبر				
۴۴			الفرد			الفرد	
۴۵				فعال لما یرید	فعال لما یرید	فعال لما یرید	فعال لما یرید
۴۶						السریع	
۴۷						المتفضل	
۴۸				الغافر	الغافر	الغافر	الغافر
۴۹				القائل	القائل	القائل	
۵۰					الملیک	الملیک	الملیک
۵۱						[illegible]	
۵۲						معین	
۵۳							الحاکم
۵۴							غالب
۵۵							الحفی
۵۶						المنعم	المستعان

اس نقشہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ مختلف طرق میں جو نام بیان ہوئے ہیں ان کا شمار ۱۵۸ ہے اور ان میں سے آٹھ نام (۱) مَالِکُ الْمُلْکِ (۲) ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام

(۳) ذُوالقُوۃ (۴) ذُوالطَّوْلِ (۵) ذُوالْمَعَارِجِ (۶) ذُوالْفَضْلِ (۷) فَعَّالٌ لِمَا یُرِیْدُ (۸) رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ مرکب نام ہیں باقی ۱۵۰ مفرد ہیں۔

انہی اسماء میں سے ۹۹ ناموں کا اندراج مع شرح باب اول میں کیا گیا ہے اور باقی کا اندراج باب دوم و سوم میں مع مزید تحقیقات ہے۔

فصل

غالبا یہ امر ناظرین کے لیے حل طلب ہے کہ ان علمائے عظام میں تعیین اسماء واعلام کے متعلق اس قدر اختلاف کیوں ہوا۔ خصوصاً جبکہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ جس اسم کو ایک امام نے نہیں لیا۔ وہ اس سے کم نہیں جن کو لیا گیا ہے۔ اس بارہ میں اصل تو ذوقِ انتخاب ہے لیکن بعد ازاں یہ بھی ہے کہ جب چند اسماء کی اصل ایک ہی مادہ سے تھی تو ان میں سے ایک نے ایک اسم کو لیا دوسرے کے لینے سے خود کو مستغنی سمجھ۔ مثلاً ترمذی نے مَالِکُ الْمُلْکِ لیا ہے اور مَلِیکٌ کو نہیں۔ تو اس روایت کے راوی اول نے مَالِکُ الْمُلْکِ اور مَلِیکٌ کو ہم معنی قرار دیا۔ ترمذی میں قَهَّارٌ موجود ہے اور اس نے قاهر کو روایت میں نہیں لیا۔ جبکہ ابن ماجہ وحاکم وابوزید وامام ابن عینیہ وامام جعفر صادق نے قاهر کو لے کر پھر قَهَّارٌ کو نہیں لیا۔ ترمذی نے فَتَّاحٌ بیان کیا اور حاکم نے فاتح۔ ترمذی نے رَافِعٌ بیان کیا اور رَفِیعٌ نہیں لیکن دیگر تین ائمہ نے رَفِیْعٌ بیان کیا ہے۔ رافع نہیں۔ ترمذی نے رَزَّاقٌ بیان کیا۔ رازق نہیں مگر ابن ماجہ نے رزاق اور رازق دونوں کو بیان کیا ہے۔

ترمذی نے علم سے اسم عَلِیْمٌ بیان کیا ہے۔ لیکن دیگر ائمہ نے عَلِیْمٌ کو مستقل اسم قرار دیا۔

ترمذی وابن ماجہ وحاکم اسم شَکُوْرٌ روایت کرتے ہیں اور ابوزید وابن عینیہ وامام جعفر صادق صرف اسم شاکر حاکم اور ابن حجر شاکر اور شکور دونوں کو جداگانہ لے لیتے ہیں۔

ترمذی نے غفار کے بعد غَافِرٌ کو اور حفیظ کے بعد حَافِظٌ کو، کَرِیْمٌ کے بعد اکرم کو،

علی کے بعد اعلیٰ کو، خالق کے بعد خلّاق کو، قادر کے بعد قدیر کو غالباً اسی لیے چھوڑا۔ حکیم دونوں معنی میں مستعمل ہے۔ صاحب حکم و صاحب حکمت۔ ترمذی نے غالباً حاکم کو (جسے ابن حجر نے لیا ہے) اسی لیے چھوڑ دیا تھا لیکن یہ وہ اصول ہے جس پر کلیۃً نہ کسی نے عمل کیا اور نہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً رَحمٰن وَ رَحِیم دونوں کا مصدر ایک ہے۔ مگر سب نے ان کو دو جداگانہ اسم ہی شمار کیا ہے۔ خَالِقُ، اَلْبَارِئُ، اَلْمُصَوِّرُ معنی خالقیت میں سب مشترک و متحد ہیں۔ تاہم یہ اسماء علیحدہ علیحدہ تین شمار ہوئے ہیں۔ خود ترمذی نے بھی غَفُوْر، غَفَّار کو دو اسم ہی شمار کیا ہے اس کے بعد ان اسماء میں بھی اختلاف ہوا۔ جو مفرد حالت میں نہیں بلکہ باضافت مستعمل ہوئے ہیں۔

ترمذی نے جَامِع اور بَدِیع کا استعمال بحالت مفرد کیا ہے۔ جَامِع تو ﴿جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ﴾ سے ہے اور بَدِیع ﴿بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ سے ہے۔ اسی اصول پر ترمذی و ابوزید کے سوا دیگر ائمہ نے ﴿شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ سے شدید اور ابوزید و امام ابن عیینہ و امام جعفر صادق نے ﴿قَابِلِ التَّوْبِ﴾ سے قَابِل اور بجز ترمذی دیگر ائمہ نے ﴿عَالِمُ الْغَیْبِ﴾ سے عالم بھی لیا ہے۔ اسمائے مشتقہ کے بارے میں یہی ہوا۔

ترمذی کی روایت میں مُنْتَقِمُ ہے۔ جو ذُو انْتِقَامٍ سے بنا ہے۔ ابوزید و امام ابن عیینہ و امام جعفر صادق نے اسے اسم نہیں قرار دیا۔ ترمذی نے قَآئِمًا بِالْقِسْطِ سے مُقْسِط بنایا ہے۔ ابن ماجہ کے سوا اور کوئی اس اسم سے متفق نہیں۔

ترمذی نے ذُو الْجَلَالِ سے جَلِیْلُ بنایا ہے۔ ابن ماجہ و حاکم کا بھی اتفاق ہے دیگر ائمہ نے اس اسم کا استخراج نہیں کیا۔ ترمذی نے جلیل کے علاوہ ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ کو علیحدہ اسم قرار دیا مگر ابن ماجہ و حاکم اسے علیحدہ اسم شمار نہیں کرتے۔ البتہ جن ائمہ نے جلیل کو اسم شمار نہیں کیا تھا۔ انہوں نے ﴿ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ﴾ کو بطور اسم ضرور شمار کیا ہے۔

ترمذی نے اسم بَاقِیْ کو ﴿وَ یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ﴾ سے نکالا۔ چار ائمہ دیگر بھی

متفق ہیں مگر حاکم و ابن حجر اسے نہیں لیتے۔ ان جملہ وجوہات کے بعد یہ بھی ہوا کہ بعض روایات میں نہایت مشہور اسم بھی رہ گئے۔ ترمذی میں اسم ربّ اور احد کی روایت نہیں ہوئی۔ گو بعض متاخرین میں سے کسی نے ربّ اور کسی نے احد کو اس روایت میں شامل بھی کر دیا ہے۔ ابن ماجہ میں اسم قُدُّوسٌ وَ فَتَّاحٌ وَ غَفَّار وَ کَبِیْر وَ حَمِیْد وَالْمُقْتَدِرُ جیسے نام رہ گئے۔

روایت حاکم میں سَمِیْع وَ بَصِیْر ، حَلِیْم، غَنِی جیسے مشہور اسماء نہیں ہیں۔ اب ان جملہ ائمہ عظام کی مساعیٔ جمیلہ ہمارے سامنے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک اسم کو جو کسی روایت میں آ چکا ہے یا امام کا استخراج کردہ ہے۔ فرد سے باہر رکھنا ہمارے لیے دشوار ہے۔ میں نے جملہ روایات سے استفادہ کرتے ہوئے اور غور کرتے ہوئے ان سے مفرد اسمائے پاک کی فہرست تو دو نہ نام کی تیار کر لی ہے اور ان کی شرح باب اول میں ہے۔

اس فہرست میں جو اسمائے پاک درج نہیں ہوئے وہ باب دوم میں درج شدہ ہیں اور اس طرح ناظرین کو ان جملہ اسمائے پاک سے اور اُن کے معانی سے آگاہی ہو جائے گی۔ جن جن کو ائمہ دین نے بیان کیا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ.

نقشہ نو دو نہ نام پاک اللہ عزوجل مندرجہ باب اوّل

نمبر شمار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ
۱	اَللّٰہُ	﴿اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا﴾ [۲۰/طٰہٰ ۱۴]
۲	اَلرَّحْمٰنُ	﴿اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ [۱/الفاتحہ:۳]
۳	اَلرَّحِيْمُ	[۱/الفاتحہ:۳]
۴	اَلْمَلِکُ	﴿اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ
۵	اَلْقُدُّوْسُ	الْمُتَکَبِّرُ﴾ [۵۹/الحشر-۲۳]
۶	اَلسَّلٰمُ	[۵۹/الحشر ۲۳]
۷	اَلْمُؤْمِنُ	[۵۹/الحشر ۲۳]
۸	اَلْمُهَيْمِنُ	[۵۹/الحشر-۲۳]
۹	اَلْعَزِيْزُ	[۵۹/الحشر-۲۳]
۱۰	اَلْجَبَّارُ	[۵۹/الحشر ۲۳]
۱۱	اَلْمُتَکَبِّرُ	[۵۹/الحشر ۲۳]
۱۲	اَلْخَالِقُ	﴿اَلْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ﴾ [۵۹/الحشر ۲۳]
۱۳	اَلْبَارِئُ	[۵۹/الحشر ۲۳]
۱۴	اَلْمُصَوِّرُ	[۵۹/الحشر ۲۴]
۱۵	اَلْغَفَّارُ	﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ﴾ [۲۰/طٰہٰ ۸۲]
۱۶	اَلْقَهَّارُ	﴿الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ [۱۲/یوسف ۳۹]
۱۷	اَلْوَهَّابُ	﴿اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ [۳/آل عمران ۸]

نمبر شمار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ
۱۸	الرزاق	﴿إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ﴾ [۵۱/ الذاریات ۵۸]
۱۹	الفتاح	﴿وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ۝﴾ [۳۴/ سبا ۲۶]
۲۰	العلیم	[۳۴/ سبا:۲۶]
۲۱	السمیع	﴿إِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۝﴾ [۴۰/ غافر ۲۰]
۲۲	البصیر	[۴۰/ غافر ۲۰]
۲۳	اللطیف	﴿وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ۝﴾ [۶۷/ الملک ۱۴]
۲۴	الخبیر	[۶۷/ الملک:۱۴]
۲۵	الحلیم	﴿إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا۝﴾ [۱۷/ الاسراء:۴۴]
۲۶	العظیم	﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۝﴾ [۲/ البقرۃ ۲۵۵]
۲۷	الغفور	﴿إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ﴾ [۳۵/ الفاطر ۳۰]
۲۸	الشکور	[۳۵/ الفاطر:۳۰]
۲۹	العلی	﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۝﴾ [۲/ البقرۃ ۲۵۵]
۳۰	الکبیر	﴿عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ﴾ [۱۳/ الرعد ۹]
۳۱	الحفیظ	﴿إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ۝﴾ [۱۱/ ھود ۵۷]
۳۲	المقیت	﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيتًا۝﴾ [۴/ النساء:۸۵]
۳۳	الحسیب	﴿إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا۝﴾ [۴/ النساء:۸۶]
۳۴	الکریم	﴿فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ۝﴾ [۲۷/ النمل ۴۰]
۳۵	الرقیب	﴿إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا۝﴾ [۴/ النساء ۱]
۳۶	القریب	﴿إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ۝﴾ [۱۱/ ھود ۶۱]

نمبر شمار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ
۳۷	المجیب	[۱۱/ھود ۶۱]
۳۸	الواسع	﴿إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝﴾ [۲/البقرۃ ۱۱۵]
۳۹	الحکیم	﴿أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝﴾ [۲۷/النمل ۹]
۴۰	الودود	﴿وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ۝﴾ [۸۵/البروج ۱۴]
۴۱	المجید	﴿إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ۝﴾ [۱۱/ھود ۷۳]
۴۲	الشہید	﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝﴾ [۲۲/الحج ۱۷]
۴۳	الحق	﴿أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ۝﴾ [۲۴/النور ۲۵]
۴۴	الوکیل	﴿وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ۝﴾ [۱۷/الاسراء ۶۵]
۴۵	القوی	﴿وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝﴾ [۴۲/الشوریٰ ۱۹]
۴۶	المتین	﴿ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۝﴾ [۵۱/الذاریات ۵۸]
۴۷	الولی	﴿وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ۝﴾ [۴۲/الشوریٰ ۲۸]
۴۸	الحمید	[۴۲/الشوریٰ:۲۸]
۴۹	الحی	﴿اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۝﴾ [۳/آل عمران ۲]
۵۰	القیوم	[۳/آل عمران ۲]
۵۱	الواحد	﴿الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝﴾ [۳۸/ص ۶۵]
۵۲	الاحد	﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝﴾ [۱۱۲/الاخلاص ۱]
۵۳	الصمد	﴿اللَّهُ الصَّمَدُ ۝﴾ [۱۱۲/الاخلاص ۲]
۵۴	القادر	﴿هُوَ الْقَادِرُ﴾ [۶/الانعام ۶۵]
۵۵	المقتدر	﴿عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ ۝﴾ [۵۴/القمر ۵۵]

نمبر شمار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ
۵۶	اَلْاَوَّلُ	﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ﴾ [۵۷/الحدید:۳]
۵۷	اَلْاٰخِرُ	[۵۷/الحدید:۳]
۵۸	اَلظَّاهِرُ	[۵۷/الحدید:۳]
۵۹	اَلْبَاطِنُ	[۵۷/الحدید:۳]
۶۰	اَلْوَالِيْ	﴿وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝﴾ [۱۳/الرعد:۱۱]
۶۱	اَلْمُتَعَالِيْ	﴿الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝﴾ [۱۳/الرعد:۹]
۶۲	اَلْبَرُّ	﴿هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ۝﴾ [۵۲/الطور:۲۸]
۶۳	اَلتَّوَّابُ	﴿اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝﴾ [۲/البقرۃ:۱۲۸]
۶۴	اَلْعَفُوُّ	﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝﴾ [۴/النسآء:۴۳]
۶۵	اَلرَّءُوْفُ	﴿اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ [۲۴/النور:۲۰]
۶۶	اَلْجَامِعُ	﴿اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ﴾ [۳/آل عمران:۹]
۶۷	اَلْغَنِيُّ	﴿وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ۝﴾ [۲/البقرۃ:۲۶۳]
۶۸	اَلنُّوْرُ	﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ﴾ [۲۴/النور:۳۵]
۶۹	اَلْهَادِيْ	﴿وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ۝﴾ [۲۵/الفرقان:۳۱]
۷۰	اَلْبَدِيْعُ	﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝﴾ [۶/الانعام:۱۰۲]
۷۱	اَلرَّبُّ	﴿رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا﴾ [۲/البقرۃ:۱۲۶]
۷۲	اَلْمُبِيْنُ	﴿اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ۝﴾ [۲۴/النور:۲۵]
۷۳	اَلْقَادِرُ	﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝﴾ [۱۶/النحل:۷۰]
۷۴	اَلْحَافِظُ	﴿فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا ۪﴾ [۱۲/یوسف:۶۴]

نمبر شمار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ
۷۵	اَلْكَفِیْلُ	﴿وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَیْكُمْ كَفِیْلًا ؕ﴾ [۱۶/ النحل ۹۱]
۷۶	اَلشَّاكِرُ	﴿فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِیْمٌ۝﴾ [۲/البقرۃ ۱۵۸]
۷۷	اَلْاَكْرَمُ	﴿وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ۙ﴾ [۹۶/العلق ۳]
۷۸	اَلْاَعْلٰی	﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ۙ﴾ [۸۷/الاعلٰی ۱]
۷۹	اَلْخَلَّاقُ	﴿وَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ۝﴾ [۳۶/یٰس ۸۱]
۸۰	اَلْمَوْلٰی	﴿ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ﴾ [۶/ الانعام ۶۲]
۸۱	اَلنَّصِیْرُ	﴿وَ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِیْرًا ۝﴾ [۴/النسآء ۴۵]
۸۲	اَلْاِلٰهُ	﴿اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ﴾ [۱۸/الکہف ۱۱۰]
۸۳	اَلْعَلَّامُ	﴿اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝﴾ [۵/المآئدۃ ۱۰۹]
۸۴	اَلْقَاهِرُ	﴿وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ﴾ [۶/الانعام ۱۸]
۸۵	اَلْغَافِرُ	﴿غَافِرِ الذَّنْۢبِ﴾ [۴۰/غافر ۳]
۸۶	اَلْفَاطِرُ	﴿فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ [۶/الانعام ۱۴]
۸۷	اَلْمَلِیْكُ	﴿عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝﴾ [۵۴/القمر:۵۵]
۸۸	اَلْحَفِیُّ	﴿اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا ۝﴾ [۱۹/مریم:۴۷]
۸۹	اَلْمُحِیْطُ	﴿اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ۝﴾ [۴۱/حٰم السجدۃ ۵۴]
۹۰	اَلْمُسْتَعَانُ	﴿وَ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ﴾ [۲۱/الانبیآء ۱۱۲]
۹۱	اَلرَّفِیْعُ	﴿رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ﴾ [۴۰/المؤمن ۱۵]
۹۲	اَلْكَافِیْ	﴿اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾ [۳۹/الزمر ۳۶]
۹۳	غَالِبٌ	﴿وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ﴾ [۱۲/یوسف ۲۱]

نمبر شمار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ
۹۴	اَلْمَنَّانُ	﴿مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [۳/آل عمران ۱۶۴]
۹۵	اَلْمُحْصِيْ	﴿ذُو الْجَلَالِ﴾ ۵۵/الرحمٰن ۲۷]
۹۶	اَلْمُحْيِيْ	﴿اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى﴾ [۳۰/الروم ۵۰]
۹۷	اَلْمُمِيْتُ	﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ﴾ [۷/الاعراف:۱۵۸]
۹۸	اَلْوَارِثُ	﴿وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ [۲۸/القصص:۵۸]
۹۹	اَلْبَاعِثُ	﴿وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ [۲۲/الحج ۷]
۱۰۰	اَلْبَاقِيْ	﴿وَ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ﴾ [۵۵/الرحمٰن ۲۷]

آغاز شرح سے پیشتر معنے الفاظ حدیث بھی گزارش کیے جاتے ہیں۔ سنن ترمذی کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

((اِنّ لِلّٰه تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ)) [1]

''اللہ کے ۹۹ نام ہیں جس نے ان کو گھیر لیا۔ وہ جنت میں داخل ہوا۔''

شرح

لِلّٰه کے فرمانے سے یہ ثابت ہوا کہ اسم پاک اللہ کے سوا ۹۹ نام اور ہیں جو اسی اسم ذات کی طرف مضاف ہیں۔ بایں معنی یہ قرین قیاس ہے کہ ۹۹ کا شمار اسم اللہ کے علاوہ ہو اور یہ اسم اپنی شمولیت کے بعد شمار کو پورا سو بنا دیتا ہو۔ یہی معنی راجح ہیں۔

اسمًا...... لفظ اسم کو ''سمو'' سے بنایا گیا ہے، سمو کے معنی ہر چیز کی بلندی، برتری، وہ اونچی اور بڑائی کی علامت، جس سے وہ چیز دیگر اشیا سے ممیز ہوتی، برتر ہوتی، علیحدہ شمار میں آتی ہے۔ چونکہ تعین اسم کے فوائد اور اغراض یہی ہیں۔ اس لیے نام کو اسم کہا گیا ہے۔

---

[1] ترمذی کتاب الدعوات، باب حدیث فی اسماء اللہ الحسنٰی، ص ۲۰۱۳، رقم ۳۵۰۸۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اَسْمَاءُ الْحُسْنٰی میں جو لفظ حُسْنٰی لفظ کے ساتھ ہے یہ اَحْسَنُ کی جمع ہے۔

((أَحْصَاهَا)) کے معنی علما نے متعدد بیان کئے ہیں۔ اکثر نے ان کے معنی ((حَفِظَهَا)) بتلائے کیونکہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں اَحْصَاهَا کی جگہ ((حَفِظَهَا)) وارد ہوا ہے۔

اس ترجمہ کے بعد بھی اس کے معنی متعدد ہیں۔ اس معنی کی تردید کی گئی ہے کہ صرف نوک زبان یاد کر لینا ہی لفظ ((اَحْصَاهَا)) کے مقصد کو پورا کر دیتا ہے۔

فتح انباری میں ہے:

1. اَحْصَا کے معنی یہ ہیں کہ دعا مانگنے والا۔ صرف چند اسماء پر اکتفاء نہ کر لے، بلکہ جملہ اسماء کو پڑھ کر دعا مانگا کرے۔
2. ان اسماء کے حقوق پر قیام اور ان کی مقتضی پر عمل کرنا مراد ہے۔ مثلاً رزاق کہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی رزق رسانی پر بھی اعتبار کرے۔
3. ((أَحْصَاهَا)) سے مراد۔ معانی اسماء کا بخوبی سمجھ لینا ہے۔ محاورہ ہے۔ فُلَانٌ ذُوْحِصَاةٍ یعنی فلاں شخص صاحب عقل و ہوش ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ ان تینوں صورتوں میں سے خواہ کوئی بھی صورت ہو۔ صحت نیت کے بعد ہر ایک صورت بندہ کو جنت میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔
4. ((اَحْصَاهَا)) کے معنی معرفت ہیں کیونکہ جو ان اسماء کا عارف ہوگا وہ مومن ہوگا جو مومن ہوگا، وہ جنت ہی میں جائے گا۔ معرفت میں اعتقاد کو شامل سمجھو۔ مثلاً جو دہریہ ہے۔ اسے اسم خالق پر اعتقاد نہیں اور جو صرف فلسفی ہے۔ اسے اسم قادر کے معنی پر یقین نہیں۔
5. ((اَحْصَاهَا)) کے معنی عمل کرنا ہیں۔ مثلاً جو اللہ تعالیٰ کو حکیم سمجھتا ہے۔ وہ اس

کے جملہ احکام کا بحسب حکمت ہونا بھی تسلیم کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو قدوس جانتا ہے وہ اسے جملہ نقائص سے منزہ و پاک بھی اعتقاد کرتا ہے۔ ابوالوفا ابن عقیل نے انہی معنی کو تسلیم کیا ہے۔

⑥ ابن ابطال کا قول ہے کہ طریق عمل کے معنی یہ ہیں کہ بعض اسماء تو وہ ہیں جن کی صفات کا اقتدا ہو سکتا ہے مثلاً رَحِیْمٌ وَکَرِیْمٌ کہ ان صفات پر بندہ خود کو بھی خوگر بنا سکتا ہے اور بعض صفات وہ ہیں جن کا اقتدا ممکن نہیں۔ مثلاً جَبَّارٌ وَ عَظِیْمٌ وغیرہ۔ ایسے اسماء کے متعلق طریق عمل یہ ہے کہ ان صفات کو اللہ تعالیٰ سے خاص سمجھے۔ ان کا اقرار کرے اور خضوع و خشوع اختیار کرے۔ جن اسماء سے وعدۂ نعمت ملتا ہو، اُن میں طمع و رغبت پیدا کرے اور جن اسماء میں وعید ہو اس جگہ خوف و خشیت کو لازم احوال بنائے حفظ اور ((أَحْصَاهَا)) کے معنی یہی ہیں۔ [1]

اب شرح اسماء شروع کی جاتی ہے۔

[1] فتح الباری کتاب الدعوات، ج۱۱، رقم ۶۴۱۰۔ (دار السلام)

باب اوّل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَ اُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ.

① اللہ جل جلالہ

اسم علم ہے اور ذاتِ سبحانی کے لیے خاص الخاص ہے۔ علماء راسخین کا قول ہے کہ یہ اسم کسی سے مشتق نہیں۔ قوی مذہب یہی ہے۔ بعض نے اسے مشتق بتایا ہے۔ پھر اختلاف ہے کہ کس مصدر سے مشتق ہے۔ تفسیر کبیر نے چند اقوال نقل کیے ہیں۔

اوّل ..... اَلِهْتُ اِلٰی فُلَانٍ سے مشتق ہے اس کے معنی سَکَنْتُ اِلٰی فُلَانٍ ہیں۔ یعنی

اللہ وہ ہے جس کے نام سے تسکین ہوتی ہے۔

اللہ وہ ہے جو آرام دل عارفین ہے۔

اللہ وہ ہے جو تسکین قلب مضطرین ہے۔

اللہ وہ ہے کہ ﴿اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ [الرعد ۱۳/۲۸] سے اس کی شان واضح ہوتی ہے۔

دوم ..... اِلٰهٌ وَ لَهٌ سے مشتق ہے جس کے معنی وارفتگی کے ہیں۔ یعنی:

اللہ وہ ہے کہ قلب اس کا شیدا ہے۔

اللہ وہ ہے کہ ارواحِ پاک اس کی شیفتہ و فریفتہ ہیں۔

اللہ وہ ہے کہ ادراک مخلوقات حیرت و درماندگی پر منتہی ہوتا ہے۔

عرفان اپنی شناخت میں اپنے نقصان کا اقراری ہوتا ہے اور یہی معرفت نقصان آسے بلندترین علم و عرفان تک پہنچاتا ہے۔

سوم ..... اِلٰهٌ لَاهٌ سے مشتق ہے جس کے معنی بلند شان ہیں۔

اَللّٰہُ وہ ہے جو لوازماتِ مادہ سے برتر واعلیٰ ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے جو زمان ومکان کے احاطہ سے ارفع وبلند ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے جو ذوی العقول کے وہم وگمان، فہم وادراک سے بالاتر ہے۔

چہارم.... لاہ یَلُوْہُ لَاھْیًا سے مشتق ہے جس کے معنی احتجاب ہیں۔ یعنی:

اَللّٰہُ وہ ہے جس کی ذات عقول سے محجوب ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے جس کے نور کا انکشاف ارواحِ نوریہ کے لیے سترِ کبریٰ ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے جس کا کمال ہی ناقصین کے لیے حجاب ہے۔

پنجم.... اله اَلْفَصِیْلُ سے بنا ہے۔ یعنی بچہ کا اپنی ماں کی طرف احتیاج مند ہونا۔ یعنی:

اَللّٰہُ وہ ہے کہ سب اس کے محتاج ہیں۔

اَللّٰہُ وہ ہے کہ آفات ومصائب میں اسی کی جانب بازگشت کی جاتی ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے کہ تضرع والحاح ہی کے ذریعہ سے ہماری رسائی اس کی آستان تک ہوسکتی ہے۔

ششم.... اله اَلَهُ (سمع) سے بنا ہے۔ محاورہ ہے اَلِهَ عَلٰی فُلَانٍ اس سے ڈرتا رہا۔ الِه الیھا اس کی پناہ ڈھونڈھی۔ یعنی:

اَللّٰہُ وہ ہے جو خوف وہراس کے وقت بندوں کی پناہ ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے جو تمام عالم کی تکیہ گاہ ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے جس کی حفاظت میں تمام مخلوق اپنے اپنے اعدا کی دستبرد سے محفوظ ہے۔

ہاں لفظ اللہ کی ترکیب لفظی پر غور کرو۔

اَللّٰہُ کا حرف ہمزہ نہ لکھا جائے تو لِلّٰہ پڑھا جاتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر ایک شے اللہ ہی کی ملک ہے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿ وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ [المنافقون: ۶۳/ ۷]

لِلّٰہِ سے ایک ل کم ہو جائے تو ہ رہ جائے گا۔ جس کا تلفظ ھُوْ ہے۔ یہ حرف واحد بھی، اسی وَاحِدُ الْاَحَد کی ذات وحید پر دلالت کرے گا۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝﴾ [۱۱۲/ الاخلاص:۱] اور دوسرے مقام میں ہے ﴿هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ [۴۰/ غافر:۶۵]

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی تعیین میں اسی اسم خاص کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوہ طور پر کلمات الٰہی میں عرفان تام عطا ہوا تھا۔ ﴿اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا﴾ [۲۰/ طٰہٰ:۱۴] ''حق یہ ہے کہ میں ہی تو اللہ ہوں اور کوئی بھی معبود نہیں۔ میں ہی ہوں۔''

کلام الٰہی کے اس فقرہ کو بار بار قلب پر پیش کرو کہ تحقیق و تصدیق کے مرتبۂ اعلیٰ پر ہے۔ مقام نفی و اثبات میں بھی اسی اسم کا اثبات ہوتا ہے:۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.

☆..... یعنی ہر ایک شے جس کا اِلٰہ ہونا کبھی مشرکین نے گمان کیا ہو۔

☆..... ہر ایک معبودِ باطل جسے بطور معبود پکارا گیا ہو یا پرستش کیا گیا ہو۔

☆..... ہر شے جو انسان کے دل پر تسلط کر لینے والی ہے۔

☆..... ہر شے جس کی محبت دیگر انواع محبت پر غالب آ سکتی ہے۔

☆..... ہر شے جو انسان کی منتہائے آرزو بن سکتی ہے۔

☆..... ہر شے جس کی نسبت کسی کمال ذاتی کا وہم و گمان کیا جا سکتا ہے۔

☆..... ہر وہم و گمان جو کمال غیر کا توہم پیدا کرنے والا ہے۔

ان سب کی نفی کلی کر دی جاتی ہے۔ سب کو خنجر لَا سے ذبح کر دیا جاتا ہے۔ اثبات صرف اسم اَللّٰہُ کا ہوتا ہے۔ ثبوت و اثبات میں فرق عظیم ہے۔ وہ جو بذات خود ثابت و حق ہے۔ ذرّۂ فانی اس کا اثبات نہیں کر سکتا۔

اثبات کے معنی تو وہ نسبت صحیحہ و عظیمہ ہے۔ جو قلب مومن کو اس اسم ذات کے

ساتھ توحید دائم ہو جانی چاہیے۔

کلمہ توحید پر نگاہ ڈالو۔ ((لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ)) کے حرف پر تدبر کرو کہ سارے کلمہ میں کوئی بھی زائد حرف موجود نہیں۔ وہی حروف ہیں جو اسم ذات اَللّٰہ کے اندر موجود ہیں۔ انہی کی ترکیب کلمہ توحید کو بنا دیتی ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ حفاظت توحید خالص کے لیے کس قدر اہتمام ہے اور غیرت الٰہیہ کس قدر غیریت سے برتر واقع ہوئی ہے۔

یاد رکھیے کہ اسم اَللّٰہ اختصاص وجود کو مبرہن کرتا ہے اور اسی کا عین حقیقت ہونا آشکارا کرتا ہے۔ باقی سب ممکن الوجود ہیں اور ان سب کا ہست ہونا محض اضافی ہے وہ مخلوق جو عدم اول اور عدم آخر سے محیط ہے۔ وہ مخلوق جس کی ہستی موجودہ میں بھی فنا ہر وقت اور آن کام کر رہی ہے وہ مخلوق جو لقمۂ ہلاکت ہے۔ دراصل حقیقت وجوب وجود سے قطعاً عاری ہے۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے جو احد اور واحد ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر شے کا وجود مرکب ہے اور ہر شے کا ظہور ترکیب کا نتیجہ ہے۔

اَللّٰہ .. ہی ہے جس کے سوا اور کسی کو الوہیت کا شائبہ بھی حاصل نہیں۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے جو دین خالص کا مالک ہے۔

اَللّٰہ .. ہی ہے جو محبت خالص کا شایان ہے۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے کہ آسمانوں اور زمین کے خزائن اس کے قبضہ میں ہیں۔

اَللّٰہ ...... ہی ہے جسے ارض و سما کی وراثت حاصل ہے۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے جو دلوں کی چھپی ہوئی اور سینوں میں ڈھکی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔

اَللّٰہ ...... ہی ہے جو تحت ثریٰ اور فوق ثریا کے غیوب کا عالم ہے۔

اَللّٰہ ... ہی ہے جو رات کو دن اور دن کو رات سے بدلتا ہے۔

اَللّٰہ ... ہی ہے جو آسمانوں سے مینہ برساتا اور زمین سے دانہ اگاتا ہے۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے جس کی تسبیح وتحمید میں ہر شے لگی ہوئی ہے۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے جسے ہر شے سجدہ کرتی ہے۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے جو ہر شے کی مقتضائے طبع کو جانتا ہے اور اس کی تکمیل کا سامان فرماتا ہے۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے جو ﴿نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [۲۴/النور:۳۵] ہے۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے جو خاکی بندوں کو نوری پیکروں سے بڑھ کر کمال بخشتا ہے۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے کہ ایمان وتقویٰ سے اس کی ولا حاصل ہوتی ہے۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے کہ صبر واحسان سے اس کی معیت نشوونما پاتی ہے۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے جو توبہ کرنے والوں، توکل کرنے والوں، عدل کرنے والوں، اہل صدق واہل اخلاق سے محبت کرتا ہے۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے کہ مومن بچہ کی زبان اسی کے نام پر کھلتی ہے اور باایمان انسان کے لب اسی کو دہراتے دہراتے بند ہوتے ہیں۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے کہ اُس کے لیے سجدہ ہے۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے کہ اسی کے نام کے لیے قسم ہے۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے جو قلوب کا مطلوب ہے۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے جو ارواح کی جان ہے۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے کہ ہر مومن کا دل اس کی جانب مضطر و بے قرار ہے۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے جو دعاؤں کو سنتا، مرادیں بخشتا ہے۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے کہ تمام عالم اسی کے نظام کا مسخر دوام ہے۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے جو سالکوں کو راہ دکھاتا، طالبوں کو بلاتا ہے۔

اَللّٰہ ..... ہی ہے کہ سب ولی، سب شہید، سب صدیق، سب فرشتے، سب نبی، سب رسول اس کے بندے ہیں، اس کے حکم کے سامنے سرافگندہ (سرنگوں) ہیں۔

اس کا حکم مانتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے، ان سب کا بھروسہ اور سہارا اور اعتماد و توکل اللہ ہی کی ذات پاک پر ہوا کرتا ہے۔

اللہ...... ہی ہے جو اپنی رحمت سے سب کو پالتا ہے، جو اپنے رحم سے اپنے بندوں کو پیار کرتا ہے، جو اپنے فضل سے خاص بندوں کو بڑھاتا ہے، جو اپنی لطف و عطوفت سے سب کے قصوروں کو معاف کرتا ہے، جو اپنی عظمت و کبریائی سے سب کو بزرگی و عزت دیتا ہے۔

اللہ...... ہی ہے جس کے حکم سے موسموں کا تغیر، مہر و ماہ کا طلوع و غروب، شمس و قمر کا کسوف و خسوف ہوتا ہے۔

اللہ...... ہی ہے جس کے حکم سے لرزنے والی زمین اب رہائشِ انسان کے قابل بنی ہوئی ہے۔

اللہ...... ہی ہے جس نے بحرِ امواج کی موجوں کی حد بندی کر دی ہے جو کنارہ سے ایک انچ آگے نہیں بڑھ سکتی۔

اللہ...... ہی ہے جس نے پہاڑوں کے شکم اپنے مخزن بنائے۔ جس نے پہاڑوں کی نوکیلی چوٹیوں کو پانیوں کا ذخیرہ ٹھہرایا ہے۔

اللہ...... ہی ہے جو دردمندوں کی دوا ہے، جو بے ٹھکانوں کی پناہ ہے، جو ترسوں کی آس ہے۔

اللہ...... ہی ہے جو سوتے جاگتے ہر وقت ہمارے پاس ہے۔

اللہ...... ہی ہے جو ہمارے کانوں کو شنوائی، ہماری آنکھوں کو بینائی اور قلوب کو روشنائی دیتا ہے۔

اللہ...... ہی وہ اسم ذات ہے جو اسی کی ذات کے لیے مستعمل ہے۔

اللہ...... ہی وہ اسم ذات ہے جو جملہ صفات کو اپنے اندر موجود رکھتا ہے۔

اللہ...... ہی وہ اسم ذات ہے کہ صفات اس کی مسمّٰی سے نہ خارج ہیں نہ زائد ہیں۔

اَللّٰہُ ..... ہی ہے جس کی ذات وصفات میں تفریق ناممکن ہے۔

اَللّٰہُ ..... ہی ہے جو بندوں کی ذہنی وفرضی تقسیم ذات وصفات سے منزہ وپاک ہے۔

اَللّٰہُ ..... ہی ہے جس کا عرفان عقل اپنے شواہد سے، فطرت اپنے معالم سے، روح اپنے مدارج سے، قلب اپنے حقائق سے اور ایمان اپنی تصدیق سے حاصل کرتا ہے۔

اَللّٰہُ ..... ہی ہے جس کے حکم سے فنا ملتی ہے اور جس کے فضل سے بقا ملتی ہے۔

اَللّٰہُ ..... ہی ہے جس کا انصاف رحم کے پردہ میں نور بخش ہے۔

اَللّٰہُ ..... ہی ہے جس نے اپنی ذات پاک پر رحمت کو لکھ رکھا ہے۔

اَللّٰہُ ..... ہی ہے جس نے ہمارے آقا ومولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ'' بنایا ہے۔

﴿فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○﴾ [۴۵/الجاثیۃ:۳۷]

خواصِ لفظی

① یہ اسم اَللّٰہُ ہی کا خاصہ ہے کہ الف۔ لام تعریف جزوِ کلمہ بن گیا ہے حتیٰ کہ بعض کو اس اسم میں الف۔ لامِ تعریف ہونے سے بھی انکار ہے۔

② یہ اسم اَللّٰہُ ہی کا خاصہ ہے کہ اس پر تائے قسم وارد ہوتی ہے۔ ورنہ حرف تَ بمعنی قسم اور کسی اسم پر وارد نہیں ہوتا۔

③ یہ اسم اَللّٰہُ ہی کا خاصہ ہے کہ اَلْحَمْدُ کا استعمال اسی ذات کے لیے ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے اَلْحَمْدُ لِلرَّحْمٰنِ یا اَلْحَمْدُ لِلرَّحِیْمِ وغیرہ نہیں بولا جاتا۔ وجہ یہ ہے کہ جس طرح یہ اسم مسمّٰی کی ذات وصفات سب پر مجموعاً حاوی ہے۔ اسی طرح لفظ ''حمد'' بھی جملہ نعوت کمال وجلال کا جامع ہے۔ لہٰذا کامل تر اسم

کے لیے کامل تر لغت کی ضرورت تھی۔

④ یہ اسم اللہ ہی کا خاصہ ہے کہ اس کے آخر میں حرف (م) شامل کیا جاتا ہے اور وہ حرف ندا کا کام دیتا ہے اور پھر اس کے ساتھ حرف ندا شامل نہیں رہتا۔ یعنی یا اللّٰھُمَّ نہیں کہہ سکتے۔

میں نے اپنی کتاب ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ'' میں جو درود شریف کے متعلق جامع اور مکمل کتاب ہے۔ مفصل بحث لکھی ہے کہ حرف (م) کو بطور ندا اسم ذات کے ساتھ شامل کرنے کی خصوصیت کیا ہے۔ اس جگہ حرف (م) کا قوت جمعیت میں کامل ہونا واضح کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اَللّٰھُمَّ کہنے کے معنی یہ ہیں کہ یا اللہ میں تجھ کو تیرے سب پاک اسماء حسنیٰ کے ساتھ پکارتا ہوں۔

اب اختصار کے ساتھ چند مشہور ادعیہ درج کر دی جاتی ہیں۔ جو اسم پاک کے ساتھ وارد ہوئی ہیں۔

① ﴿قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ [۳/آل عمران ۲۶]

''کہہ اے اللہ! ملک کے مالک تو جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے، جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے اور تو سب چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے۔''

② ﴿اللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰیَۃً مِّنْکَ وَارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ﴾

[۵/المآئدۃ:۱۱۴]

''اے اللہ! ہمارے پالنے والے، ہم پر آسمان سے خوانِ نعمت نازل فرما۔ جو ہمارے اولین و آخرین کے لیے عید ہو اور تیری طرف سے ایک نشان ہو اور ہم کو رزق دے تو سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔''

④ ﴿وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ [۸/الانفال ۳۲]

''کافر یہ کہتے تھے: اے اللہ! اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا دردناک عذاب ہم پر آئے۔''

④ ﴿دَعْوٰهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَ اٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [۱۰/یونس ۱۰]

''بہشت میں بہشتی ﴿سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ﴾ کہا کریں گے اور سلام ان کا تحفہ ہوگا اور ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ان کا آخری کلام ہوگا۔''

⑤ ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ [۳۹/الزمر ۴۶]

''پڑھا کر اے اللہ! آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے، چھپی کھلی کے جاننے والے تو ہی فیصلہ فرمائے گا اپنے بندوں کے درمیان، جن چیزوں میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔''

اب مختصر اً دو چند ادعیہ درج ہیں جو احادیث پاک میں ہیں اور اَللّٰھُمَّ سے شروع ہوتی ہیں۔

① ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا

ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ)) [1]

"یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ حمد خاص تیرے لیے ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو یگانہ ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ بڑی نعمتوں کو عطا کرنے والا۔ آسمانوں اور زمین کو وجود بخشنے والا اور کرم کرنے والا۔ اے زندہ رہنے والے۔ اے قائم رہنے والے۔"

③ ((اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّ مَلِيْكَهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَ مِنْ شَرِّ الشَّيْطٰنِ وَ شِرْكِهٖ وَ اَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِيْ سُوْءً اَوْ اَجُرَّهُ عَلٰى مُسْلِمٍ)) [2]

"یا اللہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے، چھپی کھلی کے جاننے والے، ہر شے کو پالنے والے، سب کے مالک، میں شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں اپنے نفس کی بدی سے پناہ چاہتا ہوں۔ شیطان کی بدی اور شرکت سے بھی پناہ چاہتا ہوں۔ مجھے پناہ میں رکھ کہ میں خود اپنے لیے کوئی بدی کماؤں یا کسی اہل اسلام پر کسی بدی کو کھینچ لاؤں۔"

دعا سید الاستغفار

④ ((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَ اَنَا عَبْدُكَ وَ اَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَ وَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِيْ

---

[1] ابوداود کتاب الوتر، باب الدعاء، رقم ۱۴۹۵۔ نسائی کتاب السھو، باب الدعاء بعد الذکر، رقم ۱۳۰۱۔ ابن ماجہ ابواب الدعاء، باب اسم اللہ الاعظم، رقم ۳۸۵۸۔ [2] ابوداود کتاب الادب، باب ما یقول اذا اصبح، رقم ۵۰۸۳۔ ترمذی ابواب الدعوات، رقم ۳۳۹۲

فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ)) ❶

''یا اللہ! میرا پروردگار تو ہی ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں۔ تیرے عہد اور وعدہ پر اپنی استطاعت کے موافق قائم ہوں۔ جو کچھ بھی میں نے کیا اس کی بدی سے تیری پناہ کا خواہاں ہوں۔ تیری جس قدر نعمتیں مجھ پر ہیں، ان کا مجھے اقرار ہے۔ مجھے اپنے گناہوں کا بھی اقرار ہے۔ اب تو مجھے معاف کر دے۔ بے شک گناہوں کو صرف تو ہی معاف کر سکتا ہے۔''

④ ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ضَلَعِ الدَّیْنِ وَ غَلَبَةِ الرِّجَالِ)) ❷

''یا اللہ! میں تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں پریشانی، غم، ناتوانی، سستی، بزدلی اور بخل سے، قرض اور لوگوں کے غالب آنے سے''

⑤ ((اَللّٰهُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ)) ❸

''یا اللہ! مجھے اپنے حلال کے ساتھ حرام سے کفایت کر اور مجھے اپنے فضل کے ساتھ اپنے غیر سے بے پروا کر۔''

② الرَّحْمٰنُ

رَحْمٰن اور رَحِیْم دونوں کا اشتقاق ''رحمت'' سے ہے۔ مگر ہر دو اسماء میں خصوصیات جداگانہ بھی ہیں۔

---

❶ بخاری کتاب الدعوات، باب افضل الاستغفار، رقم ۶۳۰۶

❷ بخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ من غلبة الرجال ص ۵۳۵ رقم ۶۳۶۳۔

❸ ترمذی ابواب الدعوات، رقم ۳۵۶۳۔

الرَّحْمٰنُ علمیت کے لحاظ سے اسم اَللّٰہ کے برابر برابر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ کہو یا رحمٰن کہو۔

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۚ﴾ [۱۷/الاسراء:۱۱۰]

''کہہ دیجئے کہ اللہ کہو یا رحمٰن کہو،ان میں سے کچھ بھی کہہ لو۔اللہ کے تو سب نام احسن و بہتر ہیں۔''

اب یاد رکھنا چاہیے کہ کفار قریش اسم اَللّٰہُ سے تو واقف تھے مگر اسم رَحمٰن سے ان کو ذرا واقفیت نہ تھی۔

اسم اللہ کے متعلق آیات ذیل پر غور کرو کہ کفار اس اسم کا استعمال کیوں کر تے تھے۔

① ﴿وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ﴾ [۲۹/العنکبوت ۶۱]

''اگر تو ان سے پوچھے گا کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا اور سورج چاند کو کس نے کام میں لگایا تو وہ کہہ دیں گے اللہ نے۔''

② ﴿وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ﴾ [۲۹/العنکبوت:۶۳]

''اگر تو ان سے پوچھے کس نے آسمان سے پانی اتارا پھر زمین کو موت کے بعد اس پانی سے زندہ کیا تو وہ کہہ دیں گے اللہ نے۔''

③ ﴿وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ [۴۳/الزخرف:۸۷]

''اگر تو ان سے پوچھے کہ ان کو کس نے پیدا کیا تو کہہ دیں گے اللہ نے۔''

آیات بالا سے ظاہر ہے کہ کفار عرب خالق ارض و سما اور منزل باراں (بارش نازل کرنے والا) و خالق انسان اَللّٰہ ہی کو جانتے تھے مگر وہ اسم رَحمٰن سے ہمیشہ انکار ہی کیا

کرتے تھے۔

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَٰنُ﴾ [۲۵/الفرقان:۶۰]

"جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمن کو سجدہ کرو تب وہ کہتے ہیں کہ رحمن کیا ہوتا ہے۔" (شاید ان کو شک ہوتا ہوگا کہ رحمٰن بھی کوئی چیز ہوئی)

﴿وَهُم بِذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ هُمْ كَافِرُونَ﴾ [۲۱/الانبیآء:۳۶]

"اور یہی تو وہ ہیں جو کہ رحمٰن کے ذکر سے انکاری ہیں۔"

ان آیات سے واضح ہوا کہ کفار اسم پاک رحمن سے ناآشنا بھی تھے اور اسم ہذا سے نفور بھی۔ اب یہ ثابت ہو گیا کہ اسم رحمن وہ ہے جس سے اسلام ہی نے لوگوں کو واقف کیا۔ بیشک یہ اسلام ہی کے لیے موزوں وشایان تھا کہ اس دین میں اسم رحمن کا فیضان ہوتا۔

کیونکہ رحمن رحمت سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور رحمت ہی وہ دولت ہے جس کے دروازے اسلام نے پورے طور پر عالم و عالمیان کے لیے کھول دیئے ہیں۔ ہاں یہ رحمت ہی ہے جو میاں بیوی کے رشتے کو مضبوط کرتی ہے۔

① ﴿وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾ [۳۰/الروم:۲۱]

☆..... ہاں یہ رحمت ہی ہے جو اولاد کو والدین کے سامنے مؤدب فرمان پذیر بنادیتی ہے۔

② ﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾ [۱۷/الاسرآء:۲۴]

☆..... یہ رحمت ہی ہے کہ بعض بندوں کو بعض بندوں سے زیادہ مختص بنادیتی ہے۔

③ ﴿وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ﴾ [۲/البقرۃ:۱۰۵]

☆..... یہ رحمت ہی ہے جس کی قدر و قیمت دنیا کے جملہ ذخائر و دفائن سے بڑھ کر ہے۔

④ ﴿وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾ [۴۳/الزخرف:۳۲]

☆..... یہ رحمت ہی ہے جس کی معیت کا اختصاص اہل توحید کو ہے۔

⑤ ﴿اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ [۷/الاعراف:۵۶]

☆..... یہ رحمت ہی ہے جو مومنین کے لیے بشکل قرآن پاک ظہور میں آئی ہے۔

⑥ ﴿وَاِنَّهٗ لَهُدًی وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ﴾ [۲۷/النمل ۷۷]

☆..... یہ رحمت ہی ہے کہ خواجۂ ہر دوسرا محمد مصطفیٰ ﷺ کے عنصر لطیف میں مدغم ہو کر عالم و عالمیں کے لیے جلوہ گر ہوئی ہے۔

⑦ ﴿وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ [۲۱/الانبیاء:۱۰۷]

☆..... یہ رحمت ہی ہے کہ علم الٰہی کی طرح ہر شے پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔

⑧ ﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا﴾ [۴۰/الغافر:۷]

☆..... یہ رحمت ہی ہے جسے مالک الملک نے جس پر کسی شے کا کوئی وجوب عقلاً نقلاً نہیں ہے خود اپنی ذات پر لکھ لیا ہے۔

⑨ ﴿كَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ [۶/الانعام:۱۲]

آیات بالا کی وسعت معانی پر تدبر کرو۔ معلوم ہو جائے گا کہ انتظام عالم اسی رحمت سے ہے اور قوام سمٰوٰتِ والارض بھی اسی رحمت سے ہے۔ رَحْمٰن وہ ہے جس میں رحمت بدرجۂ اتم موجود ہے رَحْمٰن کے معنی ہی بتلاتے ہیں کہ یہ نام رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کے سوا اور کسی کا ہو ہی نہیں سکتا۔

مکاشفات یوحنا ۳ باب ۱۲ درس کے پڑھنے سے ہویدا ہے کہ نئے یروشلم اور اس پر اللہ کا نام لکھے ہوئے ہونے کی پیشگوئی سرور کائنات ﷺ کے ظہور سے چھ صدی پہلے بیان کی گئی تھی نیا یروشلم یہی بیت اللہ ہے جسے نبی ﷺ کے انتخاب نے قبلہ ہونے کا شرف عطا فرمایا اور نیا نام یہی رَحْمٰن ہے جس کے جدید ہونے کی وجہ سے خود اہل زبان نے بھی اس سے اپنی ناواقفیت کا اظہار کیا۔ ہاں اس میں رازِ عظیم مخفی تھا کہ اسم رَحْمٰن کا ظہور اسلام ہی میں ہوا اور یہی دین رحمت کاملہ کا مظہر ہے۔ اس اسم کو الٰہی سے ظہور میں لانے والے بھی خود رحمت مجسم ﷺ ہوں یہی اسم بتلاتا ہے کہ اسلام کی بنیاد رحمت پر ہے۔ یہی اسم بتاتا ہے کہ

اسلام کی آسمانی کتاب سراپا ہدایت ہے۔

اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ کیا کسی اور مذہب کے پاس بھی ایسی خصوصیت ہیں؟

اس کا جواب ہمیشہ منفی رہے گا۔

رَحمٰن ..... کی ان اُن آیات میں نور بخش ہے۔ جس میں اس اسم پاک کا استعمال ہوا ہے۔ رحمٰن وہ ہے جو نوع انسانی کا محافظ ہے:

① ﴿مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ﴾ [۲۱/الانبیآ ۴۲]

☆ ..... رحمٰن وہ ہے جو زمین و آسمان اور مَا فِيْهَا کی صیانت مع ان کی خصوصیات طبعی کے فرماتا ہے۔

② ﴿مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ﴾ [۶۷/الملک ۱۹]

☆ ..... رحمٰن وہ ہے جو ہر ایک خائف و ترساں تک کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔

③ ﴿اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ﴾ [۱۹/مریم ۱۸]

☆ ..... یہ رحمٰن ہی ہے جسے عرش عظیم پر استوا حاصل ہے۔

④ ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ [۲۰/طٰہٰ ۵]

☆ ..... یہ رحمٰن ہی ہے جس کی پیدا کردہ مخلوق ہر ایک نقص طاعن سے مبرا ہے۔

⑤ ﴿مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ﴾ [۶۷/الملک ۳]

☆ ..... یہ رحمٰن ہی ہے جو بندوں کی استعانت فرماتا ہے۔

⑥ ﴿وَ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ﴾ [۲۱/الانبیآء ۱۱۲]

☆ ..... یہ رحمٰن ہی ہے جس کی خشیت و ادب کا ہمارے قلوب میں ہونا جزو ایمان ہے۔

⑦ ﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ﴾ [۵۰/قٓ ۳۳]

☆ ..... یہ رحمٰن ہی ہے۔ جو انسان کو پیدا کرتا ، اسے بولنا سکھلاتا اور معنی قرآن کا علم عطا کرتا ہے۔

⑧ ﴿اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ

الْبَيَانَ○﴾ [۵۵/الرحمٰن:۱۔۴]

☆..... یہ رحمٰن ہی ہے جس کے سامنے تمام مخلوق کی حیثیت ایک غلام، ایک بندہ، ایک مرزوق، ایک مرطوب ہے۔

⑨ ﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾ [۱۹/مریم:۹۳]

''یہ رَحْمٰن ہی ہے کہ اس کے ہاں عاجز بندوں کے لیے محبت ووداد کا لاانتہا خزانہ موجود ہے۔''

⑩ ﴿سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا○﴾ [۱۹/مریم:۹۶]

یہ لازم ہے کہ اسم رَحْمٰن کے ساتھ اس کی اپنی خصوصیات سے قلب مسرور، زبان ذاکر، آنکھیں محظوظ اور دماغ مملو ہے۔

اگر اس اسم سے تخلق کی آرزو ہو تو ضروری ہے کہ ہمدردی عامہ اور خیر خواہی تامہ کا خوگر بنے، دلسوزی وشفقت کا آئینہ ہو، تربیت ناقصاں اور تعلیم جاہلاں کو شیوہ بنائے اور اندریں باب دشمن ودوست سب کے لیے دروازہ کھلا رکھے اور اس طریق میں بھی ﴿وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ﴾ [۲۱/الانبیاء:۱۱۲] کی نصرت ورعایت کو شمع راہ سمجھے۔

اس قسم کے متعلق دعائے ذیل نہایت عجیب ہے:

((اَللّٰهُمَّ فَارِجَ الْهَمِّ كَاشِفَ الْغَمِّ مُجِيبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ رَحِيْمَهُمَا اَنْتَ تَرْحَمُنِيْ فَارْحَمْنِيْ بِرَحْمَةٍ تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ)) [1]

''اے اللہ! دل کے فکر کو دور کرنے والے غم کو کھول دینے والے۔ اے بے قراروں کی پکار کو سننے والے اور اے دنیا اور آخرت میں رحمت فرمانے والے اور ہر دو جہاں میں رحم کرنے والے، مجھ پر رحم تو تو ہی

---

[1] حاکم ج۱ص۵۱۵۔البزار ج۱۰ص۱۸۶۔

فرمائے گا۔ اس لیے تو ہی مجھ پر رحم فرما۔ ایسی رحمت کے ساتھ جو مجھے سب کی رحمت سے بے پروا بنا دے۔''

3 الرَّحِيْمُ

اَلرَّحِیْمُ..... رحم سے بنا ہے۔ یہ وہ نام ہے جو رحمٰن کے ساتھ بہت بڑا تعلق رکھتا ہے۔ رحم کا اطلاق عموماً درماندہ، بے کس، عاجز، ناتواں، مصیبت رسیدہ پر کیا جاتا ہے اور رحیم وہ ہے جو ایسے بندوں پر التفات کرنے والا، ان کی بگڑی ہوئی کو بنا دینے والا اور ٹوٹی ہوئی کو جوڑ دینے والا ہو۔

ابوداؤد و ترمذی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ)) [1]

خواجہ حالی مرحوم نے اسی کا ترجمہ اس شعر میں کیا ہے۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَ لَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا)) [2]

''جو کوئی چھوٹے پر رحم نہیں کرتا، جو بڑے کی توقیر نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔''

رحم کے مواقع استعمال معلوم کرنے کے لیے غور کرو کہ نوح علیہ السلام نافرمان پسر کو بلاتے ہیں، کشتی میں سوار ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ کہتا ہے میں تو پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور بچ رہوں گا۔ اس کے جواب میں نوح علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ﴾ [۱۱/ھود:۴۳]

---

[1] ترمذی: ابواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی رحمۃ الناس، رقم: ۱۹۲۴۔ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الرحمۃ، رقم: ۴۹۴۱۔

[2] ترمذی: ابواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی رحمۃ الصبیان، رقم: ۱۹۱۹۔ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الرحمۃ: ۴۹۴۳۔

''آج کوئی نہیں جو امر الٰہی سے کسی کو بچائے، ہاں اللہ ہی رحم فرمائے جس پر وہی بچ سکتا ہے۔''

یہ آیت بتلاتی ہے کہ غضب الٰہی سے نجات محال ہے۔ ایسے وقت میں صرف اسی کا رحم بچاؤ بن سکتا ہے۔

دوسری مثال امرأۃ العزیز کی ہے جس نے خواہشات نفسانی کا مطیع بن کر یوسف صدیق علیہ السلام جیسے پاکباز نبی پر جھوٹا الزام لگایا۔ جیل میں بھجوایا اور پھر کبھی بھی اس پر پشیمان نہ ہوئی۔

جب دربار شاہی میں تحقیقات ہوئی اور اس کے خلاف جملہ شہادت مکمل ہو گئی اور اسے اقبال جرم کے سوا اور کوئی راہ نہ سوجھی، تو جھٹ اقرار کر لیا۔

﴿وَ مَا أُبَرِّئُ نَفْسِي ۚ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ۚ﴾ [۱۲/یوسف:۵۳]

''میں اپنے آپ کو بری نہیں ٹھہراتی، نفس تو ضرور بدی پر آمادہ کرنے والا ہے ماسوائے اس کے جس پر میرا رب رحم کرے۔''

آیت بالا سے پتہ چلتا ہے کہ اخلاق رذیلہ سے رہائی اور تباہ کن رذائل سے خلاصی صرف تب ہی مل سکتی ہے، جب رحم ربانی دستگیری فرمائے۔ ورنہ انسان نفس امارہ کا غلام انسان، قوائے شہوانی وغضبانی کا غلام انسان، تو ہلاکت کے اس گڑھے میں گر رہا ہے جس کی گہرائی اتھاہ ہے اور جس کی ظلمت بے انتہا ہے۔

اسم پاک رَحِیْم کے معنی کا تعقل کرنے کے لیے دیکھو۔ اسے کلام پاک میں کن کن اسماء کے ساتھ استعمال فرمایا گیا ہے۔

① ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝﴾ [۱/الفاتحہ:۲] فرمایا گیا اور اس میں رحمت عامہ اور رحم خاصہ کا اظہار فرمایا گیا ہے۔''

② ﴿إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ﴾ [۴۹/الحجرات ۱۲] فرمایا اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ پشیمان بندہ کی التجا قبول فرمانا۔ اس کے گزشتہ اعمال سے درگزر کرنا از راہِ رحم ہے۔

③ ﴿إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ﴾ [۵۲/الطور:۲۸] فرمایا اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا برّ و احسان بلا کسی غرض یا بندہ کے کسی حق و استحقاق کے بغیر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا رحم بھی ہر ایک نفع ذاتی سے مبرا و برتر ہے۔

④ ﴿إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ [۲/البقرۃ:۱۴۳] یہاں بتلایا گیا ہے کہ رحم کا باعث وہ رافت و شفقت ہے جو ذات پاک میں بندوں کے ساتھ پورے جوش پر ہے۔

⑤ ﴿إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ﴾ [۱۱/ھود ۹۰] میرا رب تو رحم کرنے والا، پیار کرنے والا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ آپ کسی پر رحم کریں، مگر اس سے وداد (محبت) نہ کریں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اول رحم فرماتا ہے اور پھر بندہ کو اپنی وداد سے بھی مشرف کرتا ہے۔

⑥ ﴿وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ﴾ [۳۴/سبا:۲] یہ آیت بتلاتی ہے کہ غفران و رحم کا ظہور قوت و دوام کے ساتھ ہوتا ہے۔

⑦ ﴿سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ﴾ [۳۶/یٰس:۵۸] اس آیت سے آشکارا ہے کہ وہ سلامتی و آخرت میں مومنین کو ملنے والی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت و رحم کے تحت ہی ہوگی۔

⑧ ﴿هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ (۴۴/الدخان:۴۲) اس سے واضح ہوتا ہے کہ صفت رحم کا اجتماع عزت و قوت، غلبہ و شوکت کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ ایسی قدرت، ایسی سلطنت والا، جب رحم فرمائے تب واضح ہوتا ہے کہ رحم کسی بے چارگی و مجبوری اور مصلحت ملکی وغیرہ پر مبنی نہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صفتِ رحیمی کا ظہور صرف آخرت میں ہوگا۔ یہ درست نہیں۔ سورۂ نساء میں ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾ [۴/النساء:۲۹] سورۂ اسرائیل میں ہے: ﴿إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾ [۱۷/الاسراء:۶۶] سورۂ نساء میں ہے: ﴿لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا﴾

[۴/النساء : ۶۴] سورۂ احزاب میں ہے: ﴿ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۝﴾ [۳۳/الاحزاب ۴۳]

یہ وہ اسناد ہیں جو بتلاتی ہیں کہ اس عالم دنیا میں بھی ہمارے مولیٰ کا رحم ہی کارفرما ہے اور اس کے رحم کے بغیر کوئی انسان اس تباہی سے جو ہماری غفلت و نسیان اور خطا و عصیان کا نتیجہ ہے ہرگز ہرگز نہیں بچ سکتا۔

سورۂ اعراف و یوسف و انبیاء میں ﴿ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝﴾ [۱۲/یوسف ۹۲] بھی آیا ہے اور سورۂ مومنون میں ﴿ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ۝﴾ [۲۳/المومنون ۱۱۸] بھی۔

ہر دو کلمات کی فیض بخشی یہ ہے کہ رحم کا مادہ مخلوق میں بھی پایا جاتا ہے اور اس لیے وہ بھی رَاحِمْ کہلانے کا حق دار ہوتا ہے لیکن (۱) جو لزوم و دوام اسم رحیم میں ہے وہ رَاحِمْ میں کہاں۔ (۲) اگر اور کوئی رَاحِمْ ہے تو رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ، اَرْحَمْ اور خَيْر ہے یعنی فضیلت و خیریت رحم اس ذات پاک کی صفات میں ہیں۔ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ کا اسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مشہور دعا میں موجود ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ طائف سے واپسی کے بعد نماز تہجد کے وقت پڑھی تھی۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس پہاڑ پر تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں کے باشندوں نے یعنی حکمران سے لے کر ادنیٰ کسان تک نے حضور کو سب و شتم سے فگار اور سنگ و کلوخ سے مجروح بنایا تھا اور کوئی ایک بھی داخل اسلام نہیں ہوا تھا۔ ایسے دل شکن منظر اور صبر آزما موقعہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دل عرفان محبت سے پرنور اور عظمت و کبریائی سبحانی سے بھرپور تھا۔ لہٰذا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ کے سامنے ان الفاظ کے ساتھ ہاتھوں کو بلند فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُوْا ضُعْفَ قُوَّتِيْ وَ قِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَ هَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَ اَنْتَ رَبِّيْ اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ اِلٰى بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِيْ اَوْ اِلٰى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهٗ اَمْرِيْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ عَلَيَّ غَضَبُكَ فَلَا اُبَالِيْ وَ لٰكِنْ عَافِيَتُكَ هِيَ اَوْسَعُ لِيْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمٰتُ وَ

صَلَحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْ اَنْ يَنْزِلَ بِیْ غَضَبُکَ اَوْ يَحُلَّ عَلَیَّ سَخَطُکَ لَکَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی، لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ)) 1

''الٰہی! اپنی کمزوری بے سروسامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں۔ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ درماندہ، عاجزوں کا مالک تو ہی ہے مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے کیا بیگانہ ترش رو کے یا اُس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے ہاں جب مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس حالت کی ذرا پروا نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ تیری عافیت میرے لیے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و دین کے سب کام اس سے درست ہو جاتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر اترے یا تیری خفگی مجھ پر وارد ہو۔ مجھے تو صرف تیری ہی رضا درکار ہے اور تیری ہی خوشنودی کی ضرورت ہے نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔''

الفاظ دعا پر پورا پورا تدبر کرو کہ رحم کے معنی اور صفت رحیمیت کا مفہوم بخوبی سمجھ میں آ جائے۔ اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو خود اپنے اندر بھی رحم پیدا کرنا چاہیے۔ سینہ میں ایسا دل ہونا چاہیے جو کسی کی حالت پر پگھل جائے۔ دل میں ایسا درد ہونا چاہیے جو ناکس و درماندہ انسانوں کی حالت کا احساس کرتا ہو۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

④ اَلْمَلِکُ جل جلالہ

حدیث ترمذی میں اَلْمَلِکُ کو اسماء حسنیٰ میں شمار کیا گیا ہے۔ لغت میں ملک بادشاہ

---

1 رحمۃ للعالمین ص ۱۰۱۔ تاریخ طبری جلد اوّل ص ۱۱۴۳۔

کو کہتے ہیں۔ دنیا میں اور لوگ بھی مَلِک کہلاتے ہیں اور یہ نام رکھنا شرک بھی نہیں قرآن مجید میں بھی اس کا استعمال اور لوگوں کے لیے ہوا ہے۔

﴿ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴾ [۲۷/النمل:۳۴]

''بادشاہوں کا یہ حال ہے کہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے بگاڑ دیتے ہیں وہاں کے عزت والے باشندوں کو ذلیل کر دیا کرتے تھے اور ایسا ہی کرتے ہیں۔''

سورۂ یوسف میں بھی چہار مقامات پر یہ لفظ آیا ہے اور اس سے مراد بادشاہ مصر ہے۔

(ا) ﴿ قَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ ﴾ [۱۲/یوسف ۴۳]

(ب) ﴿ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ﴾ [۱۲/یوسف ۵۰،۵۴]

(ج) ﴿ نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ ﴾ [۱۲/یوسف ۷۲]

(د) ﴿ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ ﴾ [۱۲/یوسف ۷۶]

قرآن مجید پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے المَلِک کا اطلاق بحالت مضاف ہوا ہے۔ ﴿ مَلِكِ النَّاسِ ﴾ [۱۱۴/الناس ۲] اسی کا اسم ہے۔ اس کے معنی ہیں کل بنی نوع انسان کا بادشاہ۔ یہ ظاہر ہے کہ جملہ انواع انسانی کی حکومت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو بھی حاصل نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ [1]

---

[1] یہ بات عوام میں مشہور ہے کہ نمرود اور بخت نصر دو کافر ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے کل دنیا پر حکومت کی۔ اور ذوالقرنین، سلیمان علیہما السلام دو مومن بھی ایسے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان چاروں میں سے کوئی کل دنیا کا حکمران نہ تھا۔ نمرود سلطنت بابل کا بادشاہ تھا۔ افریقہ و یورپ، عرب، چین، ترکستان، روس کبھی اس کے علاقہ میں نہ تھے۔ بخت نصر تو سلطنت ایران کے ماتحت تھا۔ ذوالقرنین کی حکومت کے حدود خود قرآن پاک میں موجود ہیں اور ان حدود سے دنیا کا بہت بڑا حصہ باہر رہ جاتا ہے غور کرو کہ اس کے تینوں سفروں میں سمندر کا ذکر نہیں آتا اس لیے بحر اور ماوراء البحار ان حدود سے باہر رہ جاتے ہیں۔ سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں فلسطین کا ملک تھا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

سورۂ طٰہٰ میں ﴿ اَللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ﴾ [۲۰/ طٰہٰ: ۱۱۴] فرمایا گیا اور ظاہر کیا گیا ہے کہ ملوک دنیا محض ظاہری معنی میں ملوک کہلائے جاتے ہیں۔ حقیقتہً کوئی ملک (بادشاہ) نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ اَلْمَلِكُ ہے اور اس کے ملک کے حدود یہ ہیں:

﴿وَ تَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ۚ ﴾ [۴۳/ الزخرف: ۸۵]

''بڑی برکتوں کے دینے والا وہ ہے کہ سارے آسمان اور تمام دنیا اور ان دونوں کے درمیان کی سب اجرام اور سب اشیاء اس کی سلطنت میں شامل و داخل ہیں۔''

لہٰذا اَلْمَلِكُ کو بطور اسم پاک پڑھنے والوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تو وہ بادشاہ ہے جو اَلْمَلِكُ الْحَقُّ کہلانے کا حق دار ہے، جسے اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ جاننا ضروری ہے جو عالم امر و عالمِ خلق کا واحد حکمران ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مالک اور ملک میں فرق ہے اور مَلِک زیادہ وسیع ہے۔ کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کسی قطعہ اراضی کا مالک تو ہو مگر اس پر حکمران نہ ہو۔ مگر مَلِک کے لیے صفتِ حکمرانی کا ہونا ضروری ہے۔ اگرچہ وہ اس قطعہ پر حقوق مالکانہ بھی رکھتا ہو جب ہم اَلْمَلِكُ کے لیے استحقاق فرمانروائی کو تسلیم کرتے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ چند ایسے اسماء حسنے اور بھی ہیں جو اسی صفت کی توضیح

بقیہ حاشیہ ..... قرآن مجید سے ظاہر ہے کہ ملک یمن اور وہاں کی آفتاب پرست ملکہ کی اطلاع ان کو ایک سفر میں گئی تھی۔ بالجملہ کو اگر تاریخ کی حیثیت سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے عہد میں اور بھی بادشاہ تھے۔ ان سے حضرت کی صلح تھی اور دوستانہ تھا مگر وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے باجگزار تھے۔ مشرق قدیم کی تاریخوں میں ایران کو دنیا کی شہنشاہی بتایا گیا ہے۔ مگر ایران کے سامنے روما کی سلطنت ہمیشہ ہمسری کا دعویٰ کرتی رہی ہے اور اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ نہ کبھی ایران کو اور نہ کبھی روم کو ساری دنیا کی حکومت ملی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بحیثیت نبوت جو اقتدار جن و وحش پر تھا۔ وہ خارج از بحث ہے کیونکہ وہ حصہ نبوت تھا نہ حصہ حکومت۔ بایں ہمہ عرب اُن کے حیطۂ نبوت میں بھی داخل نہ تھا۔

میں وارد ہوئے ہیں۔ اَلْقَهَّارُ، اَلْخَافِضُ، اَلْحَكَمُ، اَلْعَدْلُ، اَلْمُنْتَقِمُ، اَلْمُقْسِطُ، اَلْمَانِعُ، اَلضَّارُّ، اَلنَّافِعُ یہ سب اسی جمال کے پرتو ہیں اور لوازم فرماں روائی کے آئینہ دار۔

ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ بادشاہ کی سلطنت میں بود و باش رکھتے ہیں۔ وہاں کے قوانین کی پابندی کو بھی لازم سمجھتے ہیں۔ نیز قانون سے لاعلمی ان کے لیے عدالت میں کوئی عذر معقول تصور نہیں کی جاتی اسی اصول پر شریعت مبنی ہے (جو قانون الٰہی ہے) اور اسی اصول پر شریعت سے لاعلمی کسی انسان کے لیے عذر نہ ٹھہری ﴿فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ﴾ ٦/الانعام ١٤٩ ''اللہ کی برہان کامل ہے۔''

اسم پاک اَلْمَلِكُ سے تعلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ خود کو ایک وفادار شہری، محب قانون اور مُحِبُّ الْمَلِكِ ہونے کا ثبوت دیں۔ جب لوگ اس نکتہ کو سمجھ جائیں گے تو آئین ربانی کا نفاذ کلی سارے ملک میں خود بخود ہو جائے گا۔

واضح ہو کہ سورۂ قمر میں ہے ﴿عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝﴾ ٥٤/القمر ٥٥ مَلِيْك بھی بمعنی المَلِك ہے مگر یہ نام حدیث ترمذی میں نہیں آیا۔

⑤ اَلْقُدُّوْسُ جل جلالہ

قُدُّوْس اسم ہے اور اس کا فعل باب نَصَرَ يَنْصُرُ سے آتا ہے۔ یہ تنزیہی نام ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ جملہ نقائص اور عیوب، ارجاس وادناس سے پاک و منزہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد از فراغت وتر ((سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ، سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ، سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ رَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ)) پڑھا کرتے تھے [1] تیسری دفعہ کے قدوس میں آواز کو زیادہ بلند

---

[1] نسائی کتاب قیام اللیل، باب التسبیح بعد الفراغ من الوتر، رقم ١٧٥١۔

اور طویل فرمایا کرتے تھے۔((سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ)) [1] بھی آیا ہے۔

((سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوسِ)) [2] کے فرمودہ میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ((رَبُّ الْمَلٰئِکَةِ وَالرُّوحِ)) کے فرمانے میں حکمت یہ ہے کہ فرشتے بھی قدسی کہلاتے ہیں۔ جبرئیل کو بھی ((رُوْحُ الْقُدُسِ)) ''روح پاک'' کہتے ہیں لہٰذا ایک مسلم کو یہ اعتقاد کر لینا چاہیے کہ ذاتِ باری تعالیٰ کی تقدس کے معنی صرف اسی قدر نہیں ہیں کہ وہ لوازم بشریہ سے پاک و برتر ہے انہیں اللہ تعالیٰ کی قدوسیت یہ ہے کہ نوری ملائکہ اور پاک روح میں بھی جو نقائص ہیں وہ بھی اس کی ذات میں نہیں۔ روح اور ملائکہ کا مخلوق ہونا۔ ان کی آغاز کی ابتدا، ان کی انجام کی غایت ہی ایسے اوصاف ہیں جو ذات سبحانی میں نقص سمجھے جاتے ہیں اور وہ ان سے بھی بالاتر ہے۔

وہ لوازم حدوث اور نقصان امکان سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ وہ دریافت حس اور تصورِ خیال اور احاطۂ عقل سے بلند تر ہے۔ وراء الورا ثم وراء الورا۔

جو لوگ اسی اسم پاک سے تعلق پیدا کرنا چاہیں، انہیں مواظبت (ہمیشگی) وضو ضروری ہے اور لازم ہے کہ قابل نفرت عیوب اور قابل انکار نقائص سے خود کو دور رکھیں۔ افعال محمودہ اور اعمال صالحہ کی پابندی اختیار کریں اور بایں ہمہ اس نقص بشری کو جو شامل و لاحق بشریت ہے فراموش نہ کریں۔ جبریل کو روح القدس کہنا یا مسجد اقصیٰ کو بیت المقدس بنانا یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ اپنی صنف میں عفت و پاکیزگی سے تعلق خاص رکھتے ہیں۔

سَلَامٌ بطور اسم صرف اللہ جل شانہٗ کے لیے ہے۔ اس کے معنی سالم ہیں۔ یعنی وہ جو سلامتی میں کامل ہو۔ وہ جس کی سلامتی معرض خطر و زوال میں نہ ہو۔ وہ جو دوسروں کو

---

[1] ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب مایقول الرجل فی الرکوع وسجودہ، رقم ۸۷۲۔

[2] ابوداؤد، کتاب الوتر، باب فی الدعاء بعد الوتر، رقم ۱۴۳۰۔

سلامتی بخشتا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ ، تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ)) [1]

ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے حال میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے اُن کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کا سلام اور اپنا سلام پہنچایا تو انہوں نے جواب میں کہا:

((اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّلَامُ وَ مِنْہُ السَّلَامُ)) [2]

"یعنی اللہ پاک تو خود سلامتی کا مالک ہے اور ہم کو سلامتی اسی سے ملتی ہے۔"

سلام مصدر بھی ہے۔ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی سلام ملے گا:

﴿سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيمٍ ۝﴾ [۳۶/یٰس ۵۸] ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خٰلِدِينَ ۝﴾ [۳۹/الزمر ۷۳] "ملائکہ بھی اہل ایمان کو سلام کریں گے، سَلٰمٌ اہل ایمان آپس میں بھی سلام ہی کے تحفے بھیجا کریں گے ﴿وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلٰمٌ﴾ [۱۰/یونس ۱۰]۔ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو حقوق امت پر فرض کیے گئے ہیں۔ ان میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حق یہ بھی ہے کہ حضور پر کثرت سے صلوٰۃ و سلام پڑھا جائے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝﴾ [۳۳/الاحزاب ۵۶]

اسلام اس دین کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کا پسند کردہ اور برگزیدہ دین ہے۔ اس کا بھی قریبی تعلق سلام سے ہے۔ اسلام کے معنی گردن نہادن و اطاعت کردن (سر تسلیم خم کرتے ہوئے اطاعت کرنا) ہیں۔ اس مصدر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور دعا ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شب بستر پر لیٹ کر پڑھنے کے لیے تجویز فرمایا ہے:

---

[1] مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ، رقم ۱۳۳۴، ۱۳۳۵۔ ابوداود کتاب الوتر، باب مایقول الرجل اذا سلم، رقم ۱۵۱۲۔ [2] بخاری کتاب الاذان، باب التشہد، رقم ۸۳۱۔

((اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ وَ فَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ وَ وَجَّهْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ وَ اَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَ رَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَاَ وَ لَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَ نَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ)) [1]

''اے اللہ! میں اپنی جان تیرے سپرد کرتا ہوں، اپنا چہرہ تیری جانب کرتا ہوں۔ خود کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ تیری پناہ سے اپنی پیٹھ لگاتا ہوں۔ تیرے انعام کا امیدوار ہوں اور تیری ہیبت سے ترساں ہوں، تجھ سے تیرے سوا اور کہیں نہ ٹھکانہ ہے، نہ پناہ ہے۔ میرا ایمان ہے کتاب پر جو تو نے اتاری اور رسول پر جو تو نے بھیجا۔''

واضح ہو کہ قُدُّوس بھی تنزیہی اسم ہے اور سَلام بھی، فرق یہ ہے کہ قُدُّوس میں تنزیہہ ازلی ہے اور سَلام میں تنزیہہ لم یزلی۔

اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والے پر لازم ہے کہ ((اَفْشُوا السَّلَامَ)) کے حکم کی تعمیل کیا کرے۔ سامنے آ جانے والے اہل اسلام کو ((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ)) کے تحفہ سے شادکام کیا کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہمہ شان رسالت ادنٰی امتی کو خود پہلے سلام کر دیا کرتے اور فرمایا کرتے کہ ((وَخَيْرُهُمَا الَّذِيْ يَبْدَاُ بِالسَّلَامِ)) [2] جو کوئی سلام کرنے میں پہل کرتا ہے وہ ہی بہتر شخص ہوتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ باہمی سلام علیک سے محبت بڑھتی ہے اور غرور نفس زائل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنٰی میں سے ''مؤمن'' بھی ہے۔ اس کے معنی کی دو صورتیں ہیں:

---

[1] بخاری: کتاب الدعوات، باب ما یقول اذا نام، رقم ۶۳۱۳۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الدعاء عند النوم، رقم ۶۸۸۲۔

[2] بخاری، کتاب الادب، باب الہجرۃ، رقم ۶۰۷۷۔ ابوداود، کتاب الادب، باب فی ہجرۃ الرجل اخاہ، رقم ۴۹۱۱۔

اوّل: مؤمن، ایمان سے بنا ہے۔

(الف) اللہ تعالیٰ مؤمن ہے کہ بندہ کو ایمان عطا کرتا ہے۔

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ﴾ [۴۹/الحجرات:۷]

''اللہ ہی ہے جس نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے۔''

﴿اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ﴾ [۵۸/المجادلۃ:۲۲]

''یہ وہ ہیں جن کے دل میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے۔''

(ب) ہاں اللہ تعالیٰ کا نام مومن (ایمان سے) اس لیے بھی ہے کہ وہ خود بھی اپنی ذات پاک کی شہادت ادا کرتا ہے جیسا کہ یہ شہادت ہر ایک ایمان لانے والے بندہ کو بھی ادا کرنا ہوتی ہے فرمایا:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ﴾ [۳/آل عمران:۱۸]

''اللہ نے شہادت دی کہ وہی ہے جو معبود ہے اور اس کے سوا کوئی بھی الٰہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔''

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کا خود اپنی توحید و تفرید پر شہادت دینا اس لیے ہے کہ لفظ شہادت کے چہار معانی ہیں۔

(۱) مشہود کی صحت و ثبوت کا علم اور معرفت اور اعتقاد۔

(۲) اس صحت و ثبوت کا تکلم خواہ اپنے ہی دل میں ہو، خواہ اپنے ہی نفس سے ہو۔

(۳) اپنے سوا کسی دوسرے کو اپنے علم و اعتقاد کی اطلاع دینا۔

(۴) اس علم و اعتقاد کے مطابق خود لزوم کرنا، اور دوسرے کو ملتزم رہنے کی تاکید کرنا۔

دوم: اللہ تعالیٰ کا نام مومن۔ امن سے بنا ہے یعنی مومن وہ ہے، جو امن بخشتا ہے۔

① اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے بیت اللہ کو امن بنایا ہے:

﴿وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا﴾ [۲/البقرۃ:۱۲۵]

''ہم نے بیت اللہ لوگوں کے لیے پناہ اور امن کی جگہ بنایا ہے۔''

② اللہ تعالیٰ نے توحید کو قلوب کا امن بتلایا ہے:

﴿وَ كَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَ لَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝﴾ [۶/الانعام ۸۲،۸۱]

''میں تمہارے بتوں سے کیوں ڈروں۔ تم تو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہوئے بھی نہیں ڈرتے حالانکہ جواز شرک کی کوئی دلیل بھی کسی آسمانی کتاب میں نہیں۔ غور کرو اگر تم کو علم ہے تو بتلاؤ کہ ہر دو میں سے کون زیادہ امن کا حق دار ہے۔ ہاں ایمان والوں ہی کے لیے جو ایمان کو شرک کی آمیزش سے صاف رکھتے ہیں، امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہوتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے خلافت راشدہ کی علامات میں سے قیام امن کا بھی ذکر کیا ہے:

﴿وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾ [۲۴/النور:۵۵]

''ہم ان کے خوف کو امن سے بدل دیں گے۔''

☆..... یہ وہی امن ہے جو دماغ کو انتشار خیالات و توہمات سے اور دل کو ہجوم اوہام و وساوس سے اور روح کو اضطراب اندرونی سے بچا لیتا ہے وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِهَا

☆..... یہ وہی امن ہے جو جان و مال و حقوق عامہ کی حفاظت کرتا ہے، جو تبلیغ کی راہ سے سب رکاوٹوں کو دور کر دیتا ہے۔ جو ایمان میں داخل ہونے والوں کی پریشان خیالی کو دور کر دیتا ہے۔ ملکی امن کا ذکر عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں ہے۔ جسے امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں میں سے ایک یہ بھی فرمائی تھی کہ عدی رضی اللہ عنہ شاید تم کو اسلام

میں داخل ہونے سے یہ امر مانع ہے کہ ملک میں امن نہیں۔ تم عنقریب دیکھ لوگے کہ ایک بڑھیا قادسیہ سے اکیلی حج کے لیے چلے گی اور وہ اللہ کے سوا راہ میں کسی سے نہ ڈرے گی۔

عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عہد فاروقی میں اپنی آنکھوں سے ایسا ہی دیکھ لیا۔

الغرض اللہ تعالیٰ کا اسم پاک **مومن** ہے کیونکہ وہ ایمان عطا فرماتا ہے۔ وہ امن عطا کرتا ہے۔ اس کا نام فساد کو مٹانے والا ہے۔ اس کا نام دل کو آرام اور روح کو اطمینان دینے والا ہے۔ اس کا نام ملک کو بسانے والا۔ رعایا کو ٹکانے والا ہے۔ اس کا نام اجڑا وطن آباد کرنے والا ہے۔ جو لوگ اسم پاک سے تعلق پیدا کرنا چاہیں، انہیں مصلحت عامہ اور امن عامہ کا مددگار و معاون بننا چاہیے۔ انہیں فساد انگیز تحریکوں، گندی سازشوں سے الگ رہنا چاہیے۔ انہیں امن کے طریقے اور ایمان کے ضابطے معلوم کر کے ان پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

⑧ المُهَيْمِنُ جل جلالہ

یہ اسم **هَيْمَنَ الطَّائِرُ عَلَى فِرَاخِهِ** سے بنایا گیا ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ پرندے نے اپنے بچے کو پروں کے نیچے چھپالیا۔ اسی لیے محاورہ ہوا: "**هَيْمَنَ عَلَى كَذَا**۔" فلاں چیز کی نگہبانی کی۔

مُهَيْمِن میں میم دوم بالکسر ہے اور بالفتح بھی پڑھا گیا ہے۔ اس کے معنی ہیں: (۱) نگہبان (۲) وہ جو دوسرے کے خوف سے ہم کو مامون بنادے۔ (۳) وہ امین جو کسی کا حق ضائع نہ کرے۔ (۴) وہ جو ہر ایک خوف و خطر کو دور کردے۔

ان تمام صفات میں یہ باری تعالیٰ کا نام ہے۔

قاموس میں ہے کہ یہ اصل میں مَآمِن (بدو ہمزہ) تھا۔ ہمزہ دوم کو حرف یا سے اور ہمزہ اول کو حرف ھا سے بدل لیا گیا ہے۔ مُهَيْمِن ہو گیا۔

سورۂ مائدہ میں قرآن مجید کا نام مُهَيْمِن فرمایا گیا ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ

الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ﴾ [۵/المائدة:۴۸]

یہاں یہ معنی ہیں کہ قرآن مجید اپنے سے پہلی کتابوں کے مضامین کا نگہبان ہے۔ یعنی جملہ کتب سابقہ کی تعلیم کا جامع اور محافظ یہ قرآن ہے۔

☆..... یہ قرآن توراۃ جیسی اور اس سے بڑھ کر شریعت بھی رکھتا ہے۔

☆..... انجیل کے برابر، اور اس سے مکمل تر فضل بھی پیش کرتا ہے۔

☆..... وہ زبور جیسی دلچسپ اور اس سے بھی زیادہ عرفان بخش ادعیہ کا خزانہ ہے۔

☆..... یسعیاہ و دانیال کی کتابوں سے بڑھ کر اس نے اخبار عن الغیب کیا ہے اور ان سب معانی سے یہ کتاب مُهَيْمِنٌ بن گئی ہے۔ یہ اسم پاک یکے از اسمائے حسنیٰ ہونے میں سلام و مومن کی تاثرات کا جامع ہے۔

مُهَيْمِنٌ قَائِمٌ عَلَى الْخَلْقِ کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ ایک صحابی کا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدح میں یہ شعر ہے:

اَلَا اِنَّ خَيْرَ النَّاسِ بَعْدَ نَبِيِّنَا مُهَيْمِنُهُ التَّالِيْهِ فِي الْعُرْفِ وَالنُّكْرِ

مہیمن بمعنی اعلیٰ ۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قصیدہ نعتیہ کا شعر ہے۔

حَتّٰى احْتَوٰى بَيْتُكَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ خِنْدِفٍ [1] عَلْيَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ

⑨ اَلْعَزِيْزُ جل جلالہ

یہ اسم عزت سے بنایا گیا ہے۔ عزت کے معنی ارجمندی، قوت و شوکت اور غلبہ کے ہیں اور عزیز وہ ہے جس میں صفات بالا بدرجہ اتم پائی جائیں۔ کفار نے ایک دیوی کا نام عُزّٰی رکھ چھوڑا تھا۔ یہ نام بھی عزیز ہی کا (یا اَعَزُّ کا) مؤنث ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب جزیرۃ العرب سے سارے اصنام اور لقص الاصنام نابود ہو چکے ہیں۔

﴿جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ

[1] خندف ایک خاتون کا نام ہے۔ قریش اس کی اولاد ہیں۔

زَهُوقًا﴾ [۱۷/الاسراء:۸۱]

"حق آیا اور باطل ناپید ہو گیا۔ باطل نے ناپید ہی ہونا تھا۔"

اہل دنیا نے زر و مال، جمعیت و تعداد کی کثرت کا نام عزت رکھ چھوڑا ہے۔ یہ وہ بت ہے، جو اہل دنیا کا سب سے زیادہ پیارا ہے۔ وہ اسی پر جان و ایمان کو خوشی سے قربان کر دیتے ہیں۔ مدینہ میں ابن ابی بن سلول منافقین کا سردار تھا۔ اس نے ایک موقعہ پر اپنے آپ کو اعزّ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی گندی زبان سے اَذَلّ بتلایا تھا اور کہا تھا:

﴿لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾ [۶۳/المنافقون:۸]

"عزت والا اس ذلت والے کو مدینہ سے نکال دے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ﴾ [۶۳/المنافقون:۸]

"عزت اللہ اور رسول کے لیے ہے۔"

نیز بتلایا ہے:

﴿اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾ [۴/النساء:۱۳۹]

"کیا اہل دنیا ایسے منافقین کے پاس عزت کی تلاش میں ہیں۔ انہیں معلوم کر لینا چاہیے کہ عزت اور اس کی جمیع اقسام اللہ ہی کے قبضہ میں ہیں۔"

زمانہ شاہد ہے کہ وہ منافق اپنے فرزند عبداللہ اور الصادق کے ہاتھوں سے ایسا ذلیل ہوا کہ سب لوگ اسے خرد روحل کہتے تھے۔ وہ بزرگی وارجمندی اور قوت و شوکت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا فرمائی۔ اس کی مثال پیش کرنے سے مادی دنیا بالکل عاجز ہے ہزاروں بادشاہ، لاکھوں اولیاء اس در دولت پر گدا ہونا، اپنی انتہائی عزت سمجھتے ہیں۔

((صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى اَعَزِّ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ.))

قرآن کریم پر غور کرو کہ اس اسم عزیز کو کن اسماء کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔

۲۴ مقامات پر عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ فرمایا ہے اور ۵ مقامات پر عَزِیْزٌ رَّحِیْم اور ۲ مقامات پر عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ ۳ مقامات پر عَزِیْزٌ غَفَّار ایک جگہ پر عَزِیْزٍ مُقْتَدِرٍ ۲ مقامات پر قَوِیٌّ عَزِیْز ایک جگہ عَزِیْزٌ وَهَّاب ۴ دفعہ عَزِیْزٌ الْحَلِیْم ۲ دفعہ عَزِیْزِ الْحَمِیْد فرمایا ہے۔

ان جملہ آیات پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ مالک جسے ساری مخلوق پر غلبہ تام اور اقتدار کامل حاصل ہے۔ وہ اپنی اقتدار و قدرت کا استعمال حکمت اور رحم غفران اور علم، حمد اور رحم کے ساتھ فرماتا ہے۔ یہ سبق ہے ان لوگوں کے لیے جن کو دنیائے فانی میں چند روز محدود غلبہ کسی مقام یا اشخاص پر حاصل ہو گیا ہو کہ وہ بھی اپنے اختیارات کا استعمال علم صحیح کے بعد اول عفو رحم اور پھر دانائی و حکمت کے ساتھ کیا کریں۔ اس اسم سے تخلق کا یہی طریق ہے۔ نیز اہل ایمان کو لازم ہے کہ عزت مزعومہ کی تلاش میں عزت ایمانی کو خیر باد۔

⑩ اَلْجَبَّارُ جل جلالہ

جبر سے ہے۔ جبر کے معنی درستی ہے اور اس کے مقابلہ میں لفظ کسر آتا ہے۔ جس کے معنی شکستگی کے ہیں۔

جب کسی انسان کا نام جَبَّار ہوتا ہے تو اس کی وجہ تسمیہ اور ہوتی ہے۔ وہ جبار النخل سے بنایا گیا ہے۔ یعنی جو کھجور اتنی بلند ہو کہ اس پر چڑھنے کا حوصلہ نہ ہو سکے۔ چونکہ سرکش، سنگ دل، بے رحم لوگ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں کہ اُن سے خلقِ خدا کو آزار و تنگی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا کرتا اور وہ کسی کا حق اپنے اوپر نہیں سمجھا کرتے۔ اس لیے وہ جَبَّار کہلانے کے سزاوار ہوتے ہیں۔ سورۂ ہود میں ہے۔ ﴿وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝﴾ [۱۱/ھود:۵۹] سورۂ ابراہیم میں ہے ﴿وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝﴾ [۱۴/ابراہیم: ۱۵] سورۂ مومن و مریم، قصص، مائدہ، شعراء میں بھی یہی لفظ ایسے سرکش انسانوں کے متعلق آیا ہے۔

سورۂ قٓ میں یہی لفظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منفی صفت میں واقع ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام جَبَّارُ ان معانی میں ہے کہ وہ ریڑھ کی ہڈی کی گرہوں کو پیوستگی دینے والا، شکستہ دل انسانوں

کو ڈھارس دینے والا۔ کشتی شکستگان کو ساحل پر پہنچانے والا۔ وہی دوائے دردمنداں ہے اور وہی مرہم شکستہ دلاں! ۔اس جبر سے جبروت بھی بنتا ہے جو جبر کا مبالغہ ہے۔ حصن حصین میں بحوالہ طبرانی اوسط درج ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

((سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَکُوْتِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْعَظَمَةِ)) [1]

اس اسم پاک سے تخلق کے لیے صفت ہمدردی وغمگساری پیدا کرنی ضروری ہے۔

(11) اَلْمُتَكَبِّرُ

کبر سے بنا ہے۔ کبر کے معنی رفعت، شرف، بزرگی ہیں۔ اہل دنیا کا نام مُتَکَبِّرٌ اس لیے بُرا ہے کہ ان میں درحقیقت رفعت وشرافت ذاتی ذرا نہیں ہوتی۔ اضافی اوصاف سے وہ جھوٹے غرور میں آ کر متکبر بن جاتے اور اپنی نوع کے دیگر انسانوں کو حقیر و ذلیل سمجھنے لگتے ہیں۔ ان جھوٹ کی بزرگی پر اترانے والوں کی علامت یہ ہے کہ ہر چند ان کی بات بات میں غرور تکبر بھرا ہوتا ہے لیکن اس پر کسی وقت اگر کوئی ان کو مُتَکَبِّرٌ کہہ دے تو اسے برا مناتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جسے حقیقۃً کبریائی حاصل ہے اور وہی ہے جو اپنی صفت میں خود کو متکبر کہہ سکتا ہے۔ اہل دنیا کی صفت میں یہ لفظ سورۂ مومن ونحل وزمر میں مستعمل ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت میں صرف ایک مقام یعنی سورۃ الحشر میں آیا ہے۔

مُتَکَبِّر جبکہ اسماء حسنیٰ میں سے ہے تو اس کے معنی یہ ہیں۔ وہ معبود جو اپنے علو و برتری میں سب سے اعلیٰ وارفع ہے، جو صفات ذمیمہ اور اخلاق رذیلہ سے برتر وبالا ہے۔

کبریائے ذاتی، استعلائے نفسی اور ہر ایک کبیر سے برتری نے اسی وصفی نام کو ذاتِ سبحانی پر صادق کر دیا ہے۔

---

[1] ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب ما یقول الرجل فی رکوعه وسجوده، رقم ۸۷۳، نسائی۔ کتاب الصلاۃ، باب الدعاء فی السجود، رقم ۱۱۳۳۔

اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والے کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ اہل دنیا میں سے جو مغرور و متکبر ہوں۔ ان کے سامنے آپ کو ذلیل و خوار نہ ہونے دے اور یہ بھی لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کو پیش نظر رکھتا ہوا، خود اپنے نفس کو متواضع بنائے، مساکین و فقراء سے نفرت نہ کرے۔

⑫ الخالق جل جلالہ

یہ اسم خلق سے بنا ہے اور خلق کے معنی تقدیر و اندازہ ہے۔ خالق وہ ہے جس نے ماہیات کا اندازہ اور ذوات کا تعین فرمایا۔ جو حقائق کو عدم سے وجود میں لایا۔

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ [۷/الاعراف ۵۴]

”اللہ تمہارا رب ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا۔“

﴿وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ﴾ [۲۱/الانبیاء:۳۳]

”وہ جس نے رات کو بنایا۔“

﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ﴾ [۶۷/الملک:۲]

”وہ جس نے موت و حیات کو پیدا کیا۔“

﴿خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا﴾ [۴۳/الزخرف:۱۲]

”جس نے سب کو جوڑا جوڑا بنایا۔“

﴿وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ﴾ [۳۶/یٰس:۷۹]

”وہ پیدائش کی ہر ایک حالت کا جاننے والا ہے۔“

آیات بالا پر غور کرو کہ مادی و غیر مادی (ہر دو قسم) اشیا پر خلق کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ہاں خلق کا لفظ کسی مادی شے کو کسی شکل خاص میں تیار کرنے پر بھی آتا ہے۔

﴿اَنِّيْ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ﴾ [۳/آل عمران:۴۹]

”میں تمہارے لیے مٹی سے ایک پرندہ کی صورت سی بناتا ہوں۔“

اسی معنی کے لحاظ سے ﴿فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ﴾ ہے [۲۳/آل عمران:۳۹]
پس اللہ تعالیٰ احسن الخالقین بھی ہے اور خالق بھی ہے اور خلّاق بھی ہے۔ ہر سہ الفاظ اگرچہ ایک صفت خلق سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن ہر ایک میں جداگانہ کیفیت و خصوصیت موجود ہے۔

13 اَلْبَارِئُ جل جلالہ

بَرَاَللّٰهُ الْخَلْقَ بَرْءً اَوْبُرُوْئًا (باب نصر ینصر) سے ہے۔ اس کے معنی بھی پیدائش کرنے کے ہیں۔ مگر اسم لفظ باری خلق حیوانات کے لیے زیادہ مستعمل ہے اور عدم سے وجود میں لانے کے لیے بھی۔

قرآن مجید میں آتا ہے:

﴿فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ﴾ [۲/البقرۃ:۵۴]

''جس نے پیدا کیا اسی کی جانب رجوع بھی کرو۔''

14 اَلْمُصَوِّرُ جل جلالہ

صورت بنانے والا۔ فرمایا ﴿يُصَوِّرُكُمْ فِى الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ﴾ [۳/آل عمران ۶] ماں کے شکم میں بچہ بنانے والا جیسی صورت کہ اس نے چاہی۔ گورا، کالا، سانولا، سالم، ناقص، مرد، عورت وغیرہ وغیرہ۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب ترجمہ کیا ہے:

دہد نطفہ را صورتے چوں پری　　　که کرداست بر آب صورت گری

دنیا میں جو انسان مصور کہلاتے ہیں، وہ صورت بنانے والے نہیں ہوتے بلکہ صورت کی نقل اتارنے والے ہوتے ہیں۔ پھر وہ نقل بھی اصل سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ اگر انسان و حیوان یا شجر و حجر کا سایہ نمودار ہو جاتا ہے، تو سورج یا چراغ کی فضیلت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مصــــور ہے اور اس نے کروڑوں، اربوں، کھربوں صورتیں بنائی ہیں۔

باایں ہمہ ہر ایک صورت دوسرے سے بالکل الگ ہے۔ اس تفریق کو اول جنس میں، پھر نوع میں، پھر صنف میں، پھر افراد میں دیکھو کہ یہ تمام سلسلہ عجائب در عجائب امور پر مشتمل ہوگا۔

عالم جمادات کو لو! پتھر ایک جنس ہے اور اس کی قسم میں ہزاروں اقسام، سینکڑوں رنگ ہیں۔ ان کے ہزاروں خواص ہیں۔ ریتلی پتھری سے لے کر یاقوت، الماس، نیلم تک غور کرتے چلے جاؤ، یہ ایک ناپیدا کنار سلسلہ ہے۔ کوئلہ، نمک، مٹی کا تیل ہزاروں معدنیات ہیں۔

عالم نباتات کو لو، زمین پر پھیل جانے والی بوٹیاں، چھت پر چڑھ جانے والی بیلیں، زمین سے اوپر اٹھی ہوئی بوٹیاں، پودے، درخت کروڑوں اقسام کے ملیں گے۔ کوئی صرف سایہ دیتا ہے، کوئی پھل اور سایہ دونوں، کوئی عمارت کے کام میں بھی آتا ہے۔ ہر ایک کا پتہ، پھل، پھول، رنگت وغیرہ تاثیر بالکل الگ الگ ہے۔ تاثیرات کے لحاظ سے جڑ میں اثر اور ہے۔ پتہ میں اور اوپر کے حصے کی خاصیت اور ہے۔ اندر کے گودے کی اور میوہ میں خاصیت جدا ہے اور بیج میں جدا۔

عطر، گوند، عرق بھی انہی بوٹیوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ ایسا جنگل ہے، جس کی پوری سیر کوئی نہیں کر سکا۔

عالم حیوانات میں آؤ! انڈے دینے والے، بچہ دینے والے، زمین کے اندر گھسنے والے زمین کے اوپر بسنے والے، دریاؤں والے، چار پاؤں والے، گھاس کھانے والے، ماس کھانے والے، دودھ دینے والے، گوشت مہیا کرنے والے، بوجھ اٹھانے والے، سواری دینے والے، حملہ کرنے والے، مطیع ہو کر رہنے والے کروڑ ہا اقسام کے موجود ہیں۔ بہت سے ایسے حیوان ہیں جن سے آج تک انسانی تمدن نے فائدہ اٹھانا بھی نہیں سیکھا۔ انہی کی اقسام میں طیور بھی شامل ہیں اور وہ بھی اپنی رنگتوں، بولیوں اور پرواز کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ اپنی اپنی عادات واطوار میں دوسرے سے متمیز ہیں۔ پرواز کی شکلیں، گھونسلے بنانے کی

صورتیں جدا جدا ہیں۔

پھر عالم انسان کو لو۔ وہ سب تفاوت جو حیوانات میں تھی۔ ملک ملک کے باشندوں کی بناوٹ خط وخال وغیرہ میں موجود ہیں۔ انسانوں کے علوم الالسنہ ایک ایسی شے ہیں جس کی بابت یہ ضرب المثل صادق آتی ہے کہ ..... از علم لغت فرشتہ عاری است..... انسان کی قوتِ ایجاد واختراع اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ جملہ کائنات پر گویا اسی کو تصرف تام اور اقتدار کلی حاصل ہے۔

پھر روحانیت میں آؤ۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا ومافیہا سب کے سب ایک عالم صغیر تھے۔ عالم کبیر تو انسان کا قلب ہے۔ جہاں حقائق ومعارف کی نشو ونما ہوتی ہے۔ معانی تمثیل اختیار کرتے ہیں۔ تصورات کو درجۂ تصدیق ملتا ہے۔

یہ نہایت مختصر اشارات ہیں جو عوالم مسکونہ کے متعلق بیان کر دیے ہیں۔

کائنات الجو (فضائی دنیا) کو اگر بیان کرنا چاہیں اور بعد ازاں علم الافلاک کا ذکر کریں تو بیان اور بھی زیادہ طویل ودقیق ہو جائے۔ ایک طالب حق کے لیے تو اس مقام پر سمجھ لینا ہے کہ یہ سب کچھ اَلْخَالِقُ ، اَلْبَارِئُ، اَلْمُصَوِّرُ کی ادنیٰ قدرتوں کا بیان ہے۔

وہی ہے جو عدم کو وجود بخشتا ہے۔ وہی ہے جو جسم کو روح عطا کرتا ہے۔ وہی ہے جو سب کو اپنی اپنی شکل وصورت میں انفرادی وامتیازی شان بخشتا ہے۔

(15) اَلْغَفَّارُ جل جلالہ

غَفَر کے معنی چھپانا، ڈھانپ دینا ہے۔ غَفَرَ الْمَتَاعَ فِي الْوِعَاءِ کپڑے صندوق میں رکھ دیے۔ غَفَرَ الشَّيْبَ بِالْخِضَابِ سفید بالوں کو خضاب سے چھپا دینا ہے۔ چھپا دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ گندی، قابل نفرت چیز پر مٹی ڈال دیتے ہیں اور اللہ پاک ہماری آلودگیوں کو اپنی بخشش وبخشائش سے دور کر دیتا ہے۔

اسی مصدر سے غُفُوْرٌ بھی آتا ہے اور ﴿غَافِرِ الذَّنْبِ﴾ بھی [المؤمن ۴۰/ ۳] غفّار

قرآن مجید میں تین مقامات پر آیا ہے۔ سورۂ نوح، میں بحالت انفرادی ﴿اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ؐ﴾ [۷۱/نوح:۱۰] اور سورۂ زمر و مومن میں ﴿هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ﴾ [۳۹/الزمر:۵] فرمایا گیا ہے اور عزت وقوت، قدرت وشوکت کے ساتھ غفران کی شان اور بھی عالی ہو جاتی ہے۔

حدیث ترمذی میں غفور نمبر ۳۴ پر آئے گا مگر غَافِرِ الذَّنْبِ اس حدیث میں نہیں ہے ﴿وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ﴾ [۵۳/النجم:۳۲]. ﴿اَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝﴾ [۷۴/مدثر:۵۶] ﴿خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ ۝﴾ [۷/الاعراف:۱۵۵] بھی ایسے اسماء مرکبہ ہیں جو اسی مصدر سے قرآن مجید میں مستعمل ہوئے ہیں اور یہ سب غفران کے مراتب کو بحیثیت وسعت واہلیت وخیریت ظاہر کرنے والے ہیں۔

اس اسم سے تعلق کرنے والے کو لازم ہے کہ استغفار بکثرت پڑھا کرے۔ صحیح بخاری میں مندرجہ ذیل دعا کو سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَار فرمایا گیا ہے۔

((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَ اَنَا عَبْدُكَ وَ اَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَ وَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ)) [1]

''اے اللہ! تو میرا رب ہے۔ معبود تو ہے اور کوئی نہیں۔ تو نے ہی مجھے بنایا ہے۔ میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد اور وعدہ پر ہوں جتنا کہ مجھ سے ہو سکتا ہے اپنی کرتوتوں کی برائی سے میں تیری پناہ کا خواہاں ہوں۔ تیری نعمتیں جو مجھ پر ہیں مجھے ان کا اقرار ہے اور مجھے اپنے گناہوں کا بھی اقرار ہے تو مجھے بخش دے گناہوں کو تیرے سوا اور کوئی نہیں بخشتا۔''

---

[1] ابوداود: کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح رقم ۵۰۷۰۔ نسائی: کتاب الاستعاذۃ من شر ما صنع رقم ۵۵۲۴۔ بخاری کتاب الدعوات، باب افضل الاستغفار، رقم ۶۳۰۶۔

⑯ اَلْقَهَّارُ

قہر سے ہے۔ قہر کے معنی غلبہ کے ہیں۔ قَهَّار وہ ہے جو ہر ایک غالب سے غالب تر ہے۔ جو ہر ایک زبردست کو زیر رکھنے والا ہے۔ سورۂ انعام میں ہے:

﴿وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾ [٦/الانعام:١٨]

"وہ اپنے بندوں کے اوپر پورا غالب ہے۔"

سورۂ اعراف میں فرعون کی زبان سے ہے:

﴿وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُوْنَ۝﴾ [٧/الاعراف:١٢٧]

"ہم بنی اسرائیل پر پورا غلبہ رکھتے ہیں۔"

کسی انسان کا یہ دعویٰ کہ وہ کسی دوسرے انسان پر یا قوم پر یا ملک پر غلبۂ تام رکھتا ہے۔ اتنا ہی غلط ہے جتنا فرعون کا قول بنی اسرائیل کے مقابلہ میں تھا۔ ایسا دعویٰ تو ذلت و رسوائی اور ہلاکت و تباہی پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔

ہاں رب العالمین ہی کو یہ اسم لائق ہے جو ہماری روح، ہمارے جسم پر پورا غلبہ رکھتا ہے۔ ہمارا زمین پر چلنا پھرنا۔ آسمان کے تلے بے فکر رہنا سہنا محض اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اشیا سے ہم کو حق تمتع (فائدہ پکڑنا) دیا ہے۔ ورنہ وہی زمین ہم کو اپنا لقمہ بنا سکتی ہے اور وہی آسمان پر کاہ کی طرح ہم کو جلا سکتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو:

﴿اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۝﴾ [١٢/يوسف:٣٩]

"یا اکیلا اللہ جو سب پر حکمران ہے۔"

﴿وَ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۝﴾ [١٣/رعد:١٦]

"وہ تو ایک اور سب کا حاکم ہے۔"

﴿وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۝﴾ [٣٨/ص:٦٥]

"اللہ کے سوا جو ایک اور حاکم کل ہے اور تو کوئی بھی معبود نہیں۔"

﴿سُبۡحٰنَهٗؕ هُوَ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ۝﴾ [۳۹/الزمر:۴]

''وہ تو پاک ہے، وہی اللہ ہے جو یکتا اور حکمران کل ہے۔''

﴿وَ بَرَزُوۡا لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ۝﴾ [۱۴/ابراھیم:۴۸]

''سب کے سب اللہ کے سامنے جو یکتا اور سب کا حکمران ہے، حاضر ہوں گے۔''

﴿لِمَنِ الۡمُلۡكُ الۡيَوۡمَ ؕ لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ۝﴾ [۴۰/المومن ۱۶]

''آج بادشاہی کس کی ہے اللہ کی ہے جو واحد اور قہار ہے۔''

غور کرو کہ اسم قہار میں ایک نرالی شان اور جلالی شان ہے۔ وہ الوہیت و وحدانیت کے سوا اور کسی اسم کے ساتھ مستعمل نہیں ہوا۔ یہی اسم ہے جو بتلاتا ہے کہ وجود کو اعیان پر اور واجب الوجود کو امکان پر کس طرح غلبہ کلی حاصل ہے کہ کوئی شے، کوئی امر، کوئی زمان، کوئی مکان، اس کے غلبہ سے باہر نہیں۔ اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والوں کو عبادت، اطاعت اور خشیت اللہ تعالیٰ ہی کی کرنی واجب ہے۔

⑰ اَلْوَهَّابُ جل جلاله

وَهَبَ وَهْبًا سے ہے هبه و موهب بھی اسی مصدر سے ہیں۔ وَهَّاب کے معنی کثیر الهبه اور دائم العطا ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ هِبَه کی حقیقت وہ عطیہ ہے جو بلا کسی غرض و امید اور بلا کسی عوض کے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بادشاہ اور قوم نے اپنی حدود سے نکال دیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو اسماعیل و اسحاق علیہما السلام کا عطیہ دیا تو انہوں نے ان الفاظ میں شکریہ ادا کیا تھا:

﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ وَهَبَ لِیۡ عَلَی الۡكِبَرِ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ ؕ﴾ [۱۴/ابراھیم:۳۹]

''حمد اللہ کے لیے ہے جس نے بڑھاپے میں مجھے اسمٰعیل اور اسحٰق عطا کیے۔''

سورۃ الانعام و مریم وغیرہ میں بھی اسحٰق و یعقوب علیہما السلام کی ولادت کا ذکر ہے۔ وہاں بھی اسی لفظ کے ساتھ ہے۔

سورۃ ص میں ہے:

﴿ وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ ﴾ [۳۸/ص ۳۰]

''ہم نے داود علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام بخشا۔''

سورۃ انبیاء میں زکریا علیہ السلام کے ہاں پسر کی ولادت کا ذکر ہے۔

﴿ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ ﴾ [۲۱/الانبیاء ۹۰]

''ہم نے اسے یحیٰی عطا کیا۔''

سورۃ ص میں ہے کہ ایوب علیہ السلام کو جب دوسری بار اولاد و اموال عطا فرمایا تو اسے بھی ﴿ وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ ﴾ [۳۸/ص ۴۳] کے الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر ہارون علیہ السلام کو نبی بنایا تو ﴿ وَوَهَبْنَا لَهُ مِن رَّحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا ﴾ [۱۹/مریم ۵۳] ''ہم نے اپنی رحمت سے اس کے بھائی ہارون کو نبی بطور عطیہ دیا۔''

نبوت کو ہبۂ ربانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے بھی بیان کیا گیا ہے۔ ﴿ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا ﴾ [۲۶/الشعراء ۸۳]

ان آیات پر غور کرنے سے واضح ہوگا کہ اسم وَهَّاب کے ساتھ رحمت کا ذکر ضروری ہے، اور غور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ رب العالمین کی جملہ عطایا و نعم کا مدار اُس کی رحمت ہی پر ہے اور رحمت ہی سے صفت ''وہابیت'' کا ظہور ہوتا ہے۔

وہّاب وہ ہے کہ عطائے صوری و معنوی اور عطیات دنیوی و اُخروی کا مالک وہی ہے۔ یہی اسم ہے جو جتلاتا ہے کہ بندہ کے پاس اس کے گھر کی کوئی شے نہیں۔ جو کچھ ہے سب دادِ الٰہی اور جودِ نامتناہی (بے پناہ سخاوت و عطا) کا نتیجہ ہے۔

رزق کے معنی اکل وشرب کی اشیا، مال ومتاع وغیرہ ہیں۔ وہ سب چیزیں جن سے انسان متلذذ (لذت) اور حسی اور ذہنی انتفاع (فائدہ) حاصل کرتا ہے۔ رزق میں شامل ہیں۔

قرآن مجید کی سورۂ ذاریات میں ﴿هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ﴾ [الذاریات:۵۸] آیا ہے۔

اور المائدہ و حج اور مومنون و جمعہ میں ﴿خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ آیا ہے۔

بعض اوقات ماں باپ، حاکم، محسن، بادشاہ کو یہ گمان ہو جاتا ہے کہ وہ کسی بچہ یا شخص کو رزق دیا کرتے ہیں۔ اگر ان کو عارضی طور پر ان کے دعویٰ میں سچا سمجھ لیا جائے۔ تب بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رزق رسانی بدرجہ اتم واکمل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو دیکھو۔ کوئی روٹی کا بھوکا ہے کوئی گوشت کا، کوئی گھاس کا، کوئی ذوق وشوق کا، کوئی محبت کا، کوئی ذکر کا ہر ایک کو رزق پہنچانا اسی رزاقِ مطلق کا کام ہے۔

ایک غذا کے اندر معدہ، اعصاب، شرائین، جگر طحال، قلب و دماغ کے پرورش کرنے والے الگ الگ اجزاء ہیں اور ہر ایک عضو اپنی اپنی غذا کو چوس لیتا اور دوسرے عضو کا حصہ اس کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

ایک ہی جسم کے اندر رزق کی ایسی تقسیم رزاقِ مطلق کے سوا اور کون کر سکتا ہے؟ اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ بھوکوں کو روٹی کھلایا کرے اور رمضان شریف میں روزے کھلوایا کرے۔

فتح کے معنی لغت میں کشائش وکشودگی کے ہیں۔ کلید کو مفتاح اسی لیے کہتے ہیں۔

فتح کے معنی فیروزی بھی ہیں۔ اس چیز کا پہلا حصہ فواتح القرآن، قرآن مجید کی ابتدائی سورتیں، فاتحۃ الکتاب، (سورۃ الحمد شریف) فتوح موسم، بہار کی پہلی بارش۔

اب دیکھو کہ قرآن مجید اسے کن کن معانی میں استعمال کرتا ہے:

﴿ وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ ﴾ [۱۲/ یوسف۔۶۵]

"جب انھوں نے اپنا سامان کھولا"

﴿لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ﴾ [۷/ الاعراف۔۹۶]

"ہم نے ان پر آسمانی برکتوں کی افزونی کر دی"

﴿فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا﴾ [۲۶/ الشعراء:۱۱۸]

"مجھ میں اور ان میں فیصلہ کر دے"

﴿قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ﴾ [۳۲/ السجدہ:۲۹]

"کہہ دے کہ قیامت کے دن کافروں کو اس روز کا ایمان کچھ نفع نہ دے گا"

قیامت کو یَوْمَ الْفَتْحِ کہا۔ جس روز ساری حقیقت کھل جائے گی۔

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾ [۴۸/ الفتح:۱]

"ہم نے تجھے کھلی واضح فتح دی ہے، نصرت مبین فرمائی"

اب یہ غور کرو کہ فتاح جو اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اس کا استعمال اسم علیم کے ساتھ ہوا ہے۔

فتاح..... وہی ہے جو مشکلات مہمات کو کھول دیتا ہے۔

فتاح..... وہی ہے جو دل کو حق کے لیے کھول دیتا ہے۔

فتاح..... وہی ہے جو زبان پر علوم کو جاری فرما دیتا ہے۔

فتاح..... وہی ہے جو انکشاف علوم کے ساتھ آنکھوں کے پردے دور کر دیتا ہے۔

فتاح..... وہی ہے جو اہل حق و باطل کے درمیان فیصلہ فرماتا ہے۔

فَتَّاح ..... وہی ہے جو صادقین سے صدق کو ظاہر کرتا۔ کاذبین کی اصلیت کو سب پر کھول دیتا ہے۔

اہل ایمان کو اسی کی ذات مقدس سے کشائش ظاہری و باطنی کی امید رکھنی چاہیے۔

اس اسم کے ساتھ تعلق کا طریق یہ ہے کہ اہل حاجات کی اعانت میں ہمدردی کے ساتھ حصہ لیا کرے۔ اس اسم کے تحت یہ دعا یاد رکھنی چاہیے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فَوَاتِحَ الْخَیْرِ وَ خَوَاتِمَہٗ وَ جَوَامِعَہٗ وَ کَوَامِلَہٗ وَ اَوَّلَہٗ وَ اٰخِرَہٗ وَ ظَاھِرَہٗ وَ بَاطِنَہٗ وَالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی مِنَ الْجَنَّۃِ اٰمِیْنَ))

''یا اللہ! میں تجھ سے نیکی و بہبودی کی تمام قسمیں، شروع کی اور خاتمہ کی ہر طرح سے جامع، ہر طرح سے کامل، پہلی اور پچھلی، بیرونی اور اندرونی کا سوال کرتا ہوں۔ میں جنت کے درجات بلند کا بھی تجھ سے سوالی ہوں۔ اے اللہ یہ سب مجھے عطا فرما۔''

(20) اَلْعَلِیْمُ جل جلالہ

اللہ تعالیٰ کے نہایت مشہور اسماء میں سے ہے۔ علم سے علیم بنا ہے۔ روایت ترمذی میں تو علم سے مشتق صرف یہی نام آیا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے عالم بھی آیا ہے۔ ﴿وَ کُنَّا بِکُلِّ شَیْءٍ عٰلِمِیْنَ﴾ [1] [۲۱/الانبیآء:۸۱] اعلم بھی آیا ہے۔ ﴿اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ﴾ [2] [۶/الانعام:۱۲۴]

۱۵ مقامات دیگر میں بھی یہ اَعْلَمُ آیا ہے۔ قرآن مجید میں ﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ﴾ بھی آیا ہے اور ﴿عَلَّامُ الْغُیُوْبِ﴾ بھی۔

آیات ذیل پر غور کرو تا کہ اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کی صورت کے مختلف مدارج

---

[1] ہم ہر شے کو خوب جانتے ہیں۔ [2] اللہ خوب جانتا ہے۔ جہاں اپنی رسالت کو قائم کرتا ہے۔

معلوم کر سکیں:

① ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۝﴾ [۳/آل عمران:۱۱۹]

''اللہ سینے کی باتوں کو جانتا ہے۔''

② ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝﴾ [۱۶/النحل:۲۸]

''جو تم عمل کرتے ہو اللہ ان کا علم رکھتا ہے۔''

③ ﴿اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۝﴾ [۲/البقرۃ:۲۳۱]

''اللہ تو ہر شے کا جاننے والا ہے۔''

④ ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۝﴾ [۲/البقرۃ:۱۱۵]

''اللہ تو وسعت دینے والا، علم رکھنے والا ہے۔''

⑤ ﴿وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ۝ۙ﴾ [۳۶/یٰس:۷۹]

''وہ تو مخلوق کی پیدائش کی حالت کو جانتا ہے۔''

⑥ ﴿ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ۝ؕ﴾ [۳۶/یٰس:۳۸]

''یہ اندازہ ہے عزیز و علیم کا۔''

⑦ ﴿يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ﴾ [۱۱/ھود:۵]

''جو کچھ تم چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو۔ اللہ سب کو جانتا ہے۔''

⑧ ﴿يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ [۲۵/الفرقان:۶]

''آسمان کے راز کو جانتا ہے۔''

⑨ ﴿يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ﴾ [۱۳/الرعد:۴۲]

''ہر ایک شخص کے اعمال کا علم رکھتا ہے۔''

⑩ ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ﴾ [۳۴/سبا:۲]

''زمین میں آنے والی اشیا کو جانتا ہے۔''

⑪ ﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ﴾ [۴۰/المومن:۱۹]

"آنکھوں کی خیانت تک کا اسے علم ہے۔"

⑫ ﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى﴾ [۱۳/الرعد:۸]

"اللہ کو علم ہے کہ ہر ایک مادہ کے شکم میں کیا ہے۔"

⑬ ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا﴾ [۳۴/سبا:۲]

"جو کچھ زمین میں آتا ہے اور جو کچھ زمین سے نکلتا ہے۔ جو جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو جو کچھ آسمان کو چڑھتا ہے اللہ ان سب کو جانتا ہے۔"

⑭ ﴿عٰلِمِ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ لَا اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَا اَكْبَرُ﴾ [۳۴/سبا:۳]

"وہ غائب کو جاننے والا ہے۔ ذرہ کے وزن برابر چیز یا اس سے بڑی یا اس سے چھوٹی وہ آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو، اللہ سے چھپی ہوئی نہیں۔"

⑮ ﴿وَ لَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ [۴۴/الدخان:۳۲]

"ہم نے اپنے علم کی وجہ سے ان کو جملہ عالم پر پسند فرمایا۔"

⑯ ﴿وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ [۶/الانعام:۸۰]

"میرا رب علم سے ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔"

⑰ ﴿وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ [۷/الاعراف:۸۹]

"ہمارا رب علم سے ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔"

⑱ ﴿اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ [۴۶/الاحقاف:۲۳]

"علم تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔"

⑲ ﴿اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ﴾ [۱۱/ھود:۱۴]

''اللہ نے قرآن کو اپنے علم سے اتارا ہے۔''

⑳ ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ﴾ [۵۰/ق:۴]

''زمین مردہ اجسام میں جو کمی کرتی ہے اللہ کے علم میں ہے۔''

㉑ ﴿اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ﴾ [۴/النساء:۱۶۶]

''قرآن کا نزول علم الٰہی سے ہوا۔''

㉒ ﴿وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ﴾ [۱۲/یوسف:۶۸]

''یعقوب علیہ السلام صاحب علم تھا کیونکہ ہم نے اسے سکھلایا تھا۔''

㉓ ﴿وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ﴾ [۱۵/الحجر:۲۴]

''پہل کرنے والوں کو ہم جانتے ہیں۔''

㉔ ﴿وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ﴾ [۱۵/الحجر:۲۴]

''پیچھے رہ جانے والوں کو ہم جانتے ہیں''

㉕ ﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ﴾ [۱۰/یونس:۳۹]

''جسے ان کا علم احاطہ نہ کر سکا۔ انہوں نے اس کی تکذیب کر دی۔''

علم الٰہی کے متعلق ہم نے بست و پنج (۲۵) آیات کا انتخاب کیا ہے۔ علم الٰہی کے متعلق اور بہت آیات ہیں لیکن ان آیات پر تدبر کرنے سے ان کے مطالب پر بھی احتواء ہو سکتا ہے۔ (ان شاء اللہ)

علم الٰہی کے متعلق مبتدعہ فرقوں میں اختلافات شدید ہیں۔ اُن کے بیانات تضاد و تناقص سے مملو (بھرے پڑے) ہیں۔

یہ لوگ پہلے خود ایک اصطلاح مقرر کرتے ہیں۔ پھر اُن اصطلاحی الفاظ کی تائید و تشیید میں زور لگائے جاتے ہیں یا انہی پر عدل و توجیہہ کو مبنی بتایا جاتا ہے یا انہی پر رشد و ضلال کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔

کوئی شوخی سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں۔ کوئی اس سے بڑھ کر

کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مستقبل کا علم نہیں وغیرہ وغیرہ۔

کاش! عرفانِ الٰہی کو کلام الٰہی سے حاصل کرتے اور اتنے دور دراز چکر میں نہ پھنستے۔

یہ آیات بتلاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ دل وسینہ کی چھپی ہوئی باتوں (بھیدوں) کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اعمال انسانی کا علم ہے۔ وہ انسان کی دل اور آنکھ کی خیانت سے واقف ہے۔

زمین کے اندر کے راز، آسمانوں کے اوپر کے اسرار، سب اس کے علم میں ہیں۔ زمین سے اوپر کو اٹھنے والی چیزیں، اوپر سے نیچے نازل ہونے والی چیزیں، ذرہ ذرہ، قطرہ قطرہ اس کے علم میں ہے، ذرہ اور قطرہ کی بھی چھوٹی سے چھوٹی جسامت اس کے علم سے باہر نہیں۔ گزری ہوئی امتیں، آنے والی نسلیں، سب اس کے علم میں ہیں۔

جن پاک بزرگ ہستیوں کو نبوت ورسالت کے مناصب پر ممتاز فرمایا۔ وہ بھی علم الٰہی کا ثمر تھا۔ قرآن مجید بھی علم الٰہی سے نازل ہوا۔

قرآن مجید میں ان سینکڑوں پیشگوئیوں کو دیکھو جن میں ملک ملک اور قوم قوم کے عروج وزوال کی اطلاعات دی گئی ہیں اور وہ پیشگوئیاں پھر اپنے اپنے ملک اور اپنے زمانہ میں ٹھیک اسی طرح پوری ہوتی رہیں۔ نزول قرآن پاک کے بعد اُن میں سے سینکڑوں نے اپنے وقت پر پورا ہونا ہے۔

لوگ اہل علم کو دیکھتے ہیں لیکن اس علیم سے بے خبر رہتے ہیں جس نے علم کو پیدا کیا جس نے معلومات کو پیدا کیا۔ جس نے علم ومعلومات میں وابستگی دی، جس نے سوچنے والا دماغ، سمجھنے والا دل، سننے والے کان، بولنے والی زبان پیدا کی۔ یہی تو وہ آلات ہیں جن پر وجودِ علم کا انحصار ہے۔

اگر کوئی شخص معالم ومعارف حقائق ودقائق میں کوئی حصہ رکھتا ہے تو وہ ﴿لِمَا عَلَّمْتَنَا﴾ کی تحت میں ہے اور اگر کوئی شخص کسی غلطی یا جہل میں گرفتار رہے تو وہ ﴿لَمْ

﴿يُحِيطُونَ بِعِلْمِهِ﴾ کی تحت میں ہے۔

اگر کوئی شخص علم کا جویا ہے تو آستانِ علیم پر جبیں سائی کیا کرے اور اگر کوئی شخص جہل سے نفور ہے تو وہ اسی عالم الغیب والشہادۃ کے حضور میں دست دعا دراز کیا کرے۔

اگر تاریک کمرہ میں ایک دھنہ سوزن کے برابر بھی روزن ہے تو وہ بھی خورشید عالمتاب کی کرن سے روشن ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ایک صداقت طلب کے قلب کو منور کر دے گا۔ جب وہ شخص اپنے دل کو مالک کے علم کے سامنے پیش کر دے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَم.

(21) السَّمِيعُ جل جلاله

اللہ تعالیٰ کے نہایت مشہور اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

سَمِيع وہی ہے جو جملہ مسموعات کا سننے والا ہے۔

سَمِيع وہی ہے جو جملہ اصوات کا سننے والا ہے۔

سَمِيع وہی ہے جو جملہ اقوال والفاظ اور کلمات وعبادات کا سننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا﴾ [۵۸/المجادلۃ:۱]

''اللہ نے سن لی بات اُس عورت کی جو تجھ سے اپنے شوہر کی بابت جھگڑتی اور اللہ کی طرف (معاملہ) اٹھاتی تھی۔ اللہ تو تم دونوں کی بات چیت کو سن رہا تھا۔''

اس آیت میں الفاظ اور کلمات کی سماعت کا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا﴾ [۳/آل عمران:۱۸۱]

''اللہ نے اُن لوگوں کی بات سنی جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تو فقیر ہے اور ہم

غنی ہیں۔ ہم اُن کی کہی ہوئی بات لکھ لیں گے۔"

اس آیت میں بھی قول اور الفاظ کی سماعت موجود ہے۔

ہاں اللہ وہی ہے جو دعاؤں کا سننے والا ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝﴾ [۳/آل عمران:۳۸]. سورۂ ابراہیم میں ہے: ﴿اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝﴾ [۱۴/ابراہیم:۳۹]۔

قرآن مجید میں اسی اسم کا استعمال مندرجہ ذیل صورتوں میں ہوا ہے۔

چودہ مقامات پر عَلِیْم کے ساتھ یعنی سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور اَلسَّمِیْعُ الْعَلِیْم کی صورت میں اور پانچ مقامات پر اسم بَصِیْر کے ساتھ اور ایک مقام پر ﴿اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ۝﴾ [۳۴/سبا:۵۰] کے طور پر واقع ہوا ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ سَمِیْع بمعنی عَلِیْم یا بمعنی بَصِیْر نہیں ہے بلکہ ہر ایک اسم مستقل ہے اور اپنی خصوصیات کو جداگانہ لیے ہوئے ہے۔

بیشک یہ ضروری تھا کہ قرآن پاک ایسے اسماء کے استعمال کے ساتھ ساتھ شائبہ تشبیہ نہ پیدا ہونے دے۔ لہٰذا بندہ کی سماعت کی حقیقت اس طرح پر ظاہر فرما دی۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ﴾ [۲۳/المؤمنون:۷۸]

"تمہاری سمع و بصر اسی کی پیدا کردہ ہیں۔"

﴿اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ﴾ [۱۰/یونس:۳۱]

"تمہاری سمع و ابصار کا مالک بھی وہی ہے۔"

لہٰذا بندہ کی سماعت کو اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت سے کوئی نسبت باہمی نہیں۔ ہاں سمیع وہی ہے جو چرند و پرند و حوش و درندہ کی بھی سنتا ہے۔ سمیع وہی ہے کہ کروڑوں اصوات اور ہزاروں لاکھوں لغات اور لاتعداد معروضات اس کی سماعت میں خلل انداز نہیں ہو سکتے۔ وہ بے زبانوں کی بھی سنتا ہے اور سب بندوں کی ضروریات کو بھی نافذ فرماتا ہے۔

اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ مالک حقیقی کو اپنی معروضات کا

سننے والا یقین کر کے ہر وقت اسی سے عرض و معروض کا سلسلہ جاری رکھے۔ مطلب دنیا کا ہو یا دین کا، مادی ہو یا روحانی، ہر شے ہر چیز کا سوال اسی مالک سے کیا کرے۔

اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ پسند ہے جو اس سے مانگتا رہتا ہے، سوال کرتا رہتا ہے، اس کی جناب میں گڑگڑاتا رہتا ہے۔ اور وہ ایمان رکھتا ہے کہ میرا ایک ایک حرف حضور قدسی تک پہنچ رہا اور سمیع القدیر تک باریاب ہو رہا ہے۔

㉒ اَلْبَصِیْرُ جل جلالہ

بصر سے ہے، بصر اس قوت کو کہتے ہیں جو مشہودات کا ادراک کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو جملہ مبصرات و مدرکات و مشہودات کا ادراک حاصل ہے۔ ہاں اس کا بصیر ہونا صفت بصرؔ سے ہے۔ نہ صرف ادراک ہی سے۔

وہ الوان و اجسام، افعال و اعمال، ہیئات و اشکال کا دیکھنے والا ہے۔ ہر شے جس کا تعلق دید سے ہے وہ اسے دیکھنے والا ہے۔ آیات ذیل پر غور کرو:

① ﴿وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ﴾ [۳/ آل عمران: ۱۵، ۲۰]

''اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔''

② ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ [۸/ الانفال: ۳۹]

''اللہ بندوں کے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔''

③ ﴿اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ﴾ [۴۲/ الشوریٰ: ۲۷]

''اللہ ہر شے کو دیکھنے والا ہے۔''

یہ اسم قرآن پاک میں کہیں اسم سمیع کے ساتھ اور کہیں اسم خبیر کے ساتھ مستعمل ہوا ہے۔

☆ ... ہاں رب العالمین وہ ہے جس نے انسان کو بھی سمیع و بصیر بنایا: ﴿فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا﴾ [۷۶/ الدھر: ۲]

☆..... رب العالمین وہ ہے جس نے مخلوق کے لیے بصائر کو نازل فرمایا ہے:

﴿قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ [٦/الانعام:١٠٤]

''تمہارے رب کی طرف سے بصائر آ گئی ہیں۔''

☆..... رب العالمین وہ ہے کہ بصائر کو اس کا ادراک نہیں اور اسے ابصار کا ادراک حاصل ہے:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ﴾ [٦/الانعام:١٠٣]

''حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے وہ ابصار کا ادراک کر سکتا ہے۔''

☆..... رب العالمین وہ ہے جو ہماری سمع و بصر کا مالک ہے:

﴿أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ﴾ [١٠/یونس:٣١]

''شنوائی و بینائی کا مالک کون ہے۔''

☆..... رب العالمین وہ ہے جس نے کان کی ہڈی کو سننا، آنکھ کی چربی کو دیکھنا، زبان کے گوشت کو بولنا سکھایا ہے۔

☆..... رب العالمین وہ ہے کہ سمندروں کی گہرائیاں، رات کی تاریکیاں، اس کی دید کے مانع نہیں، دلوں کی حالتیں اور طبائع کے اطوار سب اس کی نظر کے سامنے ہیں۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بصیر یقین کرتا ہوا ایسے افعال کا ارتکاب نہ کرے، جسے کسی دیکھنے والے کے سامنے نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں اپنے قلب کو دے دے اور پھر دیکھے کہ دل اور معتقدات دل کس قدر محفوظ ہو گئے ہیں۔

(23) اَللَّطِيْفُ جَلَّ جَلَالُهُ

لطف سے ہے۔ لطف کے معنی گفتار و کردار میں نرمی اور مہربانی کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ لطیف ہے کیونکہ اس کے جملہ افعال و اقوال بندوں پر رفق و مدارا اور مہربانی و عنایت کے

ہیں، اسی کی لطف صوری اشیائے مادیہ،صور جمیلہ، ہیئات موزوں، اجسام لطیفہ، اجرام نورانیہ کی خوشنمائی تناسب، نورانیت، شفافی، موزونی اور رنگارنگی عطا کی ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ لطیف ہے، اسی کی لطف صوری نے اشیائے مادیہ، صور جمیلہ، ہیئات موزوں، اجسام لطیفہ اجرام نورانیہ کی خوشنمائی تناسب، نورانیت، شفافی، موزونی اور رنگارنگی عطا کی ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اُسی کے لطف علمی نے حکما و عقلاء، سالکین، شائقین، مجاہدین وعلماء راسخین، اولیا و اصفیا اور انبیا کو بقدر مراتب عرفان علمی عطا فرمایا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اسی کے لطف عملی نے صاحبان عقل کو معاش، معاملت و دوران کو منفعت، اہل شعور کو آگاہی، اہل تقویٰ کو بصیرت عطا فرمائی ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اُسی کے لطف باطنی نے نیک نفساں وصافی طینتاں، قانع مزاجاں اور آزاد طبع گروہ کو حظ وافر عطا فرمایا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اُسی کا لطف تکوینی موجودات کو فیضان وجود عطا کرتا اور عدم سے ہستی بخشتا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اسی کا لطف معنوی اشیاء مجردہ عقول ونفوس اور ملائکہ و انبیائے باطن کی تربیت فرماتا۔ صالحین پر اس لطیف نور کا پرتو ڈالتا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اسی کا لطف دنیوی امرا و سلاطین دنیا کو نصرت و کامرانی بخشتا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اسی کا لطف اُخروی اہل قرب سے معیت رکھتا ہے، اہل ایمان کو نجات اور اہل احسان کو بقا بدرجۂ اتم داکمل آخرت میں عطا فرمائے گا۔

(ب) لطیف کے معنی دانائے امور مخفیہ اور واقف دقائق عجیبہ بھی ہیں۔ ﴿اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَاءُ﴾ (۱۲/یوسف:۱۰۰) ﴿اَللّٰهُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِهٖ﴾ (۴۲/الشوریٰ:۱۹) انہی معنی میں ہے۔ قرآن مجید میں اسم خبیر کے ساتھ اس کا استعمال ہوا ہے۔

﴿وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ﴾ (۶۷/الملک ۱۴) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ﴾ (۳۱/لقمٰن ۱۶) معنی یہ ہیں کہ وہ اسرار جو لوگوں کے سینوں میں مخفی ہیں ان کو بھی جانتا ہے۔ وہ اخبار جو لوگوں کے درمیان اشاعت گرفتہ ہیں اُن سے بھی باخبر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی لطف و مہربانی جملہ امور میں ہماری ہادی و رہنما ہے۔ اسی سے توفیق خیر ملتی ہے۔ اس اسم کے ساتھ تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ بنی نوع کے ساتھ نرمی و مہربانی سے پیش آیا کریں اور جو کوئی شخص مصیبت کے وقت امداد چاہے اُس سے بقدر وسعت دریغ نہ کریں۔

24

خَبَر سے بھی خَبِیْر بنتا ہے اور خُبْرَت سے بھی۔

لہٰذا خبیر وہ ہے جو جملہ اخبار غیب و شہادت کی اطلاع پر حاوی ہے، جو دنیا و آخرت کے احوال کو جانتا ہے، جسے جملہ وقائع کی خبر ہے، جو دانائی و زیرکی کا مالک ہے۔

جب خَبِیْر کے ساتھ عَلِیْم کا اسم ہوتا ہے۔ تب علیم کا تعلق علم ذات سے ہوتا ہے اور خَبِیْر کا تعلق دوسرے افعال سے۔ قرآن مجید میں اس اسم کا اطلاق کہیں اسم بَصِیْر کے ساتھ، کہیں اسم عَلِیْم کے ساتھ اور کہیں اسم لَطِیْف کے ساتھ ہوا ہے۔ اور یہ جملہ اسماء اطلاع و خبر اور واقفیت و علم کے مختلف مدارج کو ظاہر کرتے ہیں۔

اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ خبرت و آگاہی حاصل کریں۔ مداومت (ہمیشگی) ذکر رکھیں۔ غرباء و مساکین کے احوال کی خبر لیتے رہیں۔

25

حلم کے معنی بُردباری، آہستگی اور عقل ہیں۔ آیت ﴿اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ﴾ [۵۲/الطور ۳۲] میں عقل و دانش ہی کے معنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ حَلِیْم ہے۔ یعنی تخیرات اعتبار یہ اس کی ذات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے۔ غضب اس کی رحمت پر غالب نہیں آ سکتا اور رحمت اس کی صفت غضب کے لیے مانع نہیں ہو سکتی۔

وہ مُعِزّ بھی ہے اور مُذِلّ بھی اور ہر دو اوصاف کے ساتھ غیر متغیر بھی۔

اللہ تعالیٰ حلیم ہے یعنی انتقام کے لیے جلدی نہیں کرتا۔ اور گناہ کی سزا میں رزق بند نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر قربانی فرماتے ہوئے ان کو حلیم فرمایا ہے۔ یعنی اسمٰعیل علیہ السلام میں اس قدر تمکین نفس اور وقار ذات تھا کہ جو سکون و اطمینان قلب اُن کو خبر قربانی کے سننے سے پیشتر حاصل تھا۔ وہی حالت ان کی قربانی بنائے جانے کی خبر سن لینے پر بھی قائم رہی، یہ دہشت ناک خبر اُن کے مزاج میں کوئی تغیر پیدا نہ کر سکی۔ قرآن مجید میں اسم حلیم مندرجہ ذیل اسماء کے ساتھ بیان ہوا ہے:

اسم غفور کے ساتھ	﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾	[۲/البقرۃ ۲۲۵]
اسم غنی کے ساتھ	﴿وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ﴾	[۲/البقرۃ ۲۶۳]
اسم علیم کے ساتھ	﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ﴾	[۲۲/الحج ۵۹]
اسم شکور کے ساتھ	﴿وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾	[۶۴/التغابن ۱۷]

ان اسماء حسنیٰ کے ساتھ اس اسم کی ترکیب یہ معنی پیدا کرتی ہے۔

غفران کے ساتھ حلم کا ہونا بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں کو جلد عذاب نہ دینا، اس لیے ہے کہ اس کی مغفرت بندہ کو توبہ کی مہلت عطا فرماتی ہے اور غنی کے ساتھ حلم کا ہونا بتلاتا ہے کہ رب العالمین کو ایذا دینے والے، شرک کرنے والے، کفر کرنے والے، اللہ کی نگاہ میں بالکل حقیر و ذلیل ہیں اور علم کے ساتھ حلم کا ہونا بردباری کی انتہا ہے۔

اور علیٰ ہٰذا شکور کے ساتھ حلیم کی ترکیب ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اعمال حسنہ کو قبول فرماتا، اور ان کو بڑھاتا، اور اعمال سیئہ کے کفارہ میں دیر و درنگ کرتا اور آہستگی کے ساتھ زمان مستقبل تک اصلاح کی مہلت عطا فرماتا ہے۔

اس اسم کے ساتھ تخلق کرنے والوں کو بردباری حاصل کرنی چاہیے۔ جب سنے کہ فلاں شخص اس کی غیبت کرتا، اس پر بہتان باندھتا ہے۔ تب سکون ووقار کے ساتھ رہے۔ قوتِ برداشت کو مضبوط بنائے اور منتظر رہے کہ زمانِ آئندہ میں رب العالمین اس کے کیا کیا نتائج پیدا کرے گا۔

26 العظیم جل جلالہ

عظمت سے ہے۔

اہل دنیا کی زبان میں لفظ عظمت کا اطلاق طول، عرض وعمق پر ہوتا ہے اور جب ابعادِ ثلثہ میں ایک شے کی بڑائی دوسری پر بیان کرنی ہو تب لفظ عظمت کا استعمال کیا جاتا ہے۔

﴿وَ لَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ﴾ [۲۷/النمل:۲۳]

''یعنی ملکہ سبا کا تخت لمبائی، چوڑائی، اونچائی میں بہت بڑا تھا۔''

﴿فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ﴾ [۲۶/الشعراء:۶۳]

''سمندر کے پانی کا ہر ایک ٹکڑا بڑے پہاڑ جیسا بن گیا تھا۔''

اس کے بعد معقولات ومجردات میں بھی لفظ عظمت کا استعمال ہوتا ہے:

﴿هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾ [۲۴/النور:۱۶]

''یہ بہتان بہت بڑا ہے۔''

﴿إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا﴾ [۱۷/الاسرآء:۴۰]

''تم بہت بڑی بات کہتے ہو۔''

﴿اعدّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾ [۳۳/ الاحزاب: ۳۵]

''اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔''

﴿وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا﴾ [۴/ النساء: ۱۱۳]

''اللہ کا فضل اپنے نبی پر بہت بڑا ہے۔''

اللہ تعالیٰ عظیم ہے کیونکہ اسے عظمت ذاتی حاصل ہے۔ وہ الوہیت کے مرتبۂ بزرگ کا مالک ہے۔

☆...... وہ ربُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْم ہے۔

☆...... وہ فضل عظیم کا مالک ہے۔

☆...... وہ قرآن عظیم کا اتارنے والا ہے۔

☆...... وہ بندوں کو کرب عظیم سے نجات دینے والا ہے۔

☆...... وہ نباء عظیم کو ظہور میں لانے والا ہے۔

☆...... وہ ملک عظیم کا عطا کرنے والا ہے۔

☆...... وہ فوز عظیم تک بندوں کو لے جانے والا ہے۔

☆...... وہ عظمت و کبریائی اور جبروت و ملکوت کا مالک ہے۔

☆...... اس کی عظمت کے سامنے ایک اعلیٰ سے اعلیٰ مخلوق کمتر از ذرہ ہے۔

مادیات کی بڑائی کو دل سے نکال دینا چاہیے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ﴾ [۵۶/ الواقعۃ: ۹۶]

''اپنے رب کی جو عظمت والا ہے کے نام کی تسبیح کیا کرو۔''

اس کی تعمیل میں رکوع میں ((سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم)) پڑھا جاتا ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے۔ جس نے تین بار یہ پڑھ لیا اس کا رکوع پورا ہو گیا۔ ((وَ ذٰلِکَ اَدْنَاہُ)) اور یہ تین بار کہنا، ادنیٰ شمار ہے۔ [1] زیادہ سے زیادہ فرض میں کتنا پڑھنا چاہیے اس کی بابت

[1] ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب مقدار الرکوع والسجود، رقم ۸۸۶۔

وضاحت کے ساتھ کوئی حکم نہیں ملتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک بار عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ درحمہ واسعہ کے پیچھے نماز پڑھی تھی اور ان کے رکوع وسجود کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ تر بتلایا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس نماز میں دس دس بار تسبیح ہم کہہ لیا کرتے تھے۔

اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والوں کو رب العالمین کے حضور میں خضوع وخشوع سے پیش ہونا چاہیے۔

(27) اَلْغَفُوْرُ جل جلالہ

لغوی معنی کا ذکر اسم احسن غفار پر کیا جا چکا ہے۔ غَفُوْر اور غَفَّار دونوں اسماء غفران سے بطور صیغہ مبالغہ مستعمل ہیں۔

معنی غَفَّار کا تعلق مغفور بندوں کی تعداد سے ہے۔ یعنی غفار وہ ہے جو حد سے افزوں تعداد کے گناہوں کو معاف کرے۔

اور غَفُوْر کے معنی میں مغفرت کا زائد از مقدار ہونا واضح ہوتا ہے۔ یعنی غفور وہ ہے جس کی عطا و بخشائش لا انتہا ہے۔

(ب) غافر وہ ہے جو بروز محشر گناہوں پر پردہ ڈال دے گا۔

اور غَفَّار وہ ہے جو، بندوں کے گناہوں کو ملائکہ کی بھی آنکھوں سے چھپائے اور وہ ہے جو بندوں کے دل سے بھی گناہوں کی یاد اور ان کا الم اور احساس و انفعال محو کر دے۔

قرآن مجید میں یہ اسم:

اسم رحیم کے ساتھ:	۷۵ دفعہ
اسم عزیز کے ساتھ:	۲ دفعہ
اسم عفو کے ساتھ:	۵ دفعہ
اسم شکور کے ساتھ:	۲ دفعہ

اسم حلیم کے ساتھ: ایک دفعہ

اسم وَدُوْد کے ساتھ: ایک دفعہ

صفت ذُوْالرَّحْمَۃ کے ساتھ: ایک دفعہ

مفرد: ۵ مرتبہ

کل: ۹۲ دفعہ آیا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی مغفرت اسی لیے بھی ہے کہ وہ عزت و بردباری والا ہے۔

- ...... اور اس لیے بھی کہ وہ شکر قبول کرتا ہے۔
- ...... اور اس لیے بھی کہ وہ سب سے محبت کرتا ہے۔
- ...... اور اس لیے بھی کہ وہ عاجز بندوں پر رحم کھاتا ہے۔
- ...... اور سب سے زیادہ وجہ یہی رحم شاہانہ ہے۔

اس اسم سے تخلق حاصل کرنے والے کو لازم ہے کہ اپنے بیشمار گناہوں کا تصور کرے اور پھر اللہ تعالیٰ کی مغفرت پر جو مقدار و تعداد اور اندازہ و شمار سے بڑھ کر ہے۔ یقین رکھے اور جان لے کہ غفران الٰہی سب کو مٹا دینے والا، پردہ ڈال دینے والا اور دھو دینے والا ہے۔ بندہ کا جتنا زیادہ مضبوط یقین غفران ربانی پر ہوگا اسی قدر زیادہ وہ غفران سے بہرہ یاب ہوگا۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ یہ اسم ارتکاب گناہاں کے لیے جرأت آموز مستقبل نہیں بلکہ آئندہ کے لیے شرم دلانے والا، گناہوں سے روکنے والا اور ماضی کو مزکی (پاکیزہ تر) کر دینے والا ہے۔

شکر سے ہے۔ شکر کے چند معانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکور ہونا ان سب معانی سے ہے۔

الف:۔ شکر کے معنی، مدح وثنا بیان کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ شکور ہے کیونکہ اس نے اپنی ذات کی خود مدح وثنا فرمائی ہے۔ اپنی صفاتِ عالیہ خود بیان فرمائی ہیں۔

ب:۔ شکر کے معنی کسی کام کا قبول کرنا اور کسی خدمت سے راضی ہو جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ شکور ہے۔ وہ بندوں کے اعمال صالحہ کو قبول فرماتا ہے اور ان کی عبادات وطاعات سے رضامند ہوتا ہے۔ سورۂ فاطر میں ہے:

﴿اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾ [۳۵/ فاطر:۳۰]

''وہ تو ضرور ہی غفور اور شکور ہے۔''

نیز اسی سورت میں ہے:

﴿اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾ [۳۵/ فاطر:۳۴]

''ہمارا رب گناہ بخشنے والا بھی ہے اور طاعات کو قبول کرنے والا بھی۔''

سورۂ تغابن میں ہے:

﴿وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ [۶۴/ التغابن:۱۷]

''یعنی وہ طاعات کو قبول کرتا گناہوں پر بردباری فرماتا ہے۔''

☆..... ہاں اللہ تعالیٰ شکور ہے کہ وہ اپنے عباد کو توفیق شکر دیتا ہے۔

☆..... ہاں اللہ تعالیٰ شکور ہے کہ وہ شکریہ شاکرین کو قبول فرماتا ہے۔

☆..... ہاں اللہ تعالیٰ شکور ہے کہ وہ شکر پر نعمت مزید اور ارزانی فرماتا ہے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ جو شخص ان کی خدمت کرے۔ اسے یہ شکر گزاری سے یاد رکھیں۔ ارباب حقوق کے حقوق تلف نہ کریں۔

(29) اَلْعَلِیُّ جل جلالہ

عُلُوّ سے ہے جس کے معنی بلندی، بزرگی، بلندی مرتبہ، کلانی اور توانائی ہیں علُوّ کے معنی غلبہ بھی ہے۔

عَلا النَّهار	دن چڑھ آیا۔
عَلا الدَّآبَّة	گھوڑے پر سوار ہو گیا۔
عَلا فِی الْمَكَارِم	خصائل بزرگ میں برتر ہو گیا۔
عَلا فِی الْاَرْضِ	ملک میں بزرگ منشی کرنے لگا۔ مغرور بن گیا۔
علا بِالْاَمْر	حکومت میں بڑھ گیا یا مستقل ہو گیا۔

☆..... اللہ تعالیٰ عَلِیّ ہے کہ وہ سب سے غالب اور توانا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ عَلِیّ ہے کہ علوانیت اور ارتفاع مرتبت اسی کو حاصل ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ عَلِیٌ ہے کہ وہ جملہ سفلیات وعلویات سے بالاتر ہے۔

قرآن مجید میں اس اسم کا استعمال اسم حکیم کے ساتھ بھی ہوا ہے:

﴿اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیْمٌ﴾ [۴۲/الشوریٰ:۵۱] ''بے شک وہ برتر حکمت والا ہے۔''

﴿لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ﴾ [۴۳/الزخرف:۴] ''وہ تو ضرور بالاتر اور حکمت والا ہے۔''

اور اسم کبیر کے ساتھ بھی:

﴿فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ﴾ [۴۰/المؤمن:۱۲]

''اللہ ہی کے لیے حکم ہے جو برتر اور بزرگ تر ہے۔''

اور اسم عظیم کے ساتھ بھی۔

﴿وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ﴾ [۲/البقرۃ:۲۵۵]

''وہ برتر اور عظمت والا ہے۔''

اور ان آیات سے مستفاد ہوتا ہے کہ عُلوِ ربانی، حکمت وکبریائی اور عظمت الٰہی کے ساتھ ہے بے شک عَلِیّ وہی ہے جو اپنے خاص برگزیدہ بندوں کے لیے برتریں تعریف کو دنیا میں قائم فرماتا ہے۔

﴿وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا﴾ [۱۹/مریم:۵۰]

''ہم نے ان کے لیے سچی اور برتر تعریف قائم کر دی۔''

بے شک عَلِیّ وہی ہے جس نے ادریس علیہ السلام کو مرتبت علیا پر ممتاز فرمایا تھا۔

﴿وَ رَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ [۱۹/ مریم:۵۷]

''ہم نے اسے بلند مقام پر اٹھایا۔''

بے شک علِیّ وہی ہے جس کا نام بلند ہے، جس کا حکم بلند ہے، جس کی شان بلند ہے:

﴿وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا﴾ [۹/ التوبہ:۴۰]

''اللہ ہی کا فرمان بزرگ و برتر ہے۔''

واضح ہو کہ اسی مادہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت اور عَلَمْ باسم اَعْلٰی بھی قرآن مجید میں ہے۔ گو اس حدیث ترمذی میں یہ عَلَمْ موجود نہیں۔

صفات کے متعلق دیکھو:

﴿وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى﴾ [۱۶/ النحل:۶۰]

''اللہ کے لیے برترین مثال ہے۔''

﴿وَ لَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى﴾ [۳۰/ الروم:۲۷]

''اللہ کے لیے مثال بھی سب سے برتر ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے لیے بطور عَلَمْ فرمایا ہے:

﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾ [۸۷/ الاعلیٰ:۱]

''رب کی جو سب سے برتر ہے، نام کی تسبیح کیا کرو۔''

﴿اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى﴾ [۹۲/ اللیل:۲۰]

''رب ہی کی ذات کی رضامندی کے لیے صدیق عمل کیا کرتا ہے۔''

جو بزرگ اس اسم سے تعلق پیدا کرنا چاہیں۔ ان کو علو ہمت پیدا کرنی چاہیے اور ہمیشہ ترقیات مراتب باطنی میں ساعی (کوشش کرتے) رہنا چاہیے۔

واضح ہو کہ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝﴾ [۸۷/الاعلیٰ:۱] کی تعمیل میں نماز پڑھنے والے کو حکم ہے کہ سجدہ میں ((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى)) پڑھا کرے۔ سنن ابوداؤد کا حوالہ اسم عظیم کے تحت لکھا گیا۔ اسی حدیث میں سجدہ کی بابت بھی یہی ہے کہ جس نے تین بار ((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى)) پڑھ لیا اس کا سجدہ پورا ہو گیا اور یہ ادنیٰ درجہ ہو گا۔ ❶

واضح ہو کہ رکوع و سجود میں پڑھنے کے اذکار اور بھی ہیں جو نہایت صحیح احادیث میں آتے ہیں۔ اس جگہ تیمنا و تبرکا صرف اس حدیث کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت سے صحیح مسلم میں ہے۔ رکوع میں پڑھا کرے:

((اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَ بِكَ اٰمَنْتُ وَ لَكَ اَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِيْ وَ بَصَرِيْ وَ مُخِّيْ وَعَظْمِيْ وَ عَصَبِيْ)) ❷

''یا اللہ! تجھے رکوع کرتا ہوں، تجھ پر ایمان لاتا ہوں، تیری فرماں برداری کرتا ہوں۔ میری شنوائی میری بینائی، میری ہڈیوں کا گودا، میرے پٹھے تیرے حضور میں جھکے ہوئے ہیں۔''

سجدہ میں پڑھا کرے:

((اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَ بِكَ اٰمَنْتُ وَ لَكَ اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِيْ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَ صَوَّرَهُ وَ شَقَّ سَمْعَهُ وَ بَصَرَهُ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ)) ❸

''یا اللہ میں تجھے سجدہ کرتا ہوں۔ تجھ پر ایمان لاتا ہوں۔ تیری فرمانبرداری کرتا ہوں۔ میرا چہرہ اسے سجدہ کرتا ہے جس نے اسے بنایا صورت

---

❶ ابوداؤد: کتاب الصلاۃ، باب مقدار الرکوع والسجود، رقم ۸۸۶۔

❷ مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ النبی ﷺ ودعائہ باللیل، رقم ۱۸۱۲، ابوداؤد: کتاب الصلاۃ، باب ما یستفتح بہ الصلاۃ من الدعاء، رقم ۷۶۰، ترمذی: ابواب الدعوات، رقم ۳۴۲۱، نسائی: کتاب التطبیق، رقم ۱۰۵۱، مسند احمد ۱/ ۹۵۔ ❸ مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ النبی ﷺ ودعائہ باللیل، رقم ۱۸۱۲۔

درست کی، کان اور آنکھیں چہرہ پر لگائیں۔ اللہ بڑی برکتوں والا ہے۔ سب سے بہتر صورت آفریں ہے۔"

(30) اَلْكَبِيْرُ جَلَّ جَلَالُهٗ

کِبْر سے ہے، اہل دنیا میں کبر کا استعمال کلانی سن وسال (عمر میں بڑا ہونا) کے متعلق بالتخصیص کیا کرتے ہیں۔ مطلقاً بزرگی و بزرگ منشی بھی اسی کے معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ زمان و مکان سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس کے اسم احسن میں مطلق بزرگی و عظمت کے معنی ہی مقصود ہیں۔

★ ...... اللہ تعالیٰ کبیر ہے اور جملہ موجودات زمانی و غیر زمانی پر اسے سبقت حاصل ہے۔

★ ...... اللہ تعالیٰ کبیر ہے اور اس کی کبریائی کے سامنے ہر ایک اکبر الکبیر ادنیٰ ترین صغیر ہے۔

★ ...... اللہ تعالیٰ کبیر ہے وہ کامل الصفات اور شامل الصفات ہے۔

★ ...... اللہ تعالیٰ کبیر ہے اور کبریائی اس کی رداء ہے۔

مر اورا رسد کبریا و منی کہ ملکش قدیم ست و ذاتش غنی

﴿وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۠﴾ [۴۵/ الجاثیہ: ۳۷]

"آسمانوں اور زمین میں اسی کو کبریائی حاصل ہے وہی عزت والا ہے، حکمت والا ہے۔"

★ ...... بے شک اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے جو آیات کبریٰ کا مالک ہے۔ وہ آیات کبریٰ کہ ان کی سیر اپنے حبیب و خلیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرائی تھی۔

★ ...... اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے جس کے حکم میں ﴿الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى﴾ [۷۹/ النزعات: ۳۴] ہے۔

★ ..... اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے جس کا اقتدار نار کبریٰ پر ہے۔

★ ..... اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے جو یوم کبیر میں اپنی کبریائی کا شکوہ دکھلائے گا۔

★ .... اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے جو اپنے عباد پر فضل کبیر بذل فرماتا جو مخلصین کو فوز کبیر تک پہنچاتا اور اہل طاعت کو اجر کبیر سے شادکام فرماتا ہے۔

★ ... اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے جو اہل ایمان کو نعیم اور ملک کبیر عطا فرمائے گا۔

قرآن مجید میں یہ اسم جن اسماء حسنیٰ کے ساتھ مستعمل ہوا ہے، وہ یہ ہیں:

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ﴾ [۱۳/الرعد ۹]

''غیب اور شہادت کا جاننے والا، کبر اور علو والا ''

﴿وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ [۲۲/الحج:۶۲ ..... ۳۱/لقمن ۳۰]

''بے شک اللہ ہی برتر اور بزرگ ہے۔''

﴿فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ﴾ [۴۰/المؤمن:۱۲]

''حکم اللہ ہی کا ہے جو بلند تر اور بزرگ تر ہے۔''

ان آیات پر غور کرو کہ کبریائی اور علو کو کس طرح شامل کر کے بیان فرمایا گیا ہے اور اس سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی کو سبقت زمانی یا عظمت ایجاد کے ساتھ نہ سمجھا جائے بلکہ وہ ان سب سے بالاتر ہے۔ خود ہی فرمادیا ہے:

﴿سُبْحَانَهُ وَ تَعَالٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا﴾ [۱۷/الاسراء:۴۳]

''یہ لوگ جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اقوال سے بلند نہایت بلند، بزرگ نہایت بزرگ ہے۔''

وہ ارجاس، ادناس سے پاک، عیوب ونقائص سے منزہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا تعلیم دی ہے:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ فِيْ عَيْنِيْ صَغِيْرًا وَّ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيْرًا))

''الٰہی! مجھے میری نگاہ میں چھوٹا بنائیو اور لوگوں کی نظروں میں مجھے بڑا رکھیو۔''

⑶1 الحفیظ جل جلالہ

حَفِیظ کے معنی نگہبانی اور یادداشت ہیں۔

اللہ تعالیٰ حَفِیظ ہے۔ موجودات کی حفاظت فرماتا۔ بلیات سے صیانت کرتا ہے۔ قوامِ عالم اسی کی نگہبانی سے قائم ہے اور نظامِ اعظم کا وہی ناظم ہے۔

بے ستون آسمان کو اسی نے ہوا پر معلق کیا اور پھر اپنی حفاظت میں لے رکھا ہے۔

بے بنیاد زمین کو اسی نے قائم اور اپنی نگہبانی میں رکھ چھوڑا ہے۔ ﴿وَ لَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا﴾ [۲/البقرۃ:۲۵۵] اس نگہبانی و حفاظت سے سستی و ماندگی کا اس پر ادنیٰ اثر نہیں۔ اس صیانت میں اسے کچھ دشواری نہیں۔

اللہ ہی حَفِیظ ہے جو ہمارے لئے حَفَظَۃ (وہ فرشتے جو بندہ کی حفاظت کرتے ہیں) مقرر فرماتا ہے۔

☆...... اللہ ہی حفیظ ہے جو شیطان مَارِد کی شرارتوں کو ناکام بناتا ہے۔

☆...... اللہ ہی حفیظ ہے کہ مومنہ عورتوں کی عصمت محفوظ ہے۔

☆...... اللہ ہی حفیظ ہے جو شیطان رجیم کی زد سے اہل ایمان کو بچاتا ہے۔

☆...... اللہ ہی حفیظ ہے جو کتاب حفیظ کا مالک ہے وہ کتاب جس میں جملہ تبدیلیوں تغیرات کی صحیح کیفیت موجود رہتی ہے۔

☆...... اللہ ہی حفیظ ہے جو ہر ایک اَوّاب و حفیظ کو یعنی حکموں کے نگاہ رکھنے سے بندوں کو اجر کریم عطا فرماتا ہے۔

☆...... اللہ ہی حفیظ ہے، اسی کی صفت اس آیت میں ہے:

﴿وَ رَبُّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ﴾ [۳۴/سبا:۲۱]

''تیرا رب ہر ایک شے کی حفاظت فرمانے والا ہے۔''

☆ ... اللہ ہی حفیظ ہے جس نے ہمارے سر پر سقفِ محفوظ (آسمان) کو بلند کیا ہے۔

☆ ... ہاں اسی حافظ ہے اور ﴿وَكُنَّا لَهُمْ حَافِظِينَ﴾ [۲۱/الانبیاء ۸۲] کی شان اسی کو حاصل ہے۔

☆ ..... ہاں اسی حافظ ہے۔ ﴿خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ [۱۲/یوسف ۶۴] اسی کی صفت ہے۔

اس اسم پاک سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حافظ حقیقی یقین کریں۔ حفاظت ظاہری کے جملہ استحکامات کو ہیچ و حقیر سمجھیں اور اللہ تعالیٰ ہی کو اپنی جان و مال و اولاد کا محافظ سمجھیں۔ اسی کی حفاظت میں اپنے قلب کو کر دیں۔ اسی کی حفاظت میں آ کر جملہ سیئات شیطانی و آفاتِ نفسانی سے کنارہ کش رہیں۔

(32) اَلْمُقِيْتُ جل جلالہ

مقیت کے معنی نگہبان و عطائے قوت میں توانائی رکھنے والا ہیں۔ انہی معنی میں یہ آیت ہے۔ ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا﴾ [۴/النساء ۸۵]

☆ ... مقیت قوت سے بھی ہے۔ قوت غذا کی اس مقدار کو کہتے ہیں جو جزو بدن ہو سکے اور قوت و صحت کے قیام کا ذریعہ بن سکے۔

☆ ... مقیت وہ ہے جو جملہ قوائے بدن کو توانائی دیتا ہے۔

☆ ... مقیت وہ ہے جو قوائے روحانی کو غذا بخشتا ہے۔

☆ ..... مقیت وہ ہے کہ نباتات و جمادات و حیوانات، جن و ملک اپنی اپنی طبعی ساخت اور اقتضائے فطرت کے مطابق اسی کی روزی سے پل رہے، بڑھ رہے، نشو و نما پا رہے ہیں۔

دماغ کی غذا، قلب کی غذا، روح کی غذا وہی مہیا کرتا ہے اور اسی کی غذا سے ان

سب کی تربیت وتقویت وتنویر ہوتی ہے۔

اس اسم سے تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ اپنے تمام اعضاء کی صحت ، طاقت جملہ قوائے کی بقا وقوت کا سوال اسی مالک سے کرے۔ اور التجا کیا کرے کہ اے میرے رب! میرے پروردگار! میرے اعضاء ، میرے قویٰ ، میرے حواس ، میرے مدرکات ، میری خدمات ، میری معلومات ، میرے مشاہدات کو تو ہی اپنی رحمت وطاقت سے بڑھاتا رہ ، تو ہی ان سب کی درستی وتوانائی کا سامان فرمایا کر۔

(33) الحسیب

(الف) حَسِیبَ کے معنی کفایت ہیں۔ محاورہ ہے ھٰذَا حَسْبُکَ مِنْ غَیْرِہٖ ''یہ تجھے غیر سے کفایت کر جائے گا''

اللہ تعالیٰ حَسِیْب ہے۔ اسی کی حفاظت کافی ہے۔ اسی کی پناہ کافی ہے ، وہی مہمات امور کے لیے کافی ہے۔ ﴿وَ مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ﴾ [۶۵/الطلاق ۳]

''جو اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ (اللہ) اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے''

اگر وہ انکار کریں تو کہہ دے کہ مجھے اللہ کافی ہے۔ وہی معبود ہے اور کوئی نہیں۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہی عرش بزرگ کا رب ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ دینے کا حکم ہوا ہے:

﴿قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ عَلَیْہِ یَتَوَکَّلُ الْمُتَوَکِّلُوْنَ﴾ [۳۹/الزمر ۳۸]

''کہہ دے اللہ میرے لئے کافی ہے اور اسی پر توکل والوں کو اعتماد کرنا چاہیے۔''

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ﴾ [۹/التوبۃ:۱۲۹]

''اگر یہ روگردانی کریں تو کہہ دے کہ اللہ مجھے کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی پر میرا اعتماد ہے۔ وہی بزرگ ترین عرش کا پروردگار ہے۔''

بیشک اَلْحَسِیْبُ وہی ہے کہ اعداء کے اجتماع اور خوف و دہشت کی حالت کو معلوم کر کے جب اہل ایمان نے پڑھا: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝﴾ [۳/آل عمران:۱۷۳]

''ہم کو اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔''

تب نعمت و افضال الٰہی نے ان کا ہاتھ پکڑا۔ رضوان الٰہی نے ان کی دستگیری کی اور فضل عظیم ان کے شامل حال ہو گیا۔ تخویف شیطانی کا اثر جاتا رہا اور صرف خوف خدا ہی اُن کی شمع راہ بنا رہا۔

(ب) حسیب کے معنی حساب کنندہ ہیں۔

انہی معنی میں ہے ﴿اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝﴾ [۵۵/الرحمٰن:۵] سورج اور چاند حساب کے اندر ہیں۔

☆..... ہاں اَلْحَسِیْبُ وہی ہے جو سریع الحساب بھی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ قیامت میں سب کا حساب کس طرح یکبارگی لیا جا سکے گا۔ انہوں نے فرمایا ((يُحَاسَبُوْنَ كَمَا يُرْزَقُوْنَ)) جس طرح یہاں دنیا میں تمام مخلوق کو یکبارگی رزق مل رہا ہے اسی طرح وہاں بھی سب کا حساب یکبارگی لیا جائے گا۔

☆..... اَلْحَسِیْبُ وہ ہے جو ﴿كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝﴾ [۱۷/الاسراء:۱۴] ''اے بندہ آج تو خود اپنے نفس کا حساب کرنے میں کافی ہے۔'' کا حکم جاری فرمائے گا۔

☆..... اَلْحَسِیْبُ وہ ہے جو ﴿جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۝﴾ [۷۸/النبا:۳۶] ''تیرے رب کی طرف سے جو جزا ملے گی وہ عطا ہو گیا اور وہ اندازہ باندازہ ہو گی۔'' کی شان میں متقین پر جود و نوال اور لطف و افضال کے دروازے کھول دے گا۔

اس اسم سے تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ رب العالمین سے حِسَابًا یَسِیْرًا کی درخواست کرتے رہیں۔ یَوْمُ الْحِسَاب پر یقین کو پختہ رکھ کر سمجھ لیں کہ ایک روز اس کتاب پر حساب دینا ہوگا، جس کی صفت یہ ہے:

﴿لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا﴾ [۱۸/ الکہف ۴۹]

''کوئی چھوٹی بڑی بات ایسی نہ ہوگی جو اس کتاب میں درج نہ ملے گی۔''

34 اَلْکَرِیْمُ جَلَّ جَلَالُہٗ

کرم سے ہے۔ کرم کے معنی عظمت، شرف، عزت اور جود و سخاوت ہیں۔ اہل زبان کریم کی صفت میں کہا کرتے ہیں کہ کریم وہ ہے کہ وعدہ کرے تو پورا کر دے۔ قدرت پا کر قصور معاف کر دے۔ عیب دیکھے اور پردہ پوشی کر دے۔ قصور معلوم کرے اور درگزر فرمائے۔

☆..... بے شک اللہ تعالیٰ جملہ معانی کے اعتبار سے کریم ہے۔ وہی کرامت حقیقی کا مالک ہے اور وہی صاحب جود و کرم ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ کریم ہے کیونکہ وہ رسول کریم کا بھیجنے والا ہے۔ ﴿وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ﴾ [۴۴/ الدخان ۱۷]

☆..... اللہ تعالیٰ کریم ہے کیونکہ وہ قرآن کریم کا اتارنے والا ہے۔ ﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ﴾ [۵۶/ الواقعہ ۷۷]

☆..... اللہ تعالیٰ کریم ہے کیونکہ وہ اجرِ کریم کا عطا فرمانے والا ہے۔ ﴿وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ﴾ [۵۷/ الحدید ۱۸]

☆..... اللہ تعالیٰ کریم ہے کہ مدخل کریم کا داخلہ اسی کے حکم میں ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ کریم ہے کہ رزق کریم کا ارزانی کنندہ وہی ہے۔

☆ ...... اللہ کریم ہے اور تمام مخلوق اس کی نوال و کرم سے بہرہ گر ہے۔

☆ .. . اللہ تعالیٰ کریم ہے کیونکہ جواد مطلق اور غنی بر حق وہی ہے۔ ﴿فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِيْمٌ﴾ [۲۷/النمل،۴۰]

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو اوصاف کریمانہ کے حصول میں سعی و کوشش کرنا ضروری ہے۔

35 اَلرَّقِیْبُ جل جلالہ

رقیب، نگہبان، نگرانی کنندہ کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو موجودات کی حراست فرماتا اور معلومات کی رقابت کرتا ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اَلرَّقِیْبُ کے معنی میں علم اور حفظ کی مجموعی صفت جمع ہوتی ہے۔

سورۂ احزاب میں ہے:

﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا﴾ [۳۳/الاحزاب،۵۲]

"اللہ پاک تو ہر چیز کا نگہبان ہے۔"

سورہ مائدۃ میں ہے:

﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ﴾ [۵/المآئدۃ ۱۱۷]

"جب تو نے مجھے ان لوگوں میں سے لے لیا تب تو خود ان کا نگہبان تھا۔"

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ اپنے خیالات و معاملات کو باری تعالیٰ کی نگرانی میں دیدے، نفس و شیطان سے محفوظ ہونے کا یہی آسان طریق ہے۔

36 اَلْقَرِیْبُ جل جلالہ

یہ اسم آیت ذیل سے لیا گیا ہے:

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ

اِذَا دَعَانِ﴾ [۲/البقرۃ:۱۸۶]

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ سے لوگ (میرے بندے) میری بابت سوال کرتے ہیں تو میں قریب ہوں اور جب پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو اس کی پکار (دعا) کو قبول کرتا ہوں۔''

تفسیر خازن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے کہ یہودانِ مدینہ نے یہ سوال کیا تھا کہ خدا تو عرش پر ہے اور عرش و فرش کے درمیان اتنے آسمانوں کا بُعد اور غلظت (دوری و موٹائی) حائل ہے۔ پھر خدا ہماری کیونکر سنتا ہے؟ تب ان کو اللہ عزوجل نے یہ جواب بھیجا تھا۔

بعض روایات میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض نے یہ سوال کیا تھا کہ کیا ہمارا رب ہم سے قریب ہے تاکہ آہستہ آہستہ اس سے مناجات کیا کریں۔ یا ہمارا رب ہم سے بعید ہے کہ ہم اسے زور زور سے پکارا کریں۔ تب یہ جواب اترا تھا۔

ایک صحیح حدیث میں بھی یہی اسم آیا ہے۔ صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر کو تشریف لے جا رہے تھے۔ لوگوں نے ایک وادی میں چڑھتے ہوئے اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تکبیر زور سے لگائی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ فَاِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا قَرِيْبًا)) [1]

''اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرہ گراں گوش کو یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو، تم تو سمیع وبصیر وقریب کو پکار رہے ہو۔''

آیت قرآنی میں قریب فرمایا اور اس کی تحت اجابت دعوت کا ذکر کیا۔ حدیث صحیح میں قریب فرمایا اور اس کا مطلب سمیع بصیر کے اسماء میں آشکارا فرما دیا۔

---

[1] بخاری۔ کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، رقم ۴۲۰۲۔

انسان غور کرے کہ قرب کے خواص کیا ہیں۔ جب کسی شے یا انسان کے احوال پر ہمارا علم، ہماری شنوائی، ہماری بینائی بیک وقت بیک لحظہ کارفرما ہوں تو ثابت ہوگا کہ وہ شے ہم سے قریب ہے یا ہم اس سے قریب ہیں۔ ہم سے اُس شے کا قریب ہونا تب صحیح ہوگا جب اس کا علم اور گوش وچشم بھی ہمارے اوپر وہی عمل کرتے ہوں۔

اللہ عز وجل جس کا علم ہر ذرہ ذرہ پر حاوی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بصر جو شب تاریک میں سمندر کی سب سے زیادہ گہرائی کی تہہ میں پڑی ہوئی ادنیٰ شے کو بھی دیکھ رہی ہے۔ اللہ کی سمع جو تحت الثریٰ کے نیچے پہاڑ کی غار کے اندر والے کیڑے کی، جو ہنوز پتھر کے اندر مخفی ہے، کی آواز کو بھی سننے والی ہے بے شک ہم سے قریب ہے۔ گو وہی قرب ہم کو اس سے حاصل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس قرب کے مدارج بھی بتلائے ہیں:

① ﴿أَلَآ إِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيبٌ﴾ [۲/البقرۃ:۲۱۴]

''خبردار! تحقیق اللہ کی مدد نزدیک ہے۔''

جب انسان وسائل دنیوی سے محروم ہوجاتا ہے اور اسباب وعاوی کو اپنے خلاف پاتا ہے تو دل شکستگی کے ساتھ بے اختیار بول اٹھا کرتا ہے ﴿مَتَىٰ نَصْرُ اللّٰهِ﴾ [۲/البقرۃ:۲۱۴]

''اللہ کی مدد کہاں ہے؟''

اور اسی وقت قدسی کلام اسے ہدایت کرتا ہے کہ اللہ کی مدد تو قریب ہے۔ یہ قرب کا ایک درجہ ہوا۔ جو نصرت دیاوری کی شکل میں تجلی ہوتا ہے۔

② ﴿إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ [۷/الاعراف:۵۶]

''اللہ کی رحمت احسان والوں سے قریب تر ہے۔''

احسان کسے کہتے ہیں۔ اس کے معنی حدیث جبریل میں بتائے گئے ہیں۔

((أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ)) [1]

''اللہ کی عبادت کر گویا تو اسے دیکھتا ہے، اگر یہ نہیں تو وہ تجھے ضرور

---

[1] بخاری: کتاب الایمان، رقم ۵۰۔ مسلم: کتاب الایمان، رقم ۹۳۔

دیکھتا ہے۔“

آیات بالا میں بتایا گیا ہے کہ رحمتِ الٰہیہ ان بندوں سے قریب ہے جو عبادت الٰہی میں حظِ وافر، تعقل کامل اور اعتماد محکم سے مشغول رہنے والے ہیں۔

③ ﴿إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ۝﴾ [۳۴/سبا:۵۰]

”تحقیق وہ سننے والا نزدیک ہے۔“

یہ ذات پاک کے متعلق عرفان ہے۔ وہ ہم سے قریب ہی ہماری باتوں، التجاؤں، دعاؤں کا شنوا بھی ہے۔

سمیع و قریب ہر دو صفات ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات انسانی صفات سے منزہ و برتر ہیں۔

④ ﴿إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ۝﴾ [۱۱/ھود:۶۱]

”میرا رب قریب ہے اور میری دعا سنتا ہے۔“

یہ الفاظ نبی اللہ کی زبان سے ہیں اور اُس قرب کو ظاہر کرتے ہیں جو انبیاء کو بوجہ قبولیت و شرف و اختصاص خاص حاصل ہوتا ہے کہ ان کی حمایت کی جاتی، نصرت فرمائی جاتی اور ان کی معروضات کو درجہ اجابت دیا جاتا ہے۔

بعض لوگ قرب اور خلط کے معنی میں کوئی فرق نہیں کرتے اور اس آیت ہی سے خالق و مخلوق کو متحد الجنس کرنے اور بتانے کی سعی کیا کرتے ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ لغت اور کلام اللہ ان کی ایسی تاویلات کی تائید نہیں کرتے اور جب وہ لغت و لسان نبی کے قواعد کے پابند نہیں، تب تو کسی آیت کے بغیر بھی وہ جو چاہیں کہہ سکتے ہیں۔

اسماء حسنیٰ کے حل مطالب کے متعلق یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیے کہ اکثر آیات کے خاتمہ میں دو دو اسم آتے ہیں۔ جیسے عَلِيُّ الْكَبِيرُ، عَلِيُّ الْعَظِيمُ، غَفُورُ الْوَدُودُ، حَمِيدٌ مَّجِيدٌ یہ دونوں اسم ایک دوسرے کے معنی میں تعین میں بہت بڑا تعلق اندرونی رکھتے ہیں۔

ایک کے اسرار دوسرے کے انوار سے بخوبی آشکارا ہوا کرتے ہیں۔

اسم قریب کے معنی کی دریافت میں تدبر کرنے سے پتا لگ جاتا ہے کہ آیات قرآنیہ میں اس کا استعمال سمیع و بصیر اور مجیب کے ساتھ ہوا ہے۔ یہی اسماء حقیقت قرب قریب کا بھی وضوح (وضاحت) فرمائیں گے۔

(37) اَلْمُجِیْبُ جل جلالہ

اسم علم ہے۔ جواب اور اجابت سے بنایا گیا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ مُجِیب ہے کہ وہ ہر سائل کے سوال کا جواب دیتا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ مُجِیب ہے کہ وہ ہر ایک دعا مانگنے والے کی دعا کو شرف اجابت بخشتا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ مُجِیب ہے کہ وہ ہر ایک سوال کو سمجھتا ہے اور انکی ضروریات طبعی و اتفاقی کو پورا کر دیتا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ مُجِیب ہے کہ سب کی زبان قال کو سمجھتا ہے اور صدق مقال کو شرف قرب عطا کرتا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ مُجِیب ہے، جو اس پکارنے والے کی دعا کو، جو اضطراب و اضطرار میں رب العالمین کو یاد کرتا ہے، سماعت فرماتا اور قبولیت عطا کرتا ہے۔

﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ﴾ [۲۷/النمل:۶۲]

''وہ کون ہے جو پکارنے والے مضطر کی پکار کو قبول فرماتا ہے۔''

☆...... اللہ تعالیٰ مُجِیب ہے اور خود بندوں پر استجابتِ احکام کو فرض ٹھہراتا ہے۔

﴿فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ﴾ [۲/البقرۃ:۱۸۶]

''چاہیے کہ میرے بندے حکموں کو قبول کیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں۔''

☆...... جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قَرِیْب وَ مُجِیْب ہونے کا ایمان رکھتے ہیں۔

☆...... جو لوگ احکام الٰہی کو فراخ دلی و استحکام سے قبول کرتے ہیں۔

☆...... جو لوگ نافرمانی و سرکشی سے دور رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا مجیب ہونا ان پر سراسر ظاہر ہو جاتا ہے۔

اس اسم سے تخلق حاصل کرنے والوں کو لازم ہے کہ جب موقع ملے تب ہی دل کھول کر یا ہاتھ اٹھا کر پوری توجہ، پوری رغبت سے اور پورے یقین قبولیت سے دعا کیا کریں۔ نامنظوری یا عدم قبولیت کا وہم بھی دل نہ آنے دیں۔

(38) اَلْوَاسِعُ جل جلالہ

وُسع کے معنی فراخی، تونگری، دسترس و طاقت ہیں۔ سَعَت بھی وہی ہے۔ جو وُسع ہے۔

وَاسِعُ اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ وَاسِعُ ہے جس نے جملہ اشیا کو اپنے انعام سے گھیر رکھا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ وَاسِع ہے اور اس کی جود و عطا حیطۂ اندازہ سے باہر ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ وَاسِع ہے کہ اس کا رزق سب کو ملتا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ وَاسِع ہے کہ اس کی رحمت سب کو شامل ہے۔ وہی وسعتِ غیر متناہیہ کا مالک ہے۔ اس نے موجودات کو سِعَت و انبساط بخشا ہے۔

﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ [۲/البقرۃ:۲۵۵]

''اس کا علم آسمانوں اور زمین سے فراخی میں بہت زیادہ ہے۔''

﴿وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ [۶/الانعام:۸۰]

''وہی ہے جس کا علم ہر شے پر حاوی ہے۔''

﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ [۷/الاعراف:۱۵۶]

"وہی ہے جس کی رحمت ہر شے سے فراخ تر ہے۔"

☆..... ہاں! واسعُ وہ ہے جس کی مجموعی صفت میں ملائکہ اس طرح تر زبان ہیں:

﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا﴾ [۴۰/الغافر:۷]

"اے ہمارے رب! تو نے اپنی رحمت اور علم سے ہر ایک چیز کو دسترس میں لے لیا ہے۔"

☆..... ہاں اللہ تعالیٰ وَاسِعٌ ہے مگر غریب بندوں کو اُن کی وسعت وطاقت سے بڑھ کر کوئی حکم نہیں دیتا۔

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [۲/البقرة:۲۸۶]

"اللہ پاک کسی ایک مخلوق کو بھی اس کی طاقت اور برداشت سے بڑھ کر کسی حکم پر مجبور نہیں کرتا۔"

اس اسم کے متعلق یہ دعا یاد رکھنی چاہیے۔

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَيَّ عِنْدَ كِبَرِ سِنِّيْ وَ انْقِطَاعِ عُمُرِيْ يَامَنْ لَا تَرَاهُ الْعُيُوْنُ وَ لَا تُخَالِطُهُ الظُّنُوْنُ وَ لَا يَصِفُهُ الْوَاصِفُوْنَ))

"یا اللہ! عمر بڑھ جانے پر اور بڑھاپے کے وقت اپنا رزق مجھ پر اور زیادہ وسیع فرما۔ اے وہ ذات کہ جسے نہ آنکھیں دیکھ سکتی ہیں اور نہ گمان و وہم پا سکتے ہیں اور نہ وصف کرنے والے اس کا وصف کر سکتے ہیں۔"

39 الحکیم جل جلالہ

ابن اثیر رحمہ اللہ نے اسم حَكِيْم کو حُكْم اور حکمت سے مشتق بنایا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ حاکم علی الاطلاق ہے معناً اس پر کوئی اعتراض نہیں مگر ائمہ لغت میں سے کسی نے

حَکِیم بمعنی حَاکِم تحریر نہیں کیا۔

رہا حکیم کا مشتق از حکمت ہونا۔ یہ سب کے نزدیک مسلمہ ہے۔

☆...... حکمت اعمال میں افضلیت اور افعال میں احسنیت کے علم کو حکمت کہتے ہیں۔

☆...... حکمت: اُن غایات حمیدہ کا نام ہے جو سلسلہ تکوین میں ملحوظ ہیں۔

☆...... حکمت: اُن مصالح کلیہ کا نام ہے جو نظام عالم کا قوام ہیں۔

☆...... احسن اخلاق اور احسن اعمال کا حکمت ہونا ضروری ہے۔

☆...... بہترین فوائد اور بہترین مقاصد کا حکمت ہونا لابدی ہے۔

ہاں حکمت کا مفہوم یہ ہے کہ افضل العلوم سے افضل الاشیاء کو معلوم کیا جائے۔

قرآن مجید میں چند مقامات پر حکمت کا اثبات فرمایا گیا ہے۔

(۱) ﴿یُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ﴾ [۲/البقرۃ:۲۶۹]

''اللہ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے۔''

(۲) ﴿وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا﴾ [۲/البقرۃ:۲۶۹]

''جس شخص کو حکمت دی گئی ہے اسے تو خیر کثیر دی گئی ہے۔''

(۳) ﴿وَ اٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ﴾ [۳۸/ص:۲۰]

''ہم نے اسے حکمت بھی دی اور صاف صاف فیصلہ کرتا ہے۔''

(۴) ﴿وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾ [۲/البقرۃ:۱۲۹]

''وہ دنیا کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔''

(۵) ﴿حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ﴾ [۵۴/القمر:۵]

''حکمت کامل دی گئی مگر ان کو انذار کا فائدہ نہ ہوا۔''

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آیات قرآنیہ کا اسمائے حسنیٰ کے ساتھ جن پر آیات کا اختتام ہوتا ہے بلحاظ معنی تناسب تام ہوتا ہے۔ لہٰذا غور کرو کہ اسم حکیم کا استعمال قرآن پاک

میں کس طرح ہوا ہے:

☆...... اسم عزیز کے ساتھ ﴿اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُۙ۝﴾ [۲۷/النمل ۹]

''بے شک میں اللہ غالب حکمت والا ہوں۔''

۴۲ مقامات اور ہیں جہاں عزیز حکیم فرمایا ہے۔

☆...... اسم حمید کے ساتھ ﴿تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ۝﴾ [۴۱/فصلت:۴۲]

''یہ کلام حکمت والے خبر والے کا اتارا ہوا ہے۔''

☆...... اسم خبیر کے ساتھ ﴿فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ خَبِیْرٍۙ۝﴾ [۱۱/ھود ۱]

''حکمت والے خبر والے کی طرف سے تفصیل کر دی گئی ہے۔''

﴿وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ۝﴾ [۶/الانعام ۱۸]

''اور وہ حکمت والا خبردار ہے۔''

☆...... اسم وَاسِعٌ کے ساتھ ﴿وَ كَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِیْمًا۝﴾ [۴/النساء:۱۳۰]

''اللہ تعالیٰ تو وسعت دینے والا حکمت والا ہے۔''

☆...... اسم عَلِیّ کے ساتھ ﴿لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌؕ۝﴾ [۴۳/الزخرف:۴]

''بیشک وہ برتر حکمت والا ہے۔''

☆...... اسم عَلِیْم کے ساتھ ﴿اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ۝﴾ [۶/الانعام ۸۳]

''بے شک تیرا رب حکمت والا ہے۔''

دس مقامات دیگر ہیں۔

ان آیات پر تدبر کرنے سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے کہ خبرت و وسعت اور علم وحمد اور علو ورفعت کے مفہوم سے حکیم کا مفہوم زیادہ تر واضح ولائح ہو جاتا ہے۔ یہ وہ طریق ہے جو مقصود بانی کو صحیح طریق پر بخوبی ذہن نشین کر دیتا ہے۔ یہ مشہور عام ہے۔ ''فِعْلُ الْحَكِیْمِ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْحِكْمَةِ'' حکمت والے کا فعل حکمت سے خالی نہیں۔

اس اصول پر اگر شرائع الٰہیہ اور احکام ربانیہ کی تحقیق کی جائے۔ اگر دفتر تکوین کا مطالعہ کیا جائے اور صحیفۂ فطرت کا ملاحظہ کیا جائے، تو ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ سے رب العالمین کی حکمت نمایاں ہو جاتی ہے۔

کوتاہ بین لوگ اپنی اپنی نافہمی سے حسن وقبح اشیا کا فتویٰ لگا دیتے ہیں اور پھر تفسیر حکمت پر بحث آرا ہوتے ہیں۔ کاش! وہ اس مشہور فقرے کو غور سے پڑھیں اور یقین رکھیں کہ رب العالمین کے جملہ احکام و افعال حقیقۃً صحیح ترین مقصد اور نافع ترین فوائد اور احسن ترین اطوار پر مبنی ہیں۔ لہٰذا الْحَکِیْم اسی کا اسم احسن ہے اور اسی کی پاک ذات پر حقیقۃً صادق آتا ہے۔

☆...... بیشک اللہ تعالیٰ حَکِیْم ہے اور اس نے ایجاد مخلوقات میں جملہ لوازمات و مناسبات صحیحہ کو پیدا کیا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور ماہیات اشیا پر اس کی حکمت محیط ہے۔

☆...... اتفاق صناعات اور احکام متشکلات میں اس کی حکمت جلوہ گر ہے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ وہ علم و حکمت کے شیدا ہوں۔ وہ اسرار و دقائق کونیہ کے معلوم کرنے کے شائق ہوں۔ وہ فہم سلیم اور عقل دقیق سے اسرار احکام شریعت کے جویا ہوں۔

آج کل اکثر لوگ صرف منطق یا سائنس کے مطالعہ کے بعد احکام شریعت کی خوبی سے بے خبر رہ کر اپنے اپنے فہم کو ان احکام حقہ سے بہتر خیال کرنے لگتے ہیں لہٰذا علماء حقانی کو لازم ہے کہ اس حکیم کے نور و برہان سے نور گیر ہو کر لوگوں کو دلائل عقلیہ کے ساتھ ان احکام کی توضیح وتبیین فرمایا کریں تاکہ ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ﴾ [النحل ١٦/ ١٢٥] کا مفہوم پورا ہو۔

حکمت کی تفسیر میں اقوال ائمہ دین کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

نے حکمت کے معنی ''علم القرآن'' بتلائے ہیں۔ یعنی ناسخ ومنسوخ، محکم ومتشابہ، مقدم ومؤخر، حلال وحرام وغیرہ کی شناخت۔ امام ضحاکؒ نے حکمت کے معنی، قرآن اور فہم قرآن بتلائے۔ امام مجاہدؒ نے قرآن اور علم اور فقہ بتلائے۔

امام مجاہد رحمہ اللہ نے دوسری روایت میں حکمت کے معنی قول وفعل کی اصابت بیان کیے ہیں۔ امام نخعیؒ نے فرمایا کہ حکمت معانی الاشیاء اور فہم معانی کا نام ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دین الٰہی میں روح کا نام حکمت ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جن آیات میں کتاب کے ساتھ حکمت کا لفظ آتا ہے وہاں حکمت سے مراد سنت نبویہ ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حق کی شناخت اور عمل بر حق کا نام حکمت ہے۔ اگر ان اقوال میں معنی مشترک کا خیال کیا جائے تو حکمت کے معنی یہ ہیں کہ ہر شے کو اس کی اصلی جگہ پر رکھا جائے۔

اشیاء پر غور کرنے سے واضح ہوجاتا ہے کہ جملہ اشیا کے لیے مقتضیات میں حدود ہیں، ثبا تات ہیں، اوقات ہیں، جن میں تقدم وتاخر نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا حکمت وہ ہے جس میں ان جملہ جہات کو مرعی (ملحوظ) رکھا جائے اور حکیم وہ ہے جس کا حکم ان جملہ جہات میں اشیاء عالم وعالم پر نافذ ہوتا ہے۔

حکمت خیر کثیر ہے۔ حکمتِ بصیرت قلب ہے، حکمت حقیقت فطرت ہے۔ حکمت غائت خلقت ہے۔ حکیم مطلق ہی کے حکم سے باایمان قلب ان مراتب کو حاصل کرسکتا ہے۔

اس اسم سے تخلق حاصل کرنے والوں کو قرآن وسنت میں مہارت حاصل کرنی چاہیے۔ علوم وفنون کی طرف راغب ہونا چاہیے۔ جہالت سے نفرت کرنی چاہیے۔ اسرار وقدرت اور رموز فطرت کے تجسس وتحقق کا شوق وذوق ہونا چاہیے۔

وداد کا درجہ محبت سے اعلیٰ ہے۔ وداد کے معنی صفائی محبت ہیں۔ محبت کے لُب اور خلاصہ کا نام وداد ہے۔ وداد محبت کا وہ درجہ ہے جو اخلاص سے حاصل ہوتا ہے اور شائبہ اغراض کا دھوکا جاتا رہتا ہے۔

الف:۔ وَدُوْد کے معنی مَوْدُوْد بھی ہیں۔ یعنی وہ ذات جس سے محبت کی جائے جس کو نقدِ دل نذر میں پیش کر دیا جائے۔ وہ جس سے محبت شدید کا تعلق پیدا کیا جائے۔

وَدُوْد کے معنی وادّ بھی ہیں۔ یعنی وہ جو ہم سے محبت کرتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں ہر دو معانی کے اعتبار سے ودود کا ترجمہ حبیب کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ وہ اپنے بندوں سے خود بھی محبت رکھتا ہے اور بندے بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ محبت کا وجود ہر دو جانب متحقق و مسلّم ہے۔

﴿يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ﴾ [۵/المآئدة:۵۴]

''اللہ ان سے محبت کرتا ہے وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔''

سورۂ ہود میں ہے:

﴿إِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ﴾ [۱۱/ھود:۹۰]

''وہ تو بے حد بخشنے والا اور کمال محبت کرنے والا ہے۔''

سورۂ مریم میں ہے:

﴿سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ [۱۹/مریم:۹۶]

''رحمٰن اُن کے لیے محبت کو خاص فرمادے گا۔''

ہاں محبت ربی، رحم بن کر بندہ نوازی کرتی ہے۔

ہاں محبت سبحانی، غفران بن کر اپنے غلاموں کو خلعت نجات پہناتی ہے۔

ہاں محبت الٰہی رحمت کو محبت کا تاج پہناتی اور بندہ خاک نشین کو تخت رضوان پر بلند کرتی ہے۔

﴿سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ [۱۹/مریم:۹۶] پر بار بار غور کرو کہ محبت کی ابتدا ہمارے مالک کی جانب سے ہوئی ہے۔ محبت خود ان بندوں کی بن جاتی ہے۔ محبت کا انتفاع انہی کو حاصل ہوتا ہے۔

عیسائیوں کے پاس ایک فقرہ ہے۔God is Love ''خدا سراپا محبت ہے۔'' وہ اس فقرہ پر بہت اترایا کرتے ہیں۔ ہاں اللہ کی صفت پر مسرت بھی درست ہے لیکن رب العالمین کا وُدود ہونا اس سے بڑھ کر ہے۔ وُدود تو مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اول تو وداد کا درجہ محبت سے بڑھ کر ہوا۔ پھر رب العالمین نے اس صیغہ کے انتہائی اسم کو اپنے لیے پسند فرمایا، اور پھر وُدًّا اور سراپا محبت کو بندوں ہی کے لیے خاص فرمادیا۔

محبت کسے کہتے ہیں!

① دل سالم کے میلانِ دائم کا نام محبت ہے۔

② محبوب پر تمام پیاری چیزوں کے نثار کا نام محبت ہے۔

③ حاضر و غائب میں محبوب کی موافقت کا نام محبت ہے۔

④ اپنی گمشدگی میں اصابتِ محبوب کا نام محبت ہے۔

⑤ مرادِ محبوب پر ایثارِ قلب کا نام محبت ہے۔

⑥ التزام طاعت اور مفارقت مخالفت کا نام محبت ہے۔

⑦ نفیِ دعویٰ کا نام محبت ہے۔

⑧ ہر چیز کو محبوب کے لیے خاص کر دینے کا نام محبت ہے۔

⑨ التزام تقصیرِ خدمت کے لزوم کا نام محبت ہے۔

⑩ غیرت کا نام محبت ہے۔

⑪ ترک آرام کا نام محبت ہے۔

⑫ نفی خواہشات کا نام محبت ہے۔

⑬ خلوص ارادت اور صدق طلب کا نام محبت ہے۔

⑭ محبت خمار ہے اور اس خمار کا مداوا دیدار یار ہے۔

⑮ جاں نثاری کا نام محبت ہے۔

⑯ محبت وہ سفر ہے جو خودی سے محبوب کی جانب کیا جاتا ہے۔

⑰ محبت وہ ہے کہ جفا وعطا کا اثر اسے کم وبیش نہیں کر سکتا۔

⑱ محبت وہ ہے کہ شکوہ کو زبان پر اعتراض کو دل میں، نقص کو آنکھ میں آنے کی اجازت نہ دے۔

⑲ محبت عبودیت ہے۔ محبت غلامی ہے۔ محبت خود فراموشی ہے۔ محبت خود اپنے ساتھ عداوت ہے۔

⑳ محبت وہ ہے جس کی ذلت، عزت سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔

㉑ محبت وہ ہے جس کی عزت ہر ایک ذلت سے لاپروا کر دیتی ہے۔

㉒ محبت وہ ہے جہاں عزت وذلت کے الفاظ کا استعمال ہی مفقود ہو جاتا ہے۔

((اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ والعمل الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ)) [1]

''الٰہی! ہم کو اپنی محبت عطا کر اور جو کوئی تجھ سے محبت رکھتا ہے اس کی بھی محبت عطا کر اور اس عمل کی بھی محبت دے جو ہم کو تجھ سے قریب بنا دے۔''

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اہل اللہ سے مودت پیدا کریں۔ باہمی محبت کو ترقی دیں۔ محبت نفسانی وشہوانی کو پامال کر کے محبت روحانی وایمانی کی افزائش میں

[1] ترمذی: کتاب الدعوات، رقم ۳۴۹۰

ساکی رہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ﴾

[۴۳/ الزخرف ۶۷]

"قیامت کے دن سب ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے ان کے سوا جن کی محبت کی بنیاد للّٰہیت پر ہوگی۔"

④① المجید جلالہ

مَجد: یہ بلند، مرتبت عالی، شرف واسع۔ شرف نسب اور شرف افعال کا مجموعہ ہے۔

مُجِید وہ ہے جس میں صفات بالا پائی جائیں۔

مَجِید وہ ہے جس میں مجد نفسی، شرف ذاتی، سلامت افعال، کرامت افضال، جزالت عطا اور کثرت نوال پائی جائے۔

قرآن پاک میں یہ اسم یا تو اللہ تعالیٰ کے لیے آتا ہے، سورۂ ہود میں ہے:

﴿اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ﴾ [۱۱/ھود ۷۳]

"بیشک وہ تو حمد والا مجد والا ہے۔"

قرآن پاک کے لیے:

﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ﴾ [۸۵/البروج ۲۱]

"وہ قرآن ہے بلند شان والا۔"

﴿وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ﴾ [۵۰/ق ۱]

"قسم ہے قرآن کی جو مرتبت عالی والا ہے۔"

عرش عظیم کے لیے

﴿ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ﴾ [۸۵/البروج:۱۵]

"اللہ تعالیٰ عرش بلند و عالی و اشرف کا مالک ہے۔"

بیشک عرش اعظم اور کتاب اکرم میں جو علو مرتبت اور وسعت شرافت پائی جاتی ہے وہ دنیا و مافیہا کی بلند پائگی سے قطعاً علیحدہ ہے۔ برتر ہے اور عالی ہے اور یہ سب اسی مجید کی طرف سے ہے۔ حدیث میں ہے:

((سُبْحَانَ ذِی الْمَجْدِ وَالْکَرَمِ سُبْحَانَ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ))

''پاک ہے بزرگی اور بخشش والا۔ پاک ہے صاحب بزرگی اور عزت کرنے کا۔''

مَجِیْد کے معانی پر غور کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسم پاک اپنے مفہوم میں جلیل، وہاب اور کریم کے اسماء کا جامع ہے۔

شہادت: آگاہی درست وخبر قاطع و بیان صحیح و گواہی و کشتگی براہِ خدا (خدا کی راہ میں قربانی) کو کہتے ہیں۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے شَہِد کے معنی حاکم وقضا بیان کیے ہیں اور زجاج نے بَیَّنَ بتلائے ہیں۔ دیگر علما نے اَعْلَمَ وَ اَخْبَرَ ظاہر کیے۔ ان اقوال صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ شہادت نام ہے حکم اور قضا اور اعلام و بیان و اخبار کا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا اسم پاک اَلشَّہِیْد درست ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾ [۳/آل عمران:۱۸]

''گواہی دی اللہ نے یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے بھی انصاف کے ساتھ (گواہی دیتے ہیں) کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے غالب ہے حکمت والا۔''

دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے متعلق خود شہادت دی جس سے رب العالمین

کی وحدانیت اور قیام بالقسط واضح ہو گیا۔ اس کلام پاک سے علم الٰہی، تکلم سبحانی، اعلامِ ربانی، اخبار غیبی کے مراتب مکمل ہو گئے۔

شہادت علمی کا بیان اس آیت میں ہے:

﴿اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ [۴۳/ الزخرف:۸۶]

''مگر جنہوں نے حق کے ساتھ شہادت دی اور وہ علم بھی رکھتے ہیں۔''

شہادت تکلم و خبر کا بیان اس آیت میں ہے:

﴿قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ﴾ [۶/ الانعام:۱۵۰]

''کہہ دیجیے کہ اپنے گواہوں کو لے آؤ جو یہ شہادت دیں کہ ان چیزوں کو اللہ نے حرام کر دیا ہے۔ وہ اگر کہہ بھی دیں، تو آپ پھر بھی ایسا نہ کہیں۔''

شہادت اعلام کا ذکر اس آیت میں ہے وہ جس میں بندہ کا خود اپنی بابت بیان کرنا بھی شہادت بتلایا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ﴾ [۴/ النسآء:۱۳۵]

''ایمان والو! انصاف کے ساتھ قیام کرو، اللہ کے گواہ بنے رہو خواہ تمہاری شہادت خود تمہارے خلاف ہو۔''

دوسری آیت میں ہے:

﴿وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ﴾ [۶/ الانعام:۱۳۱]

''انہوں نے خود اپنی بابت کہہ دیا، کہ وہ کافر ہیں۔''

ہمارا مطلب یہ ہے کہ اعلام و اخبار کو شہادت کہتے ہیں۔ اگرچہ مخبر و بندہ نے لفظ شہادت استعمال نہ بھی کیا ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

((شَهِدَ عِنْدِي رِجَالٌ مَرْضِيُّونَ وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ)) [1]

''مجھ سے نہایت پسندیدہ رجال نے ظاہر کیا ہے اور ان سب میں پسندیدہ تر عمر رضی اللہ عنہ تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح کے بعد طلوع شمس تک اور نماز عصر کے بعد غروب شمس تک نماز سے منع فرمایا ہے۔''

ان سندات کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کا اسم پاک۔ اَلشَّهِيْدُ اس لیے ہے کہ شہود اسی کو حاصل ہے اور اس لحاظ سے شہید بمعنی حاضر و ناظر ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ شَهِيْد ہے کہ اس نے علوم معرفت اور اسرار حقیقت کا اعلام فرمایا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ شَهِيْد ہے کہ عالم کی کوئی شے، کوئی سکون، کوئی حرکت اس کی شہادت سے باہر نہیں۔

﴿وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝﴾ [٣٤/سبا:٤٧]

''اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔''

معنی شہادت کو ذہن نشین کرنے کیلئے سورۂ یوسف کی ان آیات کو بھی زیر غور لاؤ۔

﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَ هُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝﴾ [١٢/يوسف:٢٦،٢٧]

''اس کے کنبہ کے ایک گواہ نے شہادت دی کہ اس کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تب یہ سچی اور وہ جھوٹا، اور اگر اس کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تب یہ جھوٹی اور وہ سچا۔''

یہ شخص جسے شاہد بتلایا گیا ہے، اپنا چشم دید کچھ نہیں بتلاتا بلکہ استدلال سے واقعہ کے

---

[1] بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ، رقم ۵۸۱۔ ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوٰۃ، رقم ۱۲۵۰۔ دارمی: الصلاۃ، رقم ۱۴۳۳۔

اثبات ونفی پر روشنی ڈالتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نام اس لیے بھی شَہِیْـــــد ہے کہ جملہ اختیارِ علمیہ پر وہ استدلال کرنا سکھلاتا اور بصائر کو پیش کرتا ہے۔

اس اسم سے تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ:۔

(الف) اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر سمجھ کر اپنے قلب کی نگہبانی کریں۔

(ب) ان لوگوں کو لازم ہے کہ بیانِ توحید میں اپنی زبان کو جاری اور قلم کو رواں کریں۔

(ج) ان لوگوں کو واجب ہے کہ جھوٹی شہادت سے بچیں۔ آج کل جوڈیشنل عدالتوں میں اکثر گواہ ایسے پیش ہوتے ہیں جو فرائضِ شہادت سے لااُبالی ہوتے ہیں جو کسی فریق کی اعانت و رعایت یا کسی فریق سے نفرت وعداوت کی وجہ سے شہادت دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اکبر الکبائر (کبیرہ گناہوں میں بھی سخت تر کبیرہ) چار چیزوں کو بتلایا ہے:

(۱) اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ۔ ''اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بنانا۔''

(۲) عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ۔ ''ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔''

(۳) شَھَادَۃُ الزُّوْرِ۔ ''جھوٹی شہادت دینا۔''

(۴) قَوْلُ الزُّوْرِ۔ ''جھوٹی بات بتانا۔'' [1]

راوی کہتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی تھی تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے ہوئے تھے بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ان الفاظ کو بار بار دہرانا شروع کیا۔ ((وَ شَھَادَۃُ الزُّوْرِ وَقَوْلُ الزُّوْرِ)) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اتنی بار دہرایا کہ صحابہ اپنے دل میں کہنے لگے کہ کاش حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو جائیں۔ (لَیْتَہٗ سَکَتَ)

---

[1] بخاری کتاب الشہادات، رقم ۲۶۵۴۔ مسند احمد ۲/ ۲۰۱۔ ترمذی کتاب التفسیر، رقم ۳۰۲۱۔

(43) الحق جل جلالہ

میں نے قرآن مجید کی آیات کا تتبع کیا تو یہ لفظ قرآن مجید میں ۲۴۳ بار مستعمل ہوا ہے۔ اس لفظ کا اس کثرت سے استعمال بتلاتا ہے کہ قرآن مجید کا مقصود اعظم حق ہی کی معرفت دنیا میں حق پھیلانا، حق بولنا، حق سکھلانا ہے۔ یعنی کلام اللہ سراپا حق ہے اور منجانب حق ہے، حق کو لے کر آیا ہے حق اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ لغت میں حق کے معنی متعدد ہیں۔

① راستی و راست بازی ان معنی میں ہے:

﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ [۱۸/الکہف:۲۹]

''اپنے رب کی طرف سے حق کہو۔''

﴿اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ [۳۱/لقمان:۳۳] ''اللہ کا وعدہ سچا ہے۔''

② کسی کام کا لازم الوقوع ہونا:

﴿وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِۨالْحَقُّ﴾ [۷/الاعراف:۸]

''اس روز اعمال کا وزن ہونا ضروری ہے۔''

﴿ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ﴾ [۷۸/النبا:۳۹]

''یہ دن ضرور آنے والا ہے۔''

③ کسی شخص کا معین حصہ و بہرہ:

﴿وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾ [۵۱/الذاریات ۱۹]

''ان کے زر و مال میں سوالی اور محروم کا حصہ ہے۔''

④ ثابت و لزوم ہونا:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ﴾ [۴۶/الاحقاف:۱۸]

''یہ وہ ہیں جن پر خدا کا فرمان ثابت ہو گیا۔''

⑤ عدل و انصاف:

﴿هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ﴾ [۴۵/الجاثیہ:۲۹]

"ہماری یہ کتاب تم پر ٹھیک ٹھیک بتلا رہی ہے۔"

⑥ اکمال و اتمام:

﴿اَلْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ﴾ [۲/البقرۃ:۷۱]

"اب تم نے پورا پورا بتلا دیا۔"

﴿قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ﴾ [۴/النسآء:۱۷۰]

"رسول تمہارے پاس حق لے کر آیا ہے۔"

⑦ اصلیت:

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ﴾ [۳۹/الزمر:۵]

"آسمانوں اور زمین کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا ہے۔"

⑧ صداقت:

﴿نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ﴾ [۳/آل عمران:۳]

"کتاب کو تجھ پر صداقت کے ساتھ نازل کیا ہے۔"

⑨ رشد و ہدایت:

﴿يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ [۴۶/الاحقاف:۳۰]

"حق سیدھی راہ کی طرف لے جانے والی ہے۔"

﴿وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ﴾ [۱۷/الاسرآء:۱۰۵]

"ہم نے اسے حق کے ساتھ نازل کیا اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوئی۔"

جب لفظ حق کے اتنے معنی ہوئے تو یقین کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم پاک الحق ان جملہ معانی کے لحاظ سے منفرداً و مجتمعاً حیثیت سے بالکل درست ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ دین الحق کا مالک ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ دعوت الی الحق اس کے واسطے ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کی جانب سے بشارت حقہ ملتی ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ ہی ہے جو حق کے ساتھ فیصلہ فرماتا ہے اور فرمائے گا۔

☆..... اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کی کتاب سراپا حق ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے رسول حق پہنچایا کرتے، حق بتایا کرتے، حق دکھایا کرتے ہیں۔

☆..... اللہ تعالیٰ ہی ہے جو حق کو نازل کرتا اور باطل کو مٹاتا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کی خلقت اور صنعت میں بطلان نہیں۔

☆..... اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے حقوق کو قائم کیا۔ جس نے اہل حق کا حق ادا کرنا فرض ٹھہرایا۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے حضور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے وقت پڑھا کرتے تھے:

((وَ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَ وَعْدُکَ الْحَقُّ وَ لِقَاءُ کَ حَقٌّ وَ قَوْلُکَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَ مُحَمَّدٌ ﷺ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ)) [1]

''اور تیرے لئے صفت ہے تو سچ ہے اور وعدہ تیرا سچا ہے اور دیدار تیرا سچا ہے اور بات تیری سچی ہے اور بہشت سچ ہے اور آگ (جہنم) سچ ہے اور نبی تمام سچ ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچ ہیں اور قیامت سچ ہے۔''

ان حقائق پر یقین کرو۔ حقائق کو تلاش کرو۔ حق کے پیچھے لگ چلو۔ حق مانو اور حق ہی پکارو۔

ایک مجمع میں منصور حلاج کا ذکر تھا۔ اہل مجلس سب صوفی مشرب تھے۔ میں نے کہا

[1] بخاری کتاب التہجد، رقم ۱۱۲۰۔

کہ منصور تصوف کا بھی محرم تھا۔ سب نے حیرت سے پوچھا کہ یہ کس طرح؟ میں نے کہا کہ منصور کیا کہتا تھا؟ سب نے بتلایا کہ وہ ''اَنَا الْحَقُّ'' کہتا تھا۔ میں نے کہا کہ یہی تو جرم کی بات تھی۔ اسا کہتا ہے تو انانیت موجود ہے۔ اگر انانیت کو کھو دیتا اور انا کو کاٹ دیتا اور صرف حق حق پکارتا تو اس کا پکارنا حق ہوتا۔ وَ کَذٰلِکَ قَالَ لِیْ اَبِیْ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ.

یہ یاد رکھو کہ حقانیت اللہ تعالیٰ ہی کی ذات مقدس کو حاصل ہے اس سے نور حقانیت جلوہ ریز ہوتا ہے۔ من بعد اس کی ذات پاک سے جن جن اشخاص، جن جن اشیا کو نسبت صحیحہ حاصل ہے۔ ان کو حقانیت حاصل ہے۔ کتابِ رسول، قرآن، شریعت، وعدہ، میزان، قیامت وغیرہ سب حق ہیں کیونکہ حق نے ان کو بتایا ہے اور حق کے ساتھ ان کا ظہور ہوا ہے۔

اس اسم سے تخلق کرنے والوں کو باطل سے گریز کرنا چاہیے۔ باطل کا بطلان ضروری ہے۔ اے اہل ایمان! حق وہیں سے ملے گا جو خود حق ہے۔ قرآن حمید اور رسول پاک کے سوا حق اور کہاں؟

لوگ مشرق و مغرب میں بھاگے بھاگے پھرتے ہیں مگر دربار مصطفوی کے سوا حق اور کسی جگہ نہ ملے گا۔ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ. اور میں (بھی) سچ کہتا ہوں۔

(44)

☆..... وکل سے ہے۔ وَکَلَةِ الدَّابَةُ۔ جانور تھک کر چلنے سے رہ گیا۔

☆..... وکیل وہ انسان جو اپنا کام خود سرانجام دینے سے عاجز ہو۔

☆..... وکالت اپنا کام دوسرے کے سپرد کرنا۔

☆..... وکیل بروزن فَعِیْل ہے۔ اس وزن کے الفاظ بمعنی مفعول بھی آتے ہیں اور بمعنی فاعل بھی۔

جب انسان کسی دوسرے پر اعتماد و وثوق کرتا ہے۔ تب اسے وَکِیْل کہتے ہیں۔ یعنی مَوْکُوْلُ اللّٰہِ۔

اللہ تعالیٰ کا نام بمعنی فاعل ہے۔ جس سے مراد حافظ و نگہبان ہے۔ ﴿حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ﴾ [۳/ آل عمران:۱۷۳] میں یہی معنی ملحوظ ہیں۔

☆..... اللہ تعالیٰ وکیل ہے کہ جملہ امور میں درستی و اصلاح اسی سے متعلق ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ وَکِیْل ہے کہ نظام عالم کا اعتماد اسی کی ذات مقدس پر ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ وَکِیْل ہے کہ عاجز نوازی، بندہ پروری اسی کی شان ہے۔

موجودات کے جملہ امور کا سرانجام اسی کے قبضہ میں ہے۔ زمام اختیار اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ رب العزت کے کلام کو سنو۔ اپنے نبی سے وکالت کی نفی فرماتا ہے:

﴿وَمَا اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْهِمْ وَکِیْلًا۝﴾ [۱۷/ بنی اسرائیل:۵۴]

''ہم نے تجھے ان پر داروغہ نہیں بھیجا۔''

ارشاد فرماتا ہے اور پھر اپنی ذات کے لیے اس وکالت کا اثبات فرماتا ہے۔

﴿وَ کَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا۝﴾ [۱۷/ بنی اسرائیل:۶۵]

''اور کافی ہے پروردگار تیرا کارساز۔''

اللہ پر اعتماد کرنے والے بھی وہ ہیں جو ایمان میں ترقیات حاصل کرتے، انعام پاتے، نقصان سے بچے رہتے، فضل عظیم کے مستحق بنتے اور رضوان ربانی سے شادکام ہوتے ہیں۔ واضح ہو کہ توکل بھی اسی مادہ وکل (و-ک-ل) سے بنا ہے۔

قرآن و اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مقامات پر توکل اور اہل توکل کی مدح فرمائی۔ توکل کی تحریص فرمائی ہے۔

① سورۂ یونس میں ہے:

﴿فَعَلَیْهِ تَوَکَّلُوْٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ۝﴾ [۱۰/ یونس:۸۴]

''تب اسی پر اعتماد کرو اگر تم مسلم ہو۔'' دیکھو توکل کو شرط اسلام ظاہر فرمایا۔

② سورۂ ملک میں ہے:

﴿اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْنَا﴾ [۶۷/ الملک: ۲۹]

''ہم اسی پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسہ کیا۔''

یہاں توکل کو ایمان کے ساتھ بیان فرمایا:

③ نوح علیہ السلام سے جب ساری قوم پھر جاتی اور ان کی مخالفت وعداوت کا اظہار کرتی ہے، تو فرماتے ہیں:

﴿فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْۤا اَمْرَكُمْ﴾ [۱۰/ یونس: ۷۱]

''میرا تو اللہ پر اعتماد ہے تم اپنی سب تدبیریں کر لو۔''

④ یعقوب علیہ السلام جب بنیامین کو مصر بھیجنے لگے۔ تب ان کے بھائیوں سے میثاق حفاظت لیا اور اس میثاق کے بعد فرمادیا:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَ عَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۝﴾ [۱۲/ یوسف: ۶۷]

''حکم تو اللہ کا ہے دوسرے کا نہیں۔ میرا اسی پر اعتماد ہے اور متوکل لوگوں کو بھی اسی پر اعتماد کرنا چاہیے۔''

⑤ سورۂ نمل کو دیکھو۔ اللہ تعالیٰ اہل کتاب پر حجت ختم فرماتا ہے۔ قرآن مجید کا ہدایت و رحمت ہونا اور پھر اہل کتاب کے مختلف فیہ مسائل کا فیصلہ اپنے حکم سے ظاہر کر کے ارشاد فرماتا ہے۔

﴿فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِیْنِ۝﴾ [۲۷/ النمل: ۷۹]

''اللہ پر اعتماد کرو، بے شک تو حق صریح پر ہے۔''

صحیحین میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں یہ پڑھا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَ بِكَ اٰمَنْتُ وَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِيْ اَنْتَ الْحَيُّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ)) [1]

''یا اللہ! میں تیرے سامنے سر جھکاتا ہوں، تجھ پر اعتماد کرتا ہوں۔ تجھ پر ایمان لاتا ہوں، تیری ہی جانب رجوع کرتا ہوں۔ تیری ہی مدد سے جھگڑتا ہوں۔ یا اللہ تیری عزت کی پناہ ڈھونڈتا ہوں۔ تیرے سوا تو کوئی معبود نہیں مجھے گمراہی سے بچا۔ تو ہی زندہ ہے جسے موت نہیں جن اور انسان تو مریں گے۔''

توکّل

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً فرماتے ہیں کہ توکل تو عمل قلب ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ توکل اعضا یا زبان کا کام نہیں اور اس کا شمار مدرکات و معلومات میں بھی نہیں بلکہ صرف دل سے ہے۔

سہل تستری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: توکل کے معنی یہ ہیں کہ ''اللہ کے سامنے خود کو مردہ وار بنا لے۔''

ابن عطا رحمہ اللہ فرماتے ہیں: توکل یہ ہے کہ تیرے دل میں اسباب کی جانب میلان نہ پایا جائے۔ خواہ اسباب کی ضرورت کتنی ہی ہو۔

واضح ہو کہ بزرگان سلف کے اس بارے میں اقوال مختلف ہیں۔ بعض نے ترک اسباب کا نام توکل رکھا اور بعض نے ترک اعتماد بر اسباب کا نام توکل بتایا۔ یہ یاد رکھنا چاہیے

---

[1] مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم ۶۸۹۹۔

کہ اعلیٰ مرتبہ یہی ہے کہ اسباب کو ترک نہ کرے مگر اسباب پر اعتماد کو کلیۃً ترک کر دے۔

واضح ہو کہ توکل کی ابتدا صفات ربوبیت، قدرت، کفایت اور قیومیت کے عرفان سے ہوتی ہے اور توکل کی انتہا علم الٰہی اور مشیت نامتناہی کی معرفت سے حاصل کی جاتی ہے۔ جس توکل کو ان مقامات سے حاصل نہیں کیا گیا وہ اہل ضلال کی توکل ہے۔

یاد رکھو کہ توکل کا برترین درجہ توحید پر منحصر ہے اور توکل کی حقیقت قلب کو جملہ علائق سے علیحدہ کر کے توحید پر جم جانا ہے۔

اسباب کا تعلق جوارح کے ساتھ لگا رہے گا۔ مگر اسباب کا تعلق قلب سے ذرا بھی نہ ہوگا۔ توحید قلب سے توکل ملتی ہے اور توکل سے توحید حاصل ہوتی ہے۔

موحد کی ہی شان ہے جس کے منہ سے نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ زیبا ہے۔

اسم الْوَکِیْل سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ تدابیر و اسباب مکاسب و اشغال سے علیحدہ نہ ہوں مگر قلب کو ان سب سے علیحدہ رہنے کی تعلیم دیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اسم الوکیل کا تعلق چندور چند اسماء حسنیٰ سے ہے۔ بیشک اسم اَلْوَکِیْل کو غفار، تَوَّاب، عَفُوٌّ، رَءُوْف، رَحِیْم، فَتَّاح، وَھَّاب، رَزَّاق و مُعْطِیْ اور مُعِزُّ اَلْمُذِلُّ اور خَافِضُ الرَّافِعُ اَلْمَانِعُ سے نہایت گہرا تعلق ہے اور امید ہے کہ ان اسماء حسنیٰ پر غور کرنے والا دین و دنیا کی بہتری و بہبودی کا جامع ہوگا۔

(45) اَلْقَوِیُّ جل جلالہ

قوت سے ہے۔ قوت کا استعمال قرآن مجید میں چند مقامات پر آیا ہے۔

سورۂ کہف میں ہے کہ جب ذوالقرنین نے تیسرا دورہ جانب شمال کیا تب وہاں کے باشندوں نے یاجوج ماجوج کی لوٹ مار کی شکایت کی تھی، اور ذوالقرنین کو خرچ (مصارف) دینے کا اظہار کیا تھا۔ تب ذوالقرنین نے نقدی لینے سے انکار کیا اور یہ کہا

﴿فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ﴾ [۱۸/الکہف:۹۵] ''مجھے کام کرنے والے آدمی درکار ہیں۔''

سورۂ انفال میں حکم ہے کہ مسلمان اپنی حدود و سلطنت پر قوّۃ کو موجود رکھیں:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ [۸/الانفال:۶۰]

''تم سے جہاں تک ہو سکتا ہے۔ دشمن کے لیے اپنی قوت اور طاقت کو تیار رکھو۔''

صحیح مسلم میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منبر قوّۃ کی تفسیر تیر افگنی (تیر اندازی) سے فرمائی تھی۔ اب مفسرین قوت کے تحت میں جملہ آیاتِ حرب کو مراد ربانی بتلاتے ہیں۔

سورۂ بقرہ و اعراف میں ہے کہ بنی اسرائیل کو شریعت دی گئی تو ان کو حکم دیا گیا تھا کہ

﴿خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ﴾ [۲/البقرۃ:۶۳، ۹۳۔ ۷/الاعراف:۱۷۱]

''جو ہم نے تجھے دیا ہے اسے قوت سے پکڑ رکھو۔''

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کی شرح میں ہے کہ نیکی کرنے کی طاقت اور بدی سے بچنے کی طاقت اللہ تعالیٰ ہی سے ملتی ہے۔ یہ شرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فرمودہ ہے۔

قرآن مجید میں یہ نام اللہ تعالیٰ کے لیے سورۂ انفال و مومن میں ﴿شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ کے ساتھ اور سورۂ حدید و شوریٰ و ہود و حج میں اسم اَلْعَزِيْزُ کے ساتھ مستعمل ہوا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ قوی ہے اور تمام قوتیں اسی سے حاصل ہوتی ہیں۔

☆..... اللہ تعالیٰ قوی ہے اور اسی نے جملہ مظاہر کو قوت ربانی سے ظہور بخشا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ قوی ہے اُس کا نام ضعیفوں کے لیے توانائی بخشنے والا ہے۔

دل کو قوت ایمان بخشتا ہے۔ روح کو قوت عرفان عطا کرتا ہے۔ قویٰ کو قوی بناتا ہے۔ جسم کو مضبوط بناتا ہے۔

اس اسم سے تخلق کرنے والے کو جملہ قوت ہائے ظاہری و باطنی کی درخواست اسی

سے کرنی چاہیے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ سورۂ ذاریات میں اللہ تعالیٰ کا نام ذُو الْقُوَّۃِ بھی آیا ہے اس اسم کے تحت یہ دعا یاد رکھنی چاہیے۔

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّنِیْ فِیْ رِضَاکَ ضُعْفِیْ وَخُذْلِیَ الْخَیْرَ بِنَاصِیَتِیْ وَاجْعَلِ الْاِسْلَامَ مُنْتَھٰی رِضَاءِ یْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّنِیْ وَ اِنِّیْ ذَلِیْلٌ فَاَعِزَّنِیْ وَ اِنِّیْ فَقِیْرٌ فَارْزُقْنِیْ))

''یا اللہ میں ضعیف و کمزور ہوں۔ میری کمزوری کو اپنی خوشنودی سے قوت والی بنا دے۔ میرے لیے بہبودی کو خاص کر دے اور اسلام کو میرے لیے سب سے بڑی آرزو بنا دے۔ یا اللہ! میں ضعیف ہوں مجھے قوت دے۔ میں ذلیل ہوں، مجھے عزت دے۔ میں فقیر ہوں مجھے رزق دے۔''

46 اَلْمَتِیْنُ جل جلالہ

مَتُنَ مَتَانَۃً صَلُبَ وَاشْتَدَّ وَقَوِیَ فاعل کے معنی میں مَتْن اور مَتِین آتے ہیں۔ اسم پاک ہونے میں متین کے معنی یہ ہیں: وہ ذات قوی جسے اپنے افعال میں مشقت، کلفت اور تعب (تھکاوٹ) لاحق نہیں ہوتی۔ قوی اور متین میں تھوڑا سا فرق ہے۔ قدرت میں بالغ و تام کو قوی کہتے ہیں اور قدرت میں مضبوط و شدید کو متین بولتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے: فَقَامَ مُمْتَنًا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری طاقت و استقامت سے قیام فرمایا۔

قرآن مجید میں یہ اسم ایک ہی جگہ سورۂ ذاریات میں آیا ہے اور اس کا استعمال ﴿ذُو الْقُوَّۃِ﴾ کے ساتھ ہوا ہے۔ فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ۝﴾ [۵۱/الذٰریٰت:۵۸]

''اللہ ہی ہے جو بہت رزق رساں قوت والا، طاقت والا ہے۔''

اللہ ہی ہے جو تمام مخلوق کو رزق رسانی فرماتا ہے۔ وہی ان تھک، طاقتوں والا، وہی لامحدود قوتوں والا ہے۔

مَتِیْــن اللہ تعالیٰ کا اسم اس لیے بھی ہے کہ وہ مستقل بالذات ہے۔ قائم بالذات خود ہے۔ کسی دوسری طاقت کا محتاج نہیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ متین ہے۔ ہر ایک استحکام و پائیداری اور شدت وقوت کا انضباط اس کے حکم سے ہے۔

اس اسم پاک سے تخلق کرنے والوں کو عقائد میں پختگی، اعمال میں مواظبت (ہمیشگی) حاصل کرنی چاہیے اور باوجود ہر قسم کی طاقت وحکومت وغیرہ کے اللہ تعالیٰ کے حضور میں خود کو خاضع وخاشع چاہیے۔

وِلَا سے ہے۔ وِلَا کے معنی محبت، صداقت، قرب، قرابت اور ملک ہیں۔

وَلِیَ یَلِیُ وَلِیًا. ''اس سے قرب ہوا، یا اس کا پیرو ہوا۔''

وَلِیَ وِلَایَۃً وَ وَلَایَۃً. اس پر قیام کیا، اس کا مالک ہوا، اس کی مدد کی۔

آیات ذیل پر غور کرو:

① ﴿فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ﴾ [۲/البقرۃ:۲۸۲]

''نابالغ کا ولی اُس کی طرف سے انصاف کے ساتھ نوشت لکھ دے۔''

② ﴿فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا﴾ [۱۷/بنی اسرآئیل:۳۳]

''مقتول کے ولی کو ہم قاتل پر قابو دیتے ہیں۔''

ہر دو آیات بالا میں ولی بمعنی قرابتی مستعمل ہوا۔

③ ﴿ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝﴾ [۴۱/فصلت:۳۴]

''دشمن نے ساتھ نیک سلوک کرو گے تو وہ بھی گرم جوش دوست ہو جائے گا۔''

④ ﴿وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝﴾ [۴۲/الشوریٰ:۸]

''ظالموں کی مدد، حمایت کوئی نہ کرے گا۔''

⑤ ﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ﴾ [۴۲/الشوریٰ:۹]

''کیا لوگ اوروں کو اللہ کے سوا اولیاء پکڑ رہے ہیں۔ ولی تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی ولا وولایت کے متعلق مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو:

(۱) ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [۲/البقرۃ:۲۵۷]

''اللہ تو ایمان والوں سے محبت کرنے والا ہے۔''

(۲) ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ [۳/آل عمران:۶۸]

''اللہ تو مومنوں کا ولی ہے۔''

(۳) ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ [۴۵/الجاثیہ:۱۹]

''اللہ تقویٰ والوں کا ولی ہے۔''

(۴) ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ﴾ [۳۲/السجدۃ:۴]

''اللہ کے سوا تمہارا کوئی ولی نہیں۔''

(۵) ﴿هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ﴾ [۱۸/الکہف:۴۴]

''پس تمام قدرت وطاقت اللہ ہی کے واسطے ہے، جو معبود برحق ہے۔''

(۶) ﴿اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ڮ﴾ [۷/الاعراف:۱۹۶]

''میرا ولی تو اللہ ہے، جس نے قرآن کو نازل فرمایا۔''

(۷) ﴿اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ﴾ [۱۲/یوسف:۱۰۱]

''اے رب! دنیا میں بھی تو ہی میرا رب ہے اور آخرت میں بھی تو ہی میرا ولی ہے۔''

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ؀﴾ [۲۹/العنکبوت:۴۱]

''جو لوگ اللہ کے سوا اوروں کو اولیاء بنا لیتے ہیں ان کی مثال اس مکڑی کی سی ہے جو گھر بنا لیا کرتی ہے اور سب گھروں سے زیادہ بودا، کمزور گھر تو مکڑی ہی کا گھر ہوتا ہے۔''

(۹) ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ؀ۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ؀ۭ﴾ [۱۰/یونس:۶۲،۶۳]

''یاد رکھو کہ اللہ سے محبت کرنے والوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ ان کا دل غمناک ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اور تقویٰ کیا کرتے ہیں۔''

☆..... بے شک اللہ تعالیٰ ہی ولی ہے اور بندوں کے سب کاموں کی تولیت اسی کو حاصل ہے۔

☆..... بے شک اللہ تعالیٰ ہی ولی ہے اور اس کی ولایت بندوں کو ایمان اور تقویٰ اور عبودیت سے حاصل ہوتی ہے۔

☆..... بیشک اللہ تعالیٰ ہی ولی ہے اور اسی کی ولاء محبت کا نتیجہ ہے کہ اس نے گمراہوں کی ہدایت کے لیے قرآن نازل کیا ہے۔

☆..... بیشک اللہ تعالیٰ ہی ولی ہے اور اسی کی صداقت اور محبت حاصل کرنے سے اللہ کے بندوں کو بھی اولیاء اللہ کا خطاب مل جاتا ہے۔ یہ وہ برگزیدہ بندے ہوتے

ہیں جو ایمان اور تقویٰ میں درجہ بلند رکھتے ہیں۔

☆..... بے شک اللہ تعالیٰ ہی ولی ہے۔ تدبیر وقدرت والا ہے۔ تصرف اور ملکیت والا ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کا نام مَوْلٰی بھی اس آیت میں ہے:

﴿وَاللّٰهُ مَوْلٰكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۝﴾ [۶۶/ التحریم:۲]

''تمہارا مولیٰ تو اللہ ہے، جو علم والا حکمت والا ہے۔''

﴿مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ ۭ﴾ [۶/ الانعام:۶۲]

''اُن کا سچا آقا تو اللہ ہی ہے۔''

اس اسم سے تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ خود کو اللہ ہی کی ملکیت اور غلامی میں داخل کریں اور اللہ ہی کو اپنا کارساز سمجھیں اور اللہ ہی کی محبت کو کامل صداقت کے ساتھ دل میں قائم کریں۔ اسے چھوڑ کر ادھر ادھر نہ بھٹکیں۔ سینہ میں دل ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کو ایک ہی کی نذر کر دیں جو وَاحِدُ الصَّمَد ہے جو اللہ ہے۔ اس اسم کے متعلق یہ دعا یاد رکھنی چاہیے:

((یَا وَلِیَّ الْاِسْلَامِ وَ اَهْلِهٖ ثَبِّتْنِیْ حَتّٰی اَلْقَاکَ))

''اے مالک اسلام کے اور اسلام والوں کے، مجھے اسلام پر قائم رکھ۔
یہاں تک کہ میں تیرے سامنے حاضر ہو جاؤں۔''

⑱ اَلْحَمِیْدُ جل جلالہ

حَمْد سے ہے اور فعیل بمعنی فاعل ہے۔

واضح ہو کہ تین الفاظ ہیں جو متقارب المعنیٰ ہیں۔ مدح، شکر اور حمد۔

مدح بہت ہی عام ہے۔ حتیٰ کہ نباتات اور جمادات کی تعریف پر بھی لفظ مدح کا اطلاق کیا جاتا ہے مثلاً یہ کہنا کہ ''یہ الماس نہایت قیمتی ہے۔'' الماس کے لیے مدح تو ہے مگر

شکر یا حمد نہیں۔

مدح کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ مدح میں جو صفت بیان کی جاتی ہے اس صفت کا ممدوح میں فی الواقع ہونا ضروری نہیں۔ شعراء زمانہ جو قصائد امرا و حکام کی تعریف میں لکھتے ہیں اُن کو اسی لئے مدح کہا جاتا ہے۔

مدح کے تیسرے معنی یہ ہیں کہ مدح قبل از نعمت ہوتی ہے اور ہو سکتی ہے۔ مگر شکر بعد از نعمت ہوگا۔

اب شکر کو لیجئے۔ یہ مدح سے خاص تر ہے۔ یعنی صرف محسن و منعم کے مقابلہ میں اس کا استعمال ہوگا۔ غیر ذوی العقول کے لیے نہ ہوگا۔ نیز عطا، نعمت اور بذل احسان کے بعد ہوگا، قبل نہ ہوگا۔

اب حمد کو لیجئے۔ وہ مدح اور شکر کے معانی کا جامع بھی ہے اور اُن سے کچھ زائد معانی بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔ لفظ حمد تو جملہ صفات جمالیہ کا جامع ہے۔ وہ ہر ایک وصف کو جو قدرت و حکومت، الٰہیت و عظمت پر حاوی ہے۔ اپنے اندر احاطہ کیے ہوئے ہے۔ نبی علیہ السلام کی اس دعا پر غور کرو۔

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ)) [1]

”یا اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس لیے کہ تیرے ہی لیے سب صفات ہیں، تو ہی معبود ہے۔ اے احسان کرنے والے، اے پیدا کرنے والے آسمان و زمین کے، اے صاحب بزرگی اور عزت کے، اے زندہ، اے قائم۔“

---

[1] مسند احمد ۳/ ۱۵۸۔ ابوداؤد، کتاب الوتر، رقم ۱۴۹۵۔ ترمذی، کتاب الدعوات، رقم ۳۵۴۴۔

غور کرو کہ پہلے اللہ تعالیٰ کو حمد کا مالک اور اس کی تفصیل میں الوہیت، حناتت منّت، ابداع، جلال واکرام اور حیات وقیام کا ذکر فرمایا۔ اس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ حمد کس قدر جامع لفظ ہے۔ سورۂ فاتحہ میں ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۗ﴾ [۱/الفاتحۃ:۴،۳،۲]

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عام، رحمت کاملہ اور رحم تام اور ملکیت دوام کا ذکر فرمایا اور تب اس کا حمد کے ساتھ مختص و مالک ہونا ظاہر کیا۔

حدیث شریف میں ہے:

((اَلتَّسْبِيْحُ نِصْفُ الْمِيْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ يَمْلَؤُهُ)) [1]

سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنے سے میزانِ عمل آدھی بھر جاتی ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کا کہنا اس کے پلڑے کو پورا بھر دیتا ہے۔

توصیف کے دو ہی پہلو ہوتے ہیں۔ منفی اور مثبت سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنا منفی صفت ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جملہ عیوب و نقائص اور ارجاس وادناس سے پاک ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا مثبت صفت ہے اور اسکے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جملہ صفاتِ جمال اور محامدِ کمال اور محاسن جلال کا مالک ہے۔

اب قرآن مجید میں استعمال حمد کی آیات پر غور کرو۔

① ﴿فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ لَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾ [۴۵/الجاثیۃ:۳۷،۳۶]

"اللہ کے لیے حمد ہے جو آسمانوں کا رب ہے، جو زمین کا رب ہے، جو

[1] جامع الترمذی کتاب الدعوات، رقم ۳۵۱۸۔

سب عالموں کا رب ہے۔ آسمانوں اور زمین میں کبریائی اسی کے لیے ہے۔ وہی ہے کہ غالب بھی ہے اور حکمت والا بھی۔''

غور کرو کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو بیان کیا اور ربوبیت کی وسعت کی وضاحت کی۔ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا ذکر کیا اور اس کبریائی کے موطن بتلائے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی عزت و حکمت کا بیان فرمایا اور ان صفات کے بعد اُس کی ذات کے لیے حمد کا اختصاص واضح کیا۔

② ﴿وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ○ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ [۳۰/الروم:۱۸،۱۹]

''آسمانوں اور زمین میں عشاء کو اور ظہر (کے وقت) کو حمد اسی کی ہوتی ہے۔ وہی ہے جو مردہ سے زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے۔ وہی ہے جو مردہ زمین کو زندگی بخشتا ہے۔''

غور کرو کہ تبدیلیٔ اوقات اور تبدیلیٔ حالات اور تقلب مخلوقات کی صفات پر حمد کو مبنی فرمایا ہے۔

③ ﴿وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○﴾ [۲۸/القصص:۷۰]

''وہی ہے جو اللہ ہے اور کوئی معبود نہیں۔ معبود تو وہی ہے، ازل و ابد میں حمد اور حکم اسی کو حاصل ہے اور سب نے اُسی کے سامنے حاضر ہونا ہے۔''

زمانہ کی اولیت و آخرویت پر حمد کو حاوی فرمایا اور الوہیت کے اختصاص سے حمد کی خصوصیت کا اظہار کیا۔ ان سب معانی کو پیش نظر رکھ کر اللہ تعالے کا حمید، مالک الحمد ہونا معلوم کرو۔ اب یہ بھی یاد رکھو کہ حمد کو اسلام کے ساتھ بھی ایک عجیب خصوصیت ہے۔

(۱) کتاب کا آغاز حمد سے ہوتا ہے۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام محمد اور احمد ہے اور دونوں اسماء مبارکہ اشتقاق حمد سے ہے۔

☆..... **محمد** وہ ہے: جس کی حمد و ثنا مخلوق نے تمام مخلوق سے بڑھ کر کی ہو۔

☆..... **احمد** وہ ہے: جس نے رب العالمین کی حمد و ثنا تمام مخلوق سے افضل تر اور فزوں تر کی ہو۔

ترا محمد و احمد زمین خواند د زمان ۔۔۔ حمید باشد و محمود ذات سُبحانی

فزون تراز تو کسے را نہ حمد گفت جہان ۔۔۔ نہ برتر از تو کسے گفت حمدِ یزدانی

تو آفتابی و از حمد سر برآوردہ ۔۔۔ تو ماہ و بر فلک مجد نور افشانی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام شفاعت کا نام "**مقام محمود**" ہے اور حضور کے اس نشان محمدی کا نام جس کے تحت سیدنا آدم اور ان کے جملہ فرزندان مکرم یعنی انبیا و رسل ہوں گے "لِوَاءُ الْحَمْد" ہے۔

حضور کی اُمت کو میدان محشر میں "**حَمَّادُوْنَ**" کہہ کر پکارا جائے گا۔ حضور کی ازواج مطہرات، نساء امت کو "**حمادیات**" کا لقب دیا گیا۔ جو شرم و حیا سے نگاہ نیچی رکھتی ہیں۔ جن کی آنکھ غیر کو دیکھنا پسند نہیں کرتی۔

اب اسم **حمید** کے استعمال کی حالت دیکھو کہ قرآن مجید میں کن کن اسماء حسنٰی کے ساتھ مستعمل ہوا ہے۔

① ﴿اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ [۱۱/ ہود: ۷۳]

"وہ تو حمد والا مجد والا ہے۔"

② ﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾ [۴۱/ حٰم السجدۃ: ۴۲]

"یہ تو حکمت والے، حمد والے کا اتارا ہوا ہے۔"

③ ﴿وَ هُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ [۴۲/ الشوریٰ: ۲۸]

"وہ تو ولا کرنے والا۔ حمد والا ہے۔"

④ ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾ [۲/ البقرة: ۲۶۷]

''جان لو کہ اللہ تعالیٰ غنی اور حمید ہے۔''

یہ اقتران بتلاتا ہے کہ مجد و حکمت اور غناء و دولانیت کے احکام اسم حمید میں داخل ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ ہی جملہ ستائش کا مالک ہے۔ جملہ محامد کا مالک ہے۔ اہل ایمان کو اسی کی تحمید و تمجید و تہلیل و تکبیر سے خانۂ دل کو آباد و شاد رکھنا چاہیے۔

اور اس اسم سے تخلق کرنے والوں کو محمود الافعال اور محمود الصفات بننے کی سعی کرنا چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تہجد میں ہے:

((اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَنْ فِیْھِنَّ وَ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَ لَکَ الْحَمْدُ وَ اَنْتَ الْحَقُّ وَ وَعْدُکَ الْحَقُّ)) [1]

''اے اللہ! اے ہمارے رب! حمد تیرے ہی لیے ہے۔ آسمانوں اور زمین اور سب کا جو ان کے اندر ہیں قائم رکھنے والا تو ہی ہے۔ ہاں تیرے ہی لیے حمد ہے۔ آسمانوں اور زمین اور ان کی سب چیزوں کا نور تو ہی ہے۔ ہاں تیرے ہی لیے حمد ہے آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر کی سب اشیاء کا بادشاہ تو ہی ہے۔ حمد کا مالک تو ہی ہے۔ تو ہی حق ہے اور تیرا فرمودہ بھی حق ہے۔''

㊾ الحیّ جل جلالہ

حیات سے حیّ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام اَلْحَیُّ اس لیے ہے کہ وہ لوازم حیات، علم و قدرت، سمع و بصر اور ارادت و کلام والا ہے۔ وہ حیات ذاتیہ کا مالک ہے۔ اس نے ان

---

[1] مسلم صلاۃ المسافرین، رقم ۱۸۰۸، بخاری کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ وجوہ یومئذ ناضرۃ، رقم ۷۴۴۲۔

کمالات کا مظاہر عالمِ ظہور میں دکھلایا ہے۔

(50) اَلْقَیُّومُ جل جلالہ

قیام سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام اَلْقَیُّوْمُ. القیوم اس لیے ہے کہ وہ بذاتِ خود قائم ہے۔ اس کا قیام کسی دوسری شے پر منحصر نہیں۔ دیمومتِ ذات (ہمیشگی) اسی کو حاصل ہے اور قیامِ ذات کی عزت کا وہی مالک ہے۔

واضح ہو کہ قرآن مجید میں اسم حیّ صرف ایک جگہ اکیلا آیا ہے:

﴿هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ﴾ [۴۰/المؤمن:۶۵]

''وہی ہے جو زندہ ہے اسکے سوا معبود بھی کوئی نہیں۔ تم اس کو پورے خلوص کے ساتھ پکارا کرو۔''

باقی تین مقامات پر اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ مجتمعاً آیا ہے:

① ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ [۲/البقرۃ:۲۵۵]

''اللہ ہے، اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، وہی تو زندہ و توانا ہے۔''

② ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ [۳/آل عمران:۲]

''اللہ ہے، اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، وہی تو زندہ و توانا ہے۔''

③ ﴿وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ﴾ [۲۰/طٰہٰ:۱۱۱]

''زندہ و توانا اللہ کے سامنے سب چہرے جھک جائیں گے۔''

اَلْحَيُّ جب کہ علم باری تعالیٰ ہے تو اس کے معنی ہیں۔ باقی علی الابد، دائم بلا زوال جو ہمیشہ سے موجود اور ہمیشہ سے صفت حیات سے موصوف ہے۔ نہ کبھی عدم اس کے سابق حال ہوا اور نہ کبھی موت اس کے لاحق حال ہوگی۔ دیگر مخلوقات کے لیے ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾ [۲۸/القصص:۸۸] کا فرمان جاری ہے۔

اَلْقَیُّوْمُ کے معنی مجاہد نے "ہر شے پر قائم" بتلائے ہیں۔ وہ قائم ہے دائم ہے موجود ہے۔ لازوال ہے۔ غیر متغیر ہے۔

جامع ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور کو کچھ پریشانی لاحق ہوتی تو پڑھا کرتے ((یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ)) [1]

ایک بار سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پڑھنے کو فرمایا تھا:

((یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ وَ لَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ.)) [2]

"اے زندہ رہنے والے! اے قائم رہنے والے! میں تیری رحمت کی فریادی ہوں، مجھے میرے نفس پر ایک چشم زدن کے لیے بھی مت چھوڑنا۔"

جامع الاصول میں بحوالہ رزین، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مرفوعاً ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔

((یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا حَیُّ حِیْنَ لَا حَیَّ یَا مُحْیِیْ یَا مُمِیْتُ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ))

"اے زندہ و توانا! جب کوئی بھی زندہ نہ رہے گا اس وقت بھی تو ہی زندہ ہو گا، اور اے انعام والے۔"

وَحْدَت یگانگی اس کا فعل باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے آتا ہے۔ وَحِدَ وَحَادَةً وَ وُحُوْدَةً، وَ وُحُوْدًا، وَحْدًا وَ وَحْدَةً.

---

[1] ترمذی، ابواب الدعوات، باب قول یا حی یا قیوم، رقم ۳۵۲۴۔

[2] مستدرک حاکم، کتاب الدعاء، ۱/ ۵۴۵، الترغیب والترھیب: ۱/ ۲۷۳۔

☆..... وحید اس کا فعیل ہے، جس کے معنی یگانہ ہیں۔

☆..... توحید اس کا تفعیل ہے، جس کے معنی یگانہ گردانیدن ہیں۔

☆..... توحد اس کا تفعل ہے، جس کے معنی یگانہ شدن ہیں۔

قرآن پاک میں لفظ واحد بطور اسم پاک اکیس مقامات پر آیا ہے اور غور کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ اس کا اقتران یا تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ ہوا ہے یا قَهَّارٌ کے ساتھ۔

یعنی لفظ واحد ایسا وحدت پسند ہوا کہ ترکیب اقترانی میں بھی وہ ایسے کلمہ یا اسم کے ساتھ مستعمل ہوا ہے کہ وہ خود بھی شرکت سے دور ہیں۔

﴿اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ﴾ [۳۴/سبا:۴۶]

''تم کو صرف ایک بات نصیحت کی کہتا ہوں۔''

﴿وَ مَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًاۙ﴾ [۷۴/المدثر:۱۱]

''وہ جسے میں نے تنہا بلا شرکت غیرے پیدا کیا ہے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صفت میں ہے:

((لَقَدْ اَحَدَتْ بِهٖ اُمُّهٗ))

''ان کی ماں نے یکتا، بے مثل جنا۔ اس کی ماں نے اسی کو جنا۔''

بے شک اللہ تعالیٰ واحد ہے اور اسی کی وحدت ذاتی ہے۔

مخلوق میں سے کسی کو بھی ایسی وحدت حاصل نہیں جسے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ذات پاک کے سوا جملہ اعیان واجسام کا ظہور دو اصلوں سے ہے۔ آدم علیہ السلام جو یقیناً ماں باپ کے بغیر پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش کی اصل یہی پانی اور مٹی ہے۔ پس جب جملہ اعیان اجسام کی پیدائش اَصلَین پر مبنی ہے تو ثابت ہو گیا کہ الواحد اللہ تعالیٰ ہی کا پاک نام ہے۔

واضح ہو کہ اعداد میں بھی سب سے پہلے عدد کو واحد (ایک) بولا جاتا ہے۔ یہ تو صفت

عددی ہے، نہ وصف ذاتی۔ لیکن علماء ربانی اس سے بھی اللہ تعالیٰ کے عرفان کی دلیل حاصل کر لیتے ہیں۔

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کسی دہریہ نے پوچھا کہ اللہ سے پہلے کیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ تجھے گنتی کرنا آتا ہے؟ وہ بولا: ہاں، فرمایا: گنو۔ وہ گننے لگا، ایک، دو، تین چار، فرمایا: ایک سے پہلے کیا تھا؟ وہ بولا ایک سے پہلے کچھ نہیں۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ بھی واحد ہے اور واحد سے پہلے کچھ نہیں ہوتا۔ وہی سب سے پہلے ہوتا ہے۔

احادیث پر نگاہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو کیسے کیسے اسالیب پاک سے بیان فرمایا گیا ہے:

① ((اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِيْ مِنْ نِعْمَةٍ اَوْبِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَ لَكَ الشُّكْرُ)) [1]

”یا اللہ! جو نعمت آج مجھے حاصل ہے، یا تیری خلقت میں سے کسی اور کو حاصل ہے وہ سب تیری جانب سے ہے۔ تو واحد ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ حمد بھی تیرے لیے ہے اور شکر بھی تیرے لیے۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے یہ دعا صبح پڑھ لی۔ اس نے دن کا حق ادا کر دیا۔ جس نے شام کو پڑھ لی۔ اس نے رات کا حق ادا کر دیا۔

② ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ)) [2]

”اللہ کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں ۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک

---

[1] ابوداؤد کتاب الادب، رقم ۵۰۷۳۔

[2] بخاری: کتاب الدعوات، باب الدعاء اذا اراد سفرا أو رجع، رقم ۶۳۸۵۔ مسند احمد ۲/ ۵۔

نہیں۔ ملک بھی اسی کا ہے اور حمد کا مالک بھی وہی ہے اور وہی سب چیزوں پر قدرت رکھتا ہے۔ ہماری بازگشت اور توبہ اور عبادت اور سجدہ اور حمد اللہ ہی کے لیے ہے۔ اللہ نے اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی۔"

یہ دعا حضور سفر سے واپسی کے وقت پڑھتے اور دعا سے پہلے تین بار اللہ اکبر کہہ لیتے۔

③ ((لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ)) [1]

"اللہ ایک ہی ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔"

((لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ)) [2]

"اللہ ایک ہی ہے جو معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہی ہے اسی کے لیے حمد ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بہتر ذکر جو میں نے کہا اور جو مجھ سے پہلے انبیا نے کہا وہ یہی ہے۔

④ ترمذی بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی شخص ایک دن میں سو بار یہ وظیفہ کر لے، اسے دس غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ہوگا۔ سو نیکیاں اس کی لکھی جائیں گی۔ سو بدیاں اس کی مٹادی جائیں گی اور اس روز اسے شیطان سے حفاظت ہوگی اور اس روز اس سے اچھے عمل والا صرف وہی ہوگا جس نے یہی کلمات اس سے زیادہ دفعہ کہے ہوں گے۔"

((لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ)) [3]

---

[1] ابن ماجہ کتاب الادب، رقم ۳۷۹۸، ابوداود: کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، رقم ۵۰۷۱۔
[2] ابن ماجہ: ابواب الادب، رقم ۳۷۹۸، بخاری کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، رقم ۸۴۴۔
[3] ابن ماجہ ابواب الادب، رقم ۳۷۹۸۔

''اللہ ایک ہی ہے جو معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہی ہے، اسی کے لیے حمد ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔''

الغرض، ان ادعیہ کی نظم الفاظ پر تدبر کرو کہ وَحْدَهٗ کو کس طرح اول، آخر کلمات اثبات توحید ورد شرک سے مشید وئید بنایا گیا ہے۔ جملہ روایات میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور لَا شَرِیْکَ لَهٗ بعد میں اور اسی سے معنی وحدت ہویدا ہوجاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدت اس کا اُلوہیت میں منفرد ہونا اور شرکت غیری سے پاک تر ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یکتائی، اس کا بے مثل، بے نظیر ہونا ہے۔ وہ ایک ہے، یکتا ہے، بے ہمتا ہے۔

واضح ہو کہ توحید کے معنی قرآن مجید نے اسالیب بدیعہ اور عبارات عالیہ اور امثلہ نفیسہ سے بڑی وضاحت اور متانت اور صحت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔

(الف) اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت پر خود بھی شہادت ادا کی۔ ﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ [۳/آل عمران:۱۸] اللہ تعالیٰ نے اس امر پر شہادت دی کہ اس کے سوا اور کوئی بھی استحقاق الوہیت نہیں رکھتا، اس شہادت کا ہونا ضروری تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی ہمیں اپنا عرفان عطا نہ فرماتا تو بندہ کے لیے عرفان صحیح تک پہنچنا دشوار تھا۔

((لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ)) [1]

''میں تیری ثنا کا شمار نہیں کر سکتا۔ تیری ثنا وہی ہے جو خود تو نے فرمائی۔''

رب العالمین کی یہ شہادت ہی بیان و تعریف اور دلالت پر متضمن ہے اور اسی نے سمع و بصر و عقل کو شنوا و بینا و شناسا بنا دیا ہے اور اہل ایمان کے سامنے مسائل توحید کو واضح و اظہر و اثبت کر دیا ہے۔

(ب) اس شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رُسل و انبیا کو کھڑا کیا ہے۔ جن کی تعلیم دلوں کے قفل کھول دیتی، آنکھوں کے حجاب دور کر دیتی اور گوش کی گرانی کھو دیتی ہے۔

---

[1] ابوداود: کتاب الوتر، باب القنوت فی الوتر، رقم ۱۴۲۷۔ نسائی: کتاب قیام اللیل، باب الدعاء فی الوتر، رقم ۱۷۴۸۔ ابن ماجہ، اقامۃ الصلوٰۃ، رقم ۱۱۷۹۔ مسند احمد ۱/۹۶۔

تصویب نظر کا طریق انہی کے نمونہ سے حاصل ہوتا ہے۔

(ج) ان بیانات وارشادات کی تائید میں صنائع الٰہیہ ہیں۔ جن کی صنعت وتاثیر اور افعال توحید الٰہی پر دلالت تام وکاملہ رکھتے ہیں۔

(د) ان سے آگے بڑھ کر مومن کا وہ اطمینان قلب وکشف غطا اور وہ شہود حقائق ہے جو تعلیم ربانی کے مقصود کو موجود بنا لیتی ہے۔ جو مطلوب کو مشہود ٹھہرا دیتی ہے اور جس سے وہ توحید خالص (جو مشبہین ومعطلین اور اہل حریت کے کلمات سے بہت صاف بہت روشن اور بہت بلند ہے) مبرہن ہو جاتی ہے اور ایمان کو کامل، روح کو منور اور یقین کو حقیقت بنا دیتی ہے۔

تب بندہ بندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کا ادب وجلال اس کے قلب پر متمکن ہو جاتا ہے اور اس حالت میں قولاً، فعلاً، عملاً بندہ کو موحد ہونے کا درجہ مل جاتا ہے۔

انوار توحید، ان آیات میں دیکھو:

① ﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ [۲۱/الانبیاء:۲۵]

''تجھ سے پہلے جتنے رسول بھی ہم نے بھیجے ان کو ہم نے یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا اور کوئی الوہیت والا نہیں لہٰذا تم سب میری ہی عبادت کرو۔''

② ﴿وَ سْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ﴾ [۴۳/الزخرف:۴۵]

''تم سے پہلے جو ہم نے اپنے رسول بھیجے ان سے پوچھ دیکھو کیا ہم نے (خدائے) رحمٰن کے سوا دوسرے معبود ٹھہرا دیئے تھے کہ ان کی پرستش کی جائے۔''

③ ﴿ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴾ [٢١/الانبیآء:٢١]

''کیا انہوں نے زمین کی مادی اشیا کے معبود بنائے ہیں۔ کیا وہ زندہ بھی کر سکتے ہیں۔''

④ ﴿ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴾ [٢١/الانبیآء:٢٢]

''اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور بھی کوئی معبود ہوتے۔ تب زمین و آسمان دونوں ہی تباہ ہو گئے ہوتے۔ پس اللہ رب العرش ان مشرکوں کی باتوں سے پاک ہے۔''

⑤ ﴿ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ ﴾ [٢١/الانبیآء:٢٤]

''کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو معبود بنا رکھا ہے۔ کہہ دے کہ تم اپنے برہان تو پیش کرو۔ میری کتاب اور مجھ سے پہلوں کی کتابیں تو موجود ہیں۔ ان ہی میں سے کسی میں اپنا مطلب نکال کر ثابت کرو۔''

قرآن مجید میں جملہ انبیا کی زبان سے یہی حکم جاری کیا گیا ہے۔

⑥ ﴿ اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ ﴾ [٧/الاعراف:٥٩-٢٣/المومنون:٣٢]

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ ﴾ [١٦/النحل:٣٦]

''اللہ ہی کی عبادت کرو اور تو کوئی بھی تمہارا معبود نہیں۔ ہر ایک امت میں ہم نے رسول بھیجے اسی پیغام کے ساتھ کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔''

اس آیت میں ہر ایک اُس چیز کی پوجا جو اللہ کے سوا کی جائے، طاغوت بتلایا گیا

ہے۔اس لیے کہ شرک کی طغیانی کا وہ سبب ٹھہری۔

آیات بالا میں توحید کی فنا و بقا بتلائی گئی ہے۔نفی غیر فنا ہے اور اثبات حقیقت الوہیت بقا ہے۔

اثبات کی حقیقت یہ ہے کہ عبادت اور محبت اور خشیت و اطاعت اللہ ہی کے لیے ہو۔ کسی غیر کے لیے نہ ہو۔

مندرجہ ذیل آیات قرآنی پر غور کرو:

① ﴿قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [٦/الانعام:١٤]

''کہہ دے کہ کیا اللہ کے سوا (جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے) اور کسی سے میں دل لگاؤں؟''

② ﴿اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا﴾ [٦/الانعام:١١٤]

''کیا میں اللہ کے سوا اور کسی کو فیصلہ کرنے والا پسند کروں گا۔''

③ ﴿قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ [٦/الانعام:١٦١،١٦٢]

''ان سے کہہ دیجئے کہ میرے رب نے مجھے تو صراط مستقیم کی ہدایت کر دی ہے۔یہی وہ دین ہے جو قیم اور مضبوط ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تو بالکل مشرک نہ تھے۔کہہ دیجئے! میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

☆..... یہی وہ توحید ہے، جس کی طرف تمام رسل، انبیا دعوت دیتے رہے۔

☆..... یہی وہ توحید ہے، جو نجات کی کلید ہے۔

☆..... یہی وہ توحید ہے، جس پر زمین و آسمان کا قیام ہے اور اسی توحید کا مالک الواحد

ہے۔ بندہ کو اس اسم پاک کے ساتھ تعلق خاص پیدا کرنا چاہیے تا کہ بندہ شرک اور اس کے جملہ اقسام سے علیحدہ، پاک، منفرد اور صاف ہو جائے۔

(52) اَلْاَحَدُ جل جلالہ

واضح ہو کہ ائمہ لغت کے نزدیک احد دراصل وحد تھا۔ واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا گیا ہے۔ ہاں معنی کے اعتبار سے بھی واحد اور احد ایک ہی سمجھے جاتے ہیں۔ علامہ میر درد دہلوی لکھتے ہیں کہ جامع الدعوات بیہقی اور سنن ترمذی میں اسم احد نہیں ہوا۔ البتہ جامع الاصول ابن اثیر کی روایت میں وَاحِدُ الْاَحَدُ مروی ہے۔

ہر دو اسماء کے متحد المعنی ہونے کا راز یہ بھی ہوگا کہ ہر دو اسماء توحید خالص پر دال ہیں اور ایسے اسماء اصلاً و معناً و دلالۃً بھی ایک ہی ہونے چاہئیں۔

علماء معانی نے ہر دو اسماء کی کچھ خصوصیات بھی بیان کی ہیں۔

☆ واحد وہ ہے جو عدیم التجزی ہے یعنی جس کا تجزیہ نہیں ہو سکتا۔

☆ احد وہ ہے جو عدیم التثنی ہے یعنی جس کی نظیر کوئی نہیں۔

لفظ واحد کا اطلاق محل اثبات میں دیگر اشیا پر بھی ہو جاتا ہے۔ جیسے رجل واحد و درھم واحد (ایک آدمی۔ ایک روپیہ) مگر لفظ احد کا اطلاق اثباتاً اللہ کے سوا اور کسی پر نہیں ہوتا۔ ہاں لفظ احد کا استعمال نفی دیگر میں ہوتا ہے اور اس وقت نفی نہایت مکمل نفی ہوتی ہے۔ مثلاً ﴿لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝﴾ [۱۱۲/الاخلاص: ۴] پر غور کرو کہ کفو الٰہی کی نفی لفظ احد سے کی ہے اور یہ ایسی نفی ہے کہ اس کے بعد کوئی استثناء وغیرہ نہیں ہو سکتا۔ (ترجمہ) ''نہ اللہ کا کفو کوئی بھی تو نہیں۔''

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید میں لفظ احد بطور اسم پاک صرف ایک ہی مقام ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝﴾ [۱۱۲/الاخلاص: ۱] میں مستعمل ہوا ہے اور یہ بھی دلائل احدیت میں سے ایک عجیب دلیل ہے۔ احدیت اپنی شان میں ایسی مکمل ہے کہ تکرار لفظی بھی نہیں ہوا اور ... ہے

خوب!

اب یہ بھی غور کرو کہ اس مقام پر بھی اسم احد، الف لام تعریف سے مستغنی ہے یعنی اسم احد اپنی ایسی شان میں جلوہ گر ہے کہ تعریف کی ضرورت نہیں اور احدیت ایسے کمال میں ہے کہ کسی زائد حرف کا نفاذ بھی نہیں ہوا۔

حدیث میں ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ نے اَلتَّحِیَّات کے تشہد میں دو انگلیوں سے اشارہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَحِدْ اَحِدْ)) ''ایک انگلی سے، ایک انگلی سے۔'' یعنی جب مشارٌ الیہ ایک ہے، احد ہے تو اس کے لیے بوقت اشارت بھی دو انگلیوں کی حرکت سے اشارہ روا نہیں۔

اللہ تعالیٰ احد ہے۔ وحدت ذاتیہ والا۔ اس کی وحدت ذاتی ہی اس کی احدیت ہے۔ سورۂ اخلاص میں رب العالمین کی صفت فرمائی گئی ہے تو اسم جلالت کے ساتھ سب سے مقدم تر صفت احدیت میں فرمائی گئی ہے۔

اہل توحید کو لازم ہے کہ احدیت سے اپنی توحید کو مکمل کریں۔ شرکِ ظاہری و باطنی اور خفی و جلی سے قلوب کو پاک کریں۔

نیت و افعال و اعمال میں توحید اور اخلاص اور صدق کا پیدا کرنا، اُن کی مواظبت و حفاظت، بندہ کو اسم پاک احد کے انوار سے فیض یاب کر سکتی ہے۔

اس اسم پاک کے لغوی معانی بھی ہیں اور شرعی بھی۔ ائمہ لغت نے بیان کیا ہے:

☆ ..... صمد وہ ہے جس میں جوف (کھوکھلا پن) نہ ہو۔

☆ ..... صمد وہ ہے جس میں احشا نہ ہو۔

☆ ..... صَمَد وہ ہے جس میں سے کوئی شے خارج نہ ہو۔

☆ ..... صَمَد وہ ہے جس کی احتیاج (ضرورت) سب کو ہو۔

اس معنی میں شعراء قبل از اسلام کے اشعار بھی ہیں:

الابکر الناعی بخیر بنی اسد   بعمر و بن مسعود بالسید الصمد

دوسرا کہتا ہے:

علوتہ بحسامی ثم قلت لہٗ   خذھا حذیف فانت السید الصمد

ائمہ دین کے اقوال یہ ہیں:

☆...... صَمَد وہ حی القیوم ہے، جسے زوال نہیں۔ [حسن بصری رحمہ اللہ]

☆...... صَمَد وہ سید ہے، جسے کامل سیادت حاصل ہو۔ [اعمش عن شقیق]

☆...... صَمَد وہ سید ہے، جو سیادت میں کامل ہو۔ وہ مالک شرف ہے، جو شرف میں کامل ہو۔ وہ عظیم ہے، جو عظمت میں کامل ہو۔

☆...... وہ حَلِیْم ہے جو حلم میں کامل ہو۔

☆...... وہ عَلِیْم ہے جو علم میں کامل ہو۔

☆...... وہ حَکِیْم ہے جو حکمت میں کامل ہو۔

☆...... صَمَد وہ ہے جو جملہ انواع شرف وسیادت میں کامل ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی بھی صَمَد ہونے کی شان نہیں رکھتا۔ اس کا کوئی کفو (ہمسر) نہیں۔ اس کی کوئی مثل نہیں واحد اَلْقَهَّار۔ وہی ہے۔ [علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ]

☆...... صَمَد وہ ہے جو کھانا نہ کھائے۔ [حکیم ابن ابان عن عکرمہ]

☆...... صَمَد وہ ہے جو نہ کھائے نہ پیے۔ [شعبی رحمہ اللہ]

صَمَد وہ ہے جو پیدا شدہ نہ ہو۔ جس سے کوئی پیدا نہ ہو کیونکہ ہر ایک پیدا ہونے والی شے کے لئے موت ہے ہر ایک مرنے والے کے لیے وارث ہے۔ اللہ کے لیے نہ موت ہے نہ وارث ہے، کوئی اس کا کفو نہیں کوئی اس کا مشابہ نہیں۔ کوئی اس کے برابر کا نہیں کوئی اس کی مثال کی مثال جیسا بھی نہیں۔

☆...... صَمَد میں معنی جامعیت پائے جاتے ہیں۔ مثلاً مکان، مرتفع، مضبوط کو اہل لغت مصمود کہتے ہیں۔ قوت وتماسک واجتماع اجزا کی اوصاف کی وجہ سے۔ پس صمد وہ ہے جو اپنی

ہستی میں مجتمع قوی ثابت ہو اور باقی سب لوگ اس کے احتیاج مند و دست نگر ہوں۔ وہی مرجع حاجات ہو اور منتہی کمالات۔ [ابن تیمیہ رحمہ اللہ]

☆...... صمد وہ ہے جو سید سب پر حکمران۔ [امام بخاری رحمہ اللہ]

واضح ہو کہ یہ اسم پاک بھی صرف سورۂ اخلاص میں آیا ہے۔ قرآن مجید کے دیگر کسی مقام پر نہیں آیا جس طرح بلحاظ معنی عجیب ہے۔ اسی طرح بلحاظ استعمال غریب ہے۔

54 القادر جل جلالہ

انداز ہ، قدرت و توانائی۔

☆...... اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ جملہ ممکنات کی ایجاد، اسی کی قدرت کا جلوہ ہے۔

جملہ تغیرات ارضی و سماوی، روحی و مادی اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے سب کی طاقتیں ہیچ ہیں اور اس کی قدرت کے سامنے سب کے دعاوی ہیچ ہیں۔

☆...... اللہ تعالیٰ قادر ہے جو ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۝﴾ [۵۴/ القمر: ۴۹]

''ہم نے ہر شے کو اندازہ کے موافق پیدا کیا۔'' کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ قادر ہے اور ﴿قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝﴾ [۶۵/ الطلاق: ۳] ''اللہ نے ہر شے کی ایک خاص قدر رکھی ہے۔'' اُس کی شان ہے۔

☆ . . اللہ تعالیٰ قادر ہے اور ﴿وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ﴾ [۲۳/ المؤمنون: ۱۸]

''ہم نے پانی کو اوپر سے اندازہ کے موافق اتارا ہے۔'' سے اس کی قدرت نمودار ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ قادر ہے اور ﴿نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ﴾ [۵۶/ الواقعۃ: ۶۰]

''ہم نے موت و زندگی کو تمہارے درمیان اندازہ کے موافق رکھا ہوا ہے۔'' سے اس کی قدرت ثابت ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ قادر ہے اور ﴿فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ ۝﴾ [۷۷/ المرسلات: ۲۳] ''ہم

نے اندازہ کیا اور ہم بہتر قدرت والے، بہتر اندازہ والے ہیں۔" سے اس کی توانائی آشکار ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ قادر ہے ﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ﴾ [۳۶/یس:۳۹] "ہم نے چاند کی منزلوں کو مقدر کر رکھا ہے۔" سے زمین و آسمان کا زیر قدرت ہونا ثابت ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ قادر ہے اور کوئی انسان نہ اس کی قدرت کا اندازہ کر سکتا ہے اور نہ اس کی شان کے موافق اس کی تعظیم کر سکتا۔ ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ [٦/الانعام:۹۲، ۲۲/الحج:۷۴] "اللہ کی عزت کا اندازہ یہ لوگ کر نہیں سکتے۔"

☆...... پس اَلْقَادِرُ اللہ تعالیٰ کا نام اس لیے بھی ہے کہ وہ قدرت والا ہے اور اس لیے بھی کہ قدر و اندازہ کا مالک ہے۔

قرآن مجید میں قَدِیْرٌ بھی بطور اسم پاک آیا ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ﴾ [١٦/النحل:۷۰]

"اللہ تعالیٰ تو علم والا ہے، قدرت والا ہے۔"

﴿وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ﴾ [۳۰/الروم:۵۴]

"اللہ تعالیٰ تو علیم و قدیر ہے۔"

اور بطور وصف تو یہ ۳۷ مقامات پر آیا ہے۔

﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [۱۱/ہود:۴]

"اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

یہ نام حدیث ترمذی میں نہیں ہے۔

علامہ ابن المرتضیٰ یمانی المعروف بابن القدیر (وُلِدَ فِيْ شَهْرِ رَجَبِ ۷۷۵ھ) نے اپنی کتاب "ایثار الحق علی الخلق" میں نِعْمَ اَلْقَادِرُ کو بھی اسماء میں شمار کیا ہے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ تمام عالم کو زیر قدرت الہیہ یقین کریں۔ معیشت میں تنگی و وسعت کو اللہ تعالیٰ کے قدر صحیح اور اندازہ صحیح کے تحت جان کر اسے عین حکمت و دانائی سمجھیں

55 اَلْمُقْتَدِرُ جَلَّ جَلَالُهٗ

اس اسم میں بمقابلہ اسم قادر مبالغہ پایا جاتا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کو قدرت تامہ و کاملہ حاصل ہے۔کمالات دائمیہ پر اسے اقتدار کلی ہے۔قرآن مجید میں ہے:

﴿عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ [۵۴/القمر:۵۵]

''قدرت والے بادشاہ کے پاس۔''

﴿أَخْذَ عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ [۵۴/القمر:۴۲]

''غلبہ والے اور قدرت والے کا سا پکڑنا۔''

قادر اور مقتدر معنی میں وقوف حاصل کرنے کے لیے اُن آیات پر غور کرو جن میں ان اسما کا استعمال ہوا ہے۔

اسم قــــادر کا استعمال۔خلق (پیدائش) احیلہ قدر و اندازہ کے افعال پر ہوا ہے اور مُــقْتَــدِر کا استعمال عزت و ملک و فرماں روائی کی شان کے ساتھ۔یہی دونوں اسماء کے خصائص ہیں۔یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اَلْمُقْتَدِرُ لازم و متعدی ہر دو معانی میں آتا ہے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو رب العالمین کے سامنے کامل اطاعت، اور فرماں برداری اختیار کرنی لازم ہے۔

56 اَلْاَوَّلُ جَلَّ جَلَالُهٗ

58 اَلْاٰخِرُ جَلَّ جَلَالُهٗ

57 اَلظَّاهِرُ جَلَّ جَلَالُهٗ

59 اَلْبَاطِنُ جَلَّ جَلَالُهٗ

اول اصل میں اوأل (مہموز الاوسط) تھا یا بقول بعض وأل تھا۔بمعنی نخستین۔

اللہ تعالیٰ اول ہے۔جملہ موجودات پر اس کی ہستی کو تقدم حاصل ہے اور جس قدر اوائل اضافیہ موجود ہیں وہ سب اس سے بعد کے ہیں۔بدایات کی ابتدا اسی کی اولیت سے ہے اور اس کی اولیت ہر ایک ابتدا سے برتر و بعید تر ہے ذہنی و خارجی، فرضی و عقلی موجودات

کی ابتدا اسی کی اولیت سے ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ اوّل ہے اور ماسویٰ کا ترتب اسی کی وجہ سے ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ اوّل ہے اور ہر شے کی اصل کا رجوع اسی کی جانب ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ اٰخر ہے یعنی فنا مخلوقات کے بعد اسی کی بقا کو تاخر ہے اور جس قدر اواخر اعتباری ہیں اُن سب کے بعد اسی کا قیام ہے۔ وہی ابدی الابدی ہے وہی ادوم بلا نہایت ہے۔ ہر ایک کی انتہا اسی کی اخرویت کے تحت میں ہے۔ اسی کی ذات سب کی منتہا و مرجع ہے۔

جملہ جہات محسوسہ، معقولہ، مفروضہ، مجہولہ، ماضیہ و آتیہ اللہ تعالیٰ ہی کی اولیت و آخریت سے محدود و محاط ہیں۔

واضح ہو کہ اسماء پاک میں اَلْاَوَّلُ و اَلْاٰخِرُ دونوں اکٹھے مستعمل ہوتے ہیں۔

اَلظَّاهِرُ. اَلْبَاطِنُ ان الفاظ کی اصل ظہر و بطن ہے۔ ظہر پشت کو اور بطن شکم کو کہتے ہیں۔ بعد ازاں ظہر اس چیز کو کہنے لگے جو ادراک حس میں آ جائے اور بطن اس شے کو جو مخفی از حس ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ ؕ﴾ [۶/الانعام:۱۲۰]

''گناہ کی بیرونی اندرونی کیفیتوں، حالتوں سے علیحدہ ہو جاؤ۔''

بطانت کا لغت یہیں سے بنا ہے۔ جس کے معنی رازداری ہیں: ﴿لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ﴾ [۳/آل عمران:۱۱۸] ''یعنی اے اہل ایمان! دوسروں کو اندرونی معاملات کا رازدار نہ بناؤ۔''

اللہ تعالیٰ ظاھر ہے۔ یعنی انسان اپنی معرفت بدیہیہ سے اسے پا سکتا ہے اور ہر ایک موجود شے ہستی باری تعالیٰ پر بہترین دلیل فطرت انسانی بن سکتی ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ باطن ہے۔ یعنی حقیقت عرفان کا مالک ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ ظاھر ہے۔ اپنی آیات سے اور باطن ہے اپنی ذات سے۔

☆..... اللہ تعالیٰ ظاھر ہے اور سب پر محیط ہے

☆...... اللہ تعالیٰ باطن ہے اور کوئی ادراک اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ لَا تُدْرِکُہٗ.

☆...... اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن ہے اور اسی کی طرف سے نعم ظاہرہ و انعامات باطنہ حاصل ہوتی ہیں ﴿وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً﴾ [۳۱/لقمان:۲۰]

☆...... اللہ تعالیٰ ظاہر ہے اور جملہ ممکنات کا افتقار و احتیاج اس کی طرف ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ ظاہر ہے اور اس کی آیات باہرہ انفس و آفاق میں روشن و تاباں ہیں۔

☆...... اللہ تعالیٰ باطن ہے کیونکہ اس کی کنہ ذات سے حس ابصار اور درک افکار کوتاہ ہیں۔

☆...... اللہ تعالیٰ باطن ہے۔ ستر کبریائی اس کا حجاب ہے اور حجاب کمال اس کا بطون ہے

ترمذی کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو یہ دعا سکھلائی تھی:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ رَبَّنَا وَ رَبَّ کُلِّ شَیْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرٰتِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْفُرْقَانِ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰی اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِهٖ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ وَ اَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَکَ شَیْءٌ وَ اَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَیْسَ فَوْقَکَ شَیْءٌ وَ اَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَکَ شَیْءٌ اِقْضِ عَنِّی الدَّیْنَ وَاَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ)) [1]

"یا اللہ ساتوں آسمانوں کے رب اور عرش عظیم کے رب ہمارے پروردگار! اور سب چیزوں کے پروردگار، توراۃ اور انجیل اور قرآن اتارنے والے، دانہ اور گٹھلی کو زمین سے اگانے والے، میں ہر ایک شے (جو تیرے قبضہ میں ہے) کے شر سے تیری پناہ چاہتی ہوں۔ تو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی شے نہ تھی، تو آخر ہے تیرے بعد کوئی شے نہیں۔ تو ظاہر ہے تجھ سے اوپر کوئی شے نہیں تو باطن ہے تجھ سے پرے کوئی شے نہیں۔ میرا قرض اتار دے اور مجھے تنگ دستی سے نجات دے۔"

---

[1] مسلم: کتاب الذکر والدعاء، رقم ۶۸۸۹۔

واضح ہو کہ ہر دو اسماء اَلظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ہر دو مزدوج آتے ہیں۔

60 اَلْوَالِیْ جل جلالہ

ولایت بالفتح ہے جس کے معنی تولیت ملک و امر ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ۝﴾ [۱۳/ الرعد:۱۱]

''اور نہیں ہے تمہارے لیے سوائے اس کے کوئی والی۔''

لفظ مَوْلٰی بھی اسی مادہ سے آتا ہے جس کے معنی بندہ آزاد شدہ اور آزاد کنندہ بندہ، حلیف، ابن العم، ہمسایہ کے ہیں۔ ایک کے کام کو دوسرا سرانجام دینے والا بھی مَوْلٰی کہلاتا ہے۔ موالات بھی اسی مادہ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ وَالِی ہے۔ اسی کو تولیت امور حاصل ہے اور اسی کا تصرف جمہور پر مسلم، نصرت و استعانت، سلطنت و قدرت، تدبیر و تصرف اسی کو حاصل ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی صحیح ترین معنی میں والی ہے۔ ہر شے پر اسی کی قدرت فرمانروا ہے۔

اسم ہذا سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ خود کو مملوک اور اپنی اشیا کو مِلکِ رب العالمین سمجھتا رہے۔ احسان و خیر کا موقعہ غنیمت سمجھے۔ قانون الٰہی کا پابند رہے۔

61 اَلْمُتَعَالِیْ جل جلالہ

یہ اسم قرآن مجید میں سورۂ رعد میں آیا ہے۔ ﴿اَلْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ﴾ [۱۳/ الرعد ۹]

یہ اسم عَلَا يَعْلُوْا سے ہے اور اسم عَلِيٌّ عَلِیَ يَعْلٰى عَلَاءً سے ہے۔

عَلَا يَعْلُوْ کا استعمال امکنۃ و اجسام کے متعلق کیا جاتا ہے اور متعال میں علو کا مبالغہ شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اسم متعالی اس لیے ہے کہ وہ ہر ایک عالی سے برتر ہے۔ ہر ایک مدعی علا کو پست کرنے والا ہے۔ علیؔ نے اسی کی بلندی سے رفعت پائی ہے اور علو ذاتی اسی

مالک کے لیے ہے۔

﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ﴾ [۲۰/طٰہٰ:۱۱۴]

''اللہ جو سچا بادشاہ ہے نہایت برتر ہے۔''

اس کے لیے ہے۔

﴿تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا﴾ [۷۲/الجن:۳]

''ہمارے رب کی شان نہایت برتر ہے۔''

اسی کی شان میں ہے۔

مشرکین کے اوصاف شرکیہ سے اس کی شان برتر ہے اور واصفین کے اوصاف ناقصہ سے اس کی درگاہ عالی تر ہے۔

﴿تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝﴾ [۱۶/النحل:۳]

''اللہ بلند و برتر ہے اُس سے جو شرک کرتے ہیں۔''

﴿سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝﴾ [۶/الانعام:۱۰۰]

''اللہ پاک و برتر ہے اس سے جو لوگ توصیف کرتے ہیں۔''

﴿سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ﴾ [۱۷/بنی اسرآئیل:۴۳]

''اللہ پاک و برتر ہے اس سے جو لوگ کہتے ہیں۔''

سعدی رحمہ اللہ نے اسم متعالی کی شرح میں یہ قطعہ کہا ہے۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر
ما ہمچنان در اول وصفِ تو ماندہ ایم

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والے کو خضوع و خشوع جسمی و قلبی کا لزوم کرنا چاہیے اور بارگاہِ قدس کے حضور میں عاجز و درماندہ برخاک افتادہ رہنا چاہیے۔

(62) اَلْبَرُّ جل جلالہ

بَر تخفیف میدان (خشکی) کو کہتے ہیں۔ اس کی وسعت کا استعارہ دیتے ہوئے ان جملہ امورِ خیر کو جن کی اکثر احتیاج انسان کو پڑتی ہے اور جن میں نوعِ انسان کے لیے توسیع ہے۔ بِر بکسر کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انواعِ بِر کا شمار کیا ہے:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ [۲/البقرۃ:۱۷۷]

”یہی نیکی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے جانب مشرق و مغرب کر لیا کرو، نیکی تو اس کی ہے جو (۱) اللہ پر، قیامت پر، ملائکہ پر، کتابوں پر، انبیاء پر ایمان لایا۔

(۲) جس نے خوشی اور محبت سے اہلِ قرابت، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوالیوں اور آزادیٔ غلاماں میں مال خرچ کیا۔

(۳) جس نے نماز کو قائم کیا اور زکوٰۃ ادا کی۔

(۴) جو لوگ عہد کر لینے کے بعد اپنے عہد کو پورا نبھاتے ہیں۔

(۵) جو لوگ تنگدست، بیماری اور حالتِ جنگ میں صبر کرنے والے ہیں۔

یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے صدق کمایا اور یہی تقویٰ والے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ برّ ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر گونا گوں احسان فرماتا ہے۔ آلائے دنیا عطا فرماتا ہے، نعمائے آخرت ایثار کرتا ہے۔

وہی ہے جس نے انواع بِرّ واحسان کو بیان فرمایا، اور ورع وتقویٰ کی پابندی کا حکم دیا لہٰذا نیکی کنندہ، نیکی دہندہ وہی ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ ہی ﴿اَلْبَرُّ الرَّحِيْمُ﴾ [۵۲/الطور:۲۸] ہے جس نے عاجز بندوں کو ابرار کا خطاب عطا کیا۔ ان کو نعیم کا عطیہ دیا۔ ان کو تخت رفعت پر بٹھلا دیا۔ اُن کو معرفت ربانی سے ممتاز فرمایا:

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝﴾ [۸۳/المطففین:۲۲، ۲۳، ۲۴]

''ابرار (نیکی کرنے والے لوگ) نعمتوں میں ہوں گے تخت پر جلوہ کیے ہوئے سب کچھ دیکھ رہے ہوں گے۔ ان کے چہروں سے ناز و نعمت کی تازگی ٹپک رہی ہوگی۔''

☆...... اللہ تعالیٰ ہی ﴿اَلْبَرُّ الرَّحِيْمُ﴾ [۵۲/الطور:۲۸] ہے۔ جس نے سید الابرار ﷺ پر کلام پاک کو ﴿كِرَامٍ بَرَرَةٍ﴾ [۸۰/عبس:۱۷] (عزت والے، نیکوکار فرشتے) سفیروں کے ساتھ نازل فرمایا۔

بے شک اسی کی ذات دائم الاحسان اور کثیر الرحم ہے، اس اسم کا استعمال صرف اسم رحیم کے ساتھ ہوا ہے۔

اس اسم کے ساتھ تخلق کرنے والوں کو سورۂ بقرہ کی آیت مذکورہ کے موافق اپنا عقیدہ اور قول و عمل کر لینا چاہیے۔

توب کے لغوی معنی بازگشت کے ہیں۔

نبی ﷺ کی دعاءِ سفر کو بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ صاحبان صحاح نے (بجز نسائی) بیان کیا

ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک ٹیلہ یا بلندی پر چڑھتے ہوئے تین بار اللہ اکبر پکارتے اور اس کے بعد یہ کلمات فرماتے:

((لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اٰيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ)) [1]

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ ملک اسی کا ہے۔ حمد اسی کے لیے ہے۔ وہ سب چیزوں پر قدرت رکھتا ہے۔ ہمارا جانا، ہمارا لوٹنا اللہ کے لیے ہے۔ ہم رب ہی کی عبادت کرتے ہیں، اسی کو سجدہ کرتے ہیں، اسی کی حمد کرتے ہیں۔ اللہ نے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا۔ اپنے بندہ کی مدد فرمائی، دشمن کے لشکروں کو اس اکیلے واحد خدا نے تتر بتر (منتشر) کیا۔''

توبہ حقیقت شرعی میں اس کیفیت کو کہتے ہیں۔ جس میں امور ذیل کا اجتماع پایا جائے۔

(۱)...... موجودہ بری حالت کو ترک کر دینا۔

(۲)...... گزشتہ حالت پر ندامت کا اظہار کرنا۔

(۳)..... آئندہ کو وہی برا فعل نہ کرنے کا عزم پختہ کرنا۔

(۴)...... گزشتہ نقصان کے تدارک کی فکر کرنا۔

جب چاروں امور جمع ہو جاتے ہیں۔ تو ان کے مجموعہ کا نام ''توبہ'' کہلاتا ہے۔

توبہ کا اصول

قرآن پاک میں یہ بیان فرمایا گیا ہے:

﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ

[1] بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء اذا اراد سفرا او رجع، رقم: ۶۳۸۵۔

قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓي اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَھُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِـيْمًا ۝﴾ [۴/النساء:۱۷، ۱۸]

"اللہ پر بازگشت ان لوگوں کے لیے ہے جو برائی جہالت سے کرتے ہیں اور پھر اس سے جلد ہی توبہ کرتے ہیں۔ یہ وہ ہیں کہ اللہ بھی ان پر توجہ فرماتا ہے اور اللہ تو علیم حکیم ہے۔ توبہ ان کے لیے نہیں جو برائیاں کیا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آ جاتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے اب توبہ کی۔ توبہ ان کے لیے بھی نہیں جو مرتے ہیں اور وہ اس وقت کافر ہوتے ہیں۔ یہ تو وہ ہیں جن کے لیے ہم نے درد ناک عذاب تیار کیا ہے۔"

قرآن مجید میں دس مقامات پر اسم تَوَّاب آیا ہے۔ سورۂ نور میں ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝ۧ﴾ [۲۴/النور:۱۰] ہے۔ باقی آٹھ مقامات پر ﴿التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝﴾ [۲/البقرۃ ۳۷] ہے اور ایک جگہ صرف تَوَّابًا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا توبہ قبول فرمانا مبنی بر رحم ہے اور رحم الٰہی ہی اللہ تعالیٰ کا حکیم ہونا ظاہر کر رہا ہے۔

معافی کے جذبہ سے کوئی انسان خالی نہیں اور جو کوئی شخص شرافت ونجابت میں بڑھا ہوا ہے۔ جس کے دل میں رحم، لطف، عطوفت مہربانی ہے۔ وہی اوروں سے زیادہ معافی دینے والا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا سراپا رحمت، سراپا رحم ہونا مسلّمہ ہے۔ لہٰذا اس کا توبہ پذیر ہونا بھی ضروری ہوا۔ تَوَّاب جو اسم پاک ہے اس کے معنی خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں:

﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ﴾ [۴۲/الشوریٰ:۲۵]

''اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔''

﴿غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ﴾ [۴۰/ المومن ۳]

''وہ گناہوں کا ڈھانک دینے والا، اور توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔''

جب ہم توبہ کی حقیقت بتلا چکے کہ بری حالت کا ترک کرنا، گزشتہ پر ندامت کا اظہار کرنا، آئندہ برے فعل کے نہ کرنے پر پختہ عزم کرنا، تدارک مافات (نیکی، صدقہ وغیرہ سے) کرنا ہے تو پھر ایسی توبہ کی قبولیت سے وہی شخص انکار کر سکتا ہے جس کے پہلو میں دردمند دل اور رحم آمیز دل نہیں ہے۔

توبہ کا مسئلہ عین فطرت انسانی کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ کا توّاب ہونا اس کا عرفان صحیح ہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَ تُبْ عَلَیَّ.

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ توبہ کرنا ہر شخص پر فرض ہے ﴿وَ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا﴾ [۲۴/ النور ۳۱] اس توبہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان بہترین اعمال میں ترقی کرے گا۔ محاسنِ اخلاق میں برابر بڑھتا رہے گا۔ اس کا مستقبل اس کے ماضی سے زیادہ شان دار ہوگا۔ وہ تدارک مافات کے اصول پر تھوڑی عمر میں اعمال خیر کا ذخیرۂ وافر جمع کر لے گا۔ یہ جملہ برکات توبہ سے حاصل ہوں گی۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنا فرض ہے۔

بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش ۔۔۔ عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش ۔۔۔ کس نتواند کہ بجا آورد

(64) العفو جل جلالہ

عَفَا عَفْوًا سے ہے، جس کے معنی ترک کرنا، چھوڑنا ہے۔ حدیث میں ہے:

((وَاعْفُوا اللِّحَى)) داڑھی کو بڑھنے کے لیے چھوڑ دو۔ [1]

---

[1] بخاری کتاب اللباس باب اعفاء اللحی رقم ۵۸۹۳، مسلم کتاب الطہارت، رقم ۶۰۰، ترمذی ابواب الادب باب اعفاء اللحیۃ رقم ۲۷۶۳۔

عَفَتِ الرِّيحُ الدَّار...... ہوا نے نشانات مٹا دیئے۔

عفو...... قصور کرنے والے کو پاداش نہ دینا۔ چھوڑ دینا۔

عفُوٌ...... بہت چھوڑ دینے والا۔ بہت معاف کرنے والا۔

قرآن مجید نے معافی کی تعلیم ایک دلچسپ پیرایہ میں دی ہے۔ سوال یہ کیا گیا ہے:

﴿اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ﴾ [۲۴/النور:۲۲]

''کیا تم یہ پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے۔''

اس کا جواب مسلمہ طور پر یہی ہوسکتا ہے کہ سب لوگ کہیں گے کہ ''ہاں!'' لہٰذا یہ تعلیم دی گئی۔

﴿وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ﴾ [۲۴/النور:۲۲]

''تب تم کو بھی لازم ہے کہ لوگوں کو معاف کیا کرو اور ان سے درگزر کیا کرو۔''

انسان کو لازم ہے کہ انسان کی تقصیرات کو معاف کر دیا کرے۔ کیونکہ انسان خود ہی چاہتا ہے کہ اللہ پاک اسے معاف کر دیا کرے یعنی اگر معافی کا اصول صحیح ہے اور انسان کا اللہ پاک سے عفو کی درخواست کرنا، معافی کی دعا کرنا، امید کرنا صحیح ہے تو اسی اصول کا برتاؤ اسے اپنے کمزور ضعیف لوگوں پر بھی کرنا ضروری ہے۔

اگر یہ اصول صحیح ہے کہ کسی تقصیر والے کو پاداش سے نہ بچایا جائے۔ قصور کے مطابق سزا ضرور دی جائے تو خود انسان کو اللہ پاک سے بھی کچھ توقع امید در جاء آرزو نہیں رکھنی چاہیے۔

قرآن مجید میں اسم عَفُو پانچ مقامات پر آیا ہے۔ چار جگہ اسم غفور کے ساتھ اور ایک جگہ اسم قَدِيْرٌ کے ساتھ آیا ہے۔

عفور کے ساتھ عفُو کا ہونا غفرانِ ذنب (گناہوں کی بخشش) کی مکمل صورت کو پیش نظر کر دیتا ہے اور ظاہر ہو جاتا ہے کہ غفران و عفو کی صفات اس ذات پاک میں ذاتی و نفسی ہیں۔ تصنع کو اس میں دخل نہیں۔

اسم قدیر کا ساتھ ہونا بتلاتا ہے کہ صفت عفُو اسی کی جانب ہی سے زیبا ہے جو اخذ

اور پاداش پر بھی قدرت رکھتا ہو۔

عَفو وہی عَفو ہے جو قدرت والے کی طرف سے ہو۔ ورنہ اس کا نام تو عجز ہوگا۔

اللہ تعالیٰ عَفُوّ ہے اور ہر ایک باایمان کو معافی دینے کا حکم فرماتا ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾ [۷/ الاعراف: ۱۹۹]

''معافی کو اپنی عادت بناؤ۔ نیک کام کرنے کی ہدایت کیا کرو۔ جاہلوں سے منہ پھیر لیا کرو۔''

الحمد للہ کہ اسلام دنیا میں معافی، رحمت، درگزر، محبت اور تعاون صادقہ کی تعلیم لے کر آیا ہے۔ کینہ، عداوت، تعصب، نفرت سے اسلام بیزار ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور روایت کو صحیح بتلایا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر مجھے شب قدر مل جائے تو اس وقت کیا دعا کیا کروں۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھلائی:

((اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي.)) [1]

''یا اللہ! تو عَفُوّ ہے معافی دینا تجھے بہت پیارا ہے لہٰذا مجھے معاف فرما دے۔''

رَأْفٌ. رَأْفَةٌ. رَءُوْفٌ. رَآفَةٌ وَ رَئِفٌ (رَأْفٌ) سے ہے۔

رافت..... وہ مہربانی جس کا مقصد ازالہ ضرر و تکلیف اور دفع مکروہات ہو۔

بعض نے رافت کو اشد رحمت کے معنی میں لیا ہے اور بعض نے رحمت کو عام اور رافت کو خاص بتلایا ہے کیونکہ رحمت کے معنی میں دفع ضرر کے علاوہ وہ افضال و انعام بھی شامل ہیں۔ قرآن مجید میں اسم رء وف ۹ مقامات میں آیا ہے۔ دو مقامات میں رء وف بالعباد، انفرادی حالت میں اور ۷ مقامات میں ﴿رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ [۹/ التوبۃ: ۱۱۷] مرکب حال میں لہٰذا رؤف الرحیم بھی رحمن الرحیم کے معنی میں برابر ہو جاتا ہے۔

---

[1] ترمذی: کتاب الدعوات، باب سؤال العافیۃ، رقم ۳۵۱۳۔

فرق اتنا ہے کہ رحمٰن الرحیم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں کہہ سکتے۔ مگر ان ہر دو اسماء کا اطلاق مومنین کے تعلق سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی فرمایا گیا ہے۔ بیشک اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک کی بڑی عظمت آشکار ہے۔

اللہ تعالیٰ رءوف رحیم عفویت کے ساتھ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم رؤف رحیم خصوصیت کے ساتھ ہیں۔

ہاں اللہ تعالیٰ رؤف ہے۔ اس کی شفقت اس کا احسان تمام مخلوق پر بلا کسی سبب اور بلا کسی استحقاق اور بلا کسی درخواست کے عام ہے۔ ان حالات کے ساتھ احسان ونوازش انعام و پرورش فرمانا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

☆ ..... جمع کے معنی بعض شے کو بعض سے قریب تر کر دینے کو کہتے ہیں۔

☆ ..... اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اجزاء مادہ کو جمعیت دی۔

☆ ..... اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اربعہ عناصر کو باوجود مختلف امزجہ ہونے کے جمع فرمایا۔

☆ ..... اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے نباتات ومعدنیات میں مختلف اقسام کی تاثیر جمع فرمادی۔

☆ ..... اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین پر لاکھوں کروڑوں اقسام کے نباتات وحیوانات کو جمع فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے سطح فلک پر کروڑں اجرام سماوی کو ان کی باہمی کشش اتصال سے جمع فرمادیا۔

﴿رَبَّنَآ اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ ط﴾ [۳/آل عمران:۹]

''اے ہمارے رب! تو سب انسانوں کو اس دن میں جمع کرنے والا ہے جس میں ذرا بھی شبہ نہیں۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْکٰفِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعًا﴾ [۴/النساء:۱۴۰]

''اللہ تعالیٰ سب منافقوں، سب کافروں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔''

﴿اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ؕ﴾ [۴۲/الشوریٰ ۱۵]

﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ﴾ [۵/المآئدۃ:۱۰۹]

''مخالفین کو ملا دینے والا، متفرقین کو اکٹھا کرنے والا وہ دن جب کہ اللہ سب رسولوں کو جمع کرے گا۔''

﴿اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ [۶۲/الجمعہ:۹]

''جب جمعہ کے دن نماز کی اذان ہو تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑے چلے آؤ۔''

☆...... اللہ تعالیٰ جامع ہے اور اس نے جمعہ کو اپنے بندوں کے جمع ہونے کا دن بنایا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ جامع ہے اور وہی جمعہ کے دن سب سے بڑا اجتماع اولین وآخرین مرسلین ومنکرین کا میدان قیامت میں منعقد فرمائے گا۔

اسم ہذا سے تخلق کرنے والوں کو سب سے پہلے جمعیت خاطر حاصل کرنی چاہیے اور پھر کمالات کی طرف متوجہ ہو کر جامعیت کی شان پیدا کرنی چاہیے۔

غَنِيَ غَنَاءً غُنْيَانًا کثرت مال واسباب کی وجہ سے جو کسی کا دست نگر نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا نام غنی اس لیے ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں سے کسی شخص، کسی شے کا محتاج نہیں۔ غنی مطلق وہی ہے:

﴿فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [۳/آل عمران:۹۷]

''اللہ تو جملہ عوالم سے مستغنی ہے۔''

قرآن مجید پر غور کرو۔ یہ اسم پاک اسم حَمِیْد، کَرِیْم، حَلِیْم کے ساتھ مستعمل ہوا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ غنی ہے اور جملہ نعوت ومحامد، جلال وکمال کا مالک ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ غنی ہے۔ اسے مخلوق سے کوئی احتیاج نہیں بلکہ وہ اپنے جود و کرم اور فضل و افضال سے سب کو سب کچھ دینے والا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ غنی ہے اور بایں ہمہ سائلوں کے سوال اور گداؤں کی درخواستوں کو وہ سنتا ہے۔ پورا کرتا ہے۔ سب کی برداشت کرتا ہے۔

﴿وَ اللّٰهُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ﴾ [۴۷/محمد:۳۸]

''اللہ غنی ہے اور سب فقیر و حاجت مند ہیں۔''

اس دنیا کی عادت ہے کہ کسی شخص کے پاس چار پیسہ دیکھے اور اسے غنی کہنے لگے حالانکہ اگر چشم بصیرت سے دیکھیں تو ان کو معلوم ہو جائے۔

آنانکہ۔ غنی ترند محتاج ترند

بھنگی، ماشکی، دھوبی، نائی، درزی، لوہار، ترکھان، معمار، مزدور کی کس کو احتیاج نہیں؟ ان کے بغیر دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ بھی ایک دن بسر نہیں کر سکتا۔

اس سے آگے بڑھو تو بدن کو غذا کی ضرورت ہے۔ غذا کو باریک شریانوں میں پہنچانے کے لیے پانی کی ضرورت ہے۔ آفتاب کی حرارت اور روشنی کو معتدل پیمانہ میں ہم تک پہنچنے کے لیے ایتھر (Ether، خلا میں بھرا لطیف مادہ) کی ضرورت ہے۔

آبپاشی و آب نوشی کے لیے بارش کی ضرورت ہے۔ انجزہ پیدا ہونے کے لیے زمہریر کی ضرورت ہے۔ پانی کو ہزاروں کوس تک پہنچانے کے لیے بادلوں اور ہوا کی ضرورت ہے۔

الغرض ہر ایک انسان کو اپنی زندگی قائم رکھنے کے لیے دنیا کے ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ کی ضرورت ہے۔ جو وجود اس قدر احتیاج مند ہو۔ وہ فقیر نہ کہلائے گا تو اس کا نام کیا ہوگا؟

بے شک اللہ تعالیٰ ہی غنی ہے اور سب کے سب اس کے محتاج ہیں ﴿وَ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ﴾ [۳/آل عمران:۱۸۱] ''ہم غنی ہیں'' کا نعرہ انہوں نے لگایا۔ جو معرفت سے بے بہرہ

تھے۔ مگر جنہوں نے غنی مطلق کی آستان پر سر رکھا اور خود کو دنیا سے مستغنی جانا۔ وہ سب کی نگاہوں میں غنی نظر آئے: ﴿يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ ۚ﴾ [۲/البقرۃ:۲۷۳]

اس اسم سے تخلق کرنے والے کو لازم ہے کہ اپنے آپ کو غنی مطلق کے دروازہ کا فقیر سمجھے۔ دریوزہ گری کے لیے دل وزبان کو مالک رفاہ عام کے سامنے کھول دے۔

اہل دنیا کو محتاج وگدا سمجھ کر خیر وشر کا کسی کے ہاتھ میں ہونا کبھی یقین نہ کرے۔ ہاں پروردگار عالم کے سامنے گڑگڑانے، مانگنے، سوال کرنے کا عادی ہو جانا چاہیے۔

سب اپنے اپنے حال میں ہیں احتیاج مند ۔۔۔ دل میں کسی کو جان کے حاجت روا نہ مانگ
مانگ اور مانگ مانگ سدا مانگ حق سے مانگ ۔۔۔ مت مانگ کچھ نہ مانگ بشر سے ذرا نہ مانگ
خالق سے مانگ تسمہ بھی ہو خواہ کفش کا ۔۔۔ سلکِ گہرا و رشتہ دریا عطا نہ مانگ
ہے دینے والا سب کو ﴿غَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾ [1] ہی ۔۔۔ خلقت سے دے کے واسطہ کبریا نہ مانگ
لاؤ نعم کا زخم ہے دشنہ سے تیز تر ۔۔۔ مرہم برائے زخم، مرض کی دوا نہ مانگ
لے جائے گی اڑا کے تجھے خود نسیم صبح ۔۔۔ اے کاہِ ناتواں کشش کہربا نہ مانگ
محنت میں گنجہائے خدادا ہیں نہاں ۔۔۔ اکسیر کی تلاش نہ کر کیمیا نہ مانگ
اپنے ہی دست وبازو کی ہمت سے لے مدد ۔۔۔ تخت شہی کے شوق میں ظل ہما نہ مانگ

سلمان ایک بات تجھے راز کی کہوں!
تو حق سے حق کو مانگ کبھی ما سوا نہ مانگ

68 اَلنُّوْرُ جل جلالہ

اول لفظ نُور کا استعمال قرآن مجید واحادیث پاک میں دیکھو۔

① ﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَالْقَمَرَ نُورًا﴾ [۱۰/یونس:۵]

---

[1] [۲/البقرۃ:۲۶۷]، [۳۱/لقمان:۱۲]

''اللہ وہ ہے جس نے سورج کو ضیاء اور قمر کو نور بنایا۔''

اس آیت میں ضیا کا درجہ نور سے برتر رکھا ہے اور نــــور کا لفظ محسوس شے کے لیے مستعمل ہوا ہے۔

② ﴿وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ﴾ [۶/الانعام:۱]

''اللہ نے تاریکی اور روشنی کو بنایا۔''

یہاں بھی محسوس چیزوں کا ذکر ہے۔

③ ﴿يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ [۲/البقرۃ:۲۵۷]

''تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے۔''

یہاں کفر و شرک کو تاریکی اور توحید و ایمان کو نور فرمایا ہے ۔ ان چیزوں کا تعلق بصارت سے نہیں بلکہ بصیرت سے ہے۔

④ ﴿يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ [۲۴/النور:۳۵]

''اللہ اپنے نور کی راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے۔''

یہاں دین حقہ کو نور فرمایا ہے۔

⑤ ﴿وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ﴾ [۷/الاعراف:۱۵۷]

''اس نور کی پیروی کرو جو نبی کے ساتھ اتارا گیا ہے۔''

یہاں قرآن مجید کو نور فرمایا گیا ہے۔ اس کی دلائل و ہدایات خود افروز ہیں۔ اس کی تعلیم روح کو روشن، قلب کو مزین کرنے والی ہے۔

⑥ ﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ﴾ [۵/المآئدۃ:۱۵]

''تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آئی ہے۔''

اس آیت میں وجود باجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور بتلایا گیا ہے۔

⑦ ﴿اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ﴾ [۶/الانعام:۱۲۲]

''وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اسے نور دیا کہ لوگوں میں اس نور کے ساتھ چلتا پھرتا ہے۔''

حالت کفر کو مردہ سے تشبیہ دی، داخلہ اسلام کو زندگی بتایا اور اس درجہ تکمیل کو جو اسلام میں ملتا ہے ''نور'' بتلایا۔

آیت خواہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے یا کسی دوسرے کی۔ بہر حال مومن کی شانِ ایمانیہ کو ''نور'' ظاہر کرتی ہے۔

⑧ ﴿يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ﴾ [۵۷/الحدید ۱۲]

''مومنوں کا نور قیامت کے دن ان کے آگے اور دست راست پر چمکے گا۔''

یہاں نور اعمال صداقت کو نور فرمایا۔

⑨ ﴿رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا﴾ [۶۶/التحریم ۸]

''مومنوں کی دعا ہے کہ اے رب! ہمارے نور کو مکمل فرما دے۔''

یہاں جواز اعمال اور افضال الٰہی کو نور بتلایا ہے۔

⑩ ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [۲۴/النور ۳۵]

''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔''

اسی آیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا نام ''اَلنُّوْر'' مروی ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء تہجد میں سے ہے:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّ فِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّ فِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّ عَنْ يَّمِيْنِيْ نُوْرًا وَّ عَنْ يَسَارِيْ نُوْرًا وَّ فَوْقِيْ نُوْرًا وَّ تَحْتِيْ نُوْرًا وَّ اَمَامِيْ نُوْرًا وَّ خَلْفِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِيْ نُوْرًا وَّ فِيْ لِسَانِيْ نُوْرًا وَّ فِيْ شَعْرِيْ نُوْرًا وَّ فِيْ بَشَرِيْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ نُوْرًا)) [1]

---

[1] بخاری: کتاب الدعوات، باب الدعاء اذا انتبہ من اللیل، رقم ۶۳۱۶۔ مسلم: کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

''یا اللہ! میرے دل میں نور ڈال دے اور میری بینائی میں نور، میری شنوائی میں نور، میرے دائیں نور، میرے بائیں نور، میرے اوپر نور میرے نیچے نور، میرے آگے نور، میرے پیچھے نور اور نور کو میرا بنا دے، میری زبان میں نور، میرے بالوں میں نور، میرے چہرہ پر نور، الٰہی! مجھے نور عطا کر، الٰہی! میرے نور کو بڑھا دے یا اللہ مجھے نور ہی بنا دے۔''

دعائے واپسی از طائف کا ایک فقرہ ہے:

((اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمٰتُ وَ صَلَحَ عَلَيْهِ مِنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ))

''میں اس ذات پاک کے نور کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں جس نے ظلمات کو چمکا دیا اور اس سے دنیا و آخرت کے کام اصلاح پذیر ہوئے۔''

صحیحین کی حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء تہجد میں تھا۔

((وَ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَنْ فِيْهِنَّ)) [1]

''تیرے ہی لیے حمد ہے اور تو ہی زمین و آسمان کا نور ہے۔''

حدیث وضو میں آتا ہے۔ جسے رزین نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ ہر ایک عضو کو دو دو بار دھویا اور اسے نورٌ علیٰ نورٌ فرمایا۔ صحیح مسلم کی حدیث عن ابی مالک الاشعری میں ہے۔ ((وَالصَّلٰوةُ نُوْرٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ.)) [2]

نورِ قلب، نورِ عقل، نورِ ایمان کے الفاظ بھی ایسے ہیں۔ جن کا استعمال مرویات میں موجود ہے۔ مسلم کی حدیث عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ((حِجَابُهُ النُّوْرُ)) [3]

ان تمام مواقع استعمال کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے اسم پاک '' النـــــــور '' کے معنی متعین کرنے چاہئیں صاحب معالم التنزیل نے ﴿اللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [۲۴/ النور ۳۵]

---

[1] بخاری کتاب الدعوات، باب الدعاء اذا انتبہ من اللیل، رقم ۶۳۱۷، مسلم: کتاب صلوۃ المسافرین، رقم ۱۸۰۸۔

[2] مسلم کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء، رقم ۵۳۴۔ ترمذی، ابواب الدعوات، باب فضل الوضوء، رقم ۳۵۱۷۔

[3] مسلم: کتاب الایمان، باب قولہ حجابہ النور، رقم ۴۴۵

کی تفسیر میں مندرجہ ذیل اقوال درج کیے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما: هَادِیُ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.

ضحاک: مُنَوِّرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.

ابی بن کعب وحسن وابوالعالیہ۔ مُزَیِّنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.

مجاہد: مُدَبِّرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کی تائید خود قرآن پاک سے ہوتی ہے کیونکہ اس آیت کے بعد آتا ہے:

﴿یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ﴾ [۲۴/النور:۳۵]

''اللہ تعالیٰ نور ہے اور اسی کے نور سے ہدایت ملتی ہے۔''

وہی مومن کے دل میں نور ڈالتا اور اسے ظلمات کفر سے نکال کر نور توحید میں لاتا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ نور ہے اور اس کی کتاب بھی نور ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ نور ہے اور اس نے اپنے رسول کو نور بنا کر بھیجا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ نور ہے اور آسمانوں، زمینوں اور یہاں کی جملہ مخلوقات اسی کے نور سے فطرت کے صحیح اصول کو لیتی اور اپنی اپنی استعداد وجبلی کے موافق ترقی کرتی ہیں۔

☆...... اللہ تعالیٰ نور ہے اور اس کے بتلائے ہوئے اعمال بھی مومن کے لیے نور ہیں۔

ہر ایک نور کو ضیا وروشنی اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے اسی کی ذات تمام انوار کو صادر کرنے والی ہے۔ مزید فہم معانی کے لیے آیت کے پیوستہ فقرہ پر غور کرو۔

﴿مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ﴾ [۲۴/النور:۳۵]

اس جگہ مشکوٰۃ کو نور کا مشبہ بنایا ہے۔

مشکوٰۃ کی حقیقت معلوم ہے وہ نور حقیقی سے کیونکر درجہ میں افضل ہو سکتا ہے۔ (تشبیہ کا مسلمہ قاعدہ یہی ہے۔)

لہٰذا ''مَثَلُ نُوْرِہٖ کَنُوْرِ مِشْکٰوۃٍ'' تسلیم کرنا ہوگا تاکہ نور کی مثال نور کے ساتھ درست ہو جائے اور پھر ﴿مَثَلُ نُوْرِہٖ﴾ کی مثل نور ہدایت تعبیر کرنا زیادہ صحیح ٹھہرے گا۔

ہر ایک با ایمان کا ایمان ہے ﴿لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ﴾ [۴۲/الشوریٰ:۱۱] لہٰذا مشکوٰۃ یا نور مشکوٰۃ، اصلی نور سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ نور ہے اور ہر ایک شے کو اس کے مصالح کے لیے حاوی اور ہر ایک زندہ کو اس کے منافع کا رہنما ہے۔

وہی ہے جس نے ہر ایک شے کو بنایا اور مقتضیات فطرت کا راستہ دکھلایا۔ اللہ تعالیٰ نور ہے۔ وہی رب الانوار ہے۔ انوار الابصار۔ انوار البصائر کا پروردگار وہی ہے۔

(69) اَلْهَادِیْ جل جلالہ

هَدَاهُ. یَهْدِیْهِ هُدًی وَ هَدْیًا وَهِدَایَةً بمعنی ارشدہ۔ وضد اَضَلَّهُ ہدایت کے معنی ہیں۔ دلالت بلطف۔

اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے چار مراتب ہیں۔

1. وہ ہدایت جو ہر ایک مخلوق جمادات، نباتات وحیوانات کو حاصل ہے اور جس سے ہر ایک شے اپنی مقتضیات فطرت کو پورا کرتی اور ترقیات جبلی کو پورا کرتی ہے۔

   اس ہدایت کا ذکر اس آیت میں ہے:

   ﴿رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی﴾ [۲۰/طٰہٰ:۵۰]

2. وہ ہدایت جس کی تبلیغ انبیاء علیہم السلام نے کی اور جس کی طرف مکلفین کو دعوت دی گئی:

   اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

   ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا﴾ [۳۲/السجدۃ:۲۴]

3. وہ ہدایت جس کے معنی توفیق ہیں۔ جس سے بعض عباد کو خصوصیت حاصل ہوتی ہے۔ اس کا ذکر ان آیات میں ہے:

(الف) ﴿وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى﴾ [۴۷/محمد:۱۷]

(ب) ﴿وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ﴾ [۶۴/التغابن:۱۱]

(ج) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ﴾ [۱۰/یونس:۹]

(د) ﴿وَالَّذِیْنَ جٰهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ [۲۹/العنکبوت ۶۹]

(ہ) ﴿وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا هُدًى﴾ [۱۹/مریم:۷۶]

یہ یادرکھنا چاہیے کہ قرآن مجید میں جس مقام پر ظالمین کافرین کو ہدایت نہ کرنے کا ذکر کیا ہے ان مقامات پر اسی ہدایت قسم سوم کی نفی مراد ہے۔ یعنی نفی توفیق مثلاً:

(الف) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ [۵/المائدۃ:۵۱]

(ب) ﴿كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ﴾ [۳/آل عمران ۸۶]

اس صراحت کے بعد ناظرین کو آیات ذیل کا توافق بھی ہو جائے گا۔

آیت اول کا تعلق ہدایت نمبر ۲ سے ہے اور آیت دوم کا تعلق ہدایت نمبر ۳ سے ہے نبی اللہ کا کام تبلیغ و دعوت فرمانا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کام توفیق عطا فرمانا ہے اللہ تعالیٰ ہادی ہے۔

④ وہ ہدایت ہے جو آخرت میں اہل ایمان کو حاصل ہوگی۔ اپنے رب کو پہچانیں گے راہ جنت سے واقف ہوں گے۔ املاک اور اہلبیت جنت کی شناخت کریں گے۔ اس ہدایت کا ذکر، ان آیات میں ہے:

(الف) ﴿سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ﴾ [۴۷/محمد:۵]

(ب) ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ﴾ [۷/الاعراف:۴۳]

☆...... اللہ تعالیٰ هَادِی ہے۔ وہی بندوں کو اصلاح امور معاش کی ہدایت فرماتا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ هَادِی ہے اور وہی انبیا کو حقائق اصلیہ اور حق محبت کی حقیقت سے آگاہ فرماتا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ ھَادِی ہے اور وہی کشف والہام سے مخلصین کی ہدایت فرماتا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ ھَادِی ہے عقل وحکمت سے اربابِ دانش کو ہدایت فرماتا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ ھَادِی ہے اور وہی توفیق خیر سے اہل طاعت کے قلوب کو معرفت کی ہدایت فرماتا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ ھَادِی ہے اور وہی استعداد فطرت کی عطا ودہش سے ہر مخلوق کی ہدایت فرماتا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ ھَادِی ہے اور وہی مشکلات ومصائب میں جب کہ عقل وہوش مارے جاتے ہیں، اپنی طرف رجوع کرنے والوں کی ہدایت فرماتا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ ھَادِی ہے اور رشد ورضوان کی جانب مومنین کو ہدایت فرماتا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ ھَادِی ہے مگر فاسق، کاذب، کفار، خائن، مسرف اس کی ہدایت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اول ان عیوب کو ترک کریں جو ہدایت کی روک ہیں اور پھر چشم وگوش اور عقل وہوش کو احکام الٰہی پر لگا دیں۔ ہدایت اسے رستہ بتائے گی۔ ہدایت اس کی رفیق راہ بن کر اسے منزل تک پہنچائے گی۔ یہی وہ ہدایت ہے جس کا سوال ہر ایک نمازی رب العالمین سے کیا کرتا ہے:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ [۱/ الفاتحہ: ۵،۶]

بدع بَدْعًا..... کسی شے کا بنانا۔ کسی سابقہ نمونہ اور مثال کے بغیر بنانا۔

بدعت کو شرعی معنی میں اس لیے بدعت کہتے ہیں کہ اس نئے کام کی کوئی وجہ شریعت میں بروئے حکم الٰہی یا حکم رسول موجود نہیں ہوتی۔

بدعت کی بابت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ فرمائے ہیں:

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.)) [1]

''جو کوئی شخص ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز نکالتا ہے جو ہمارے (عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) دین میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ میں نہایت کثرت کے ساتھ یہ فرمایا کرتے تھے:

((كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَّ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ)) [2]

''ہر ایک نئی بات جو کوئی شخص دین میں نکالے وہ گمراہی ہے اور ہر ایک گمراہی جہنم میں ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا نام بَدِیْعٌ سورۂ بقرہ و سورۂ انعام میں آیا ہے اور باضافت مستعمل ہوا ہے یعنی ﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ﴾ [٢/ البقرة:١١٧][٦/ الانعام:١٠٢] فرمایا گیا ہے۔ یعنی اللہ وہ ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا جبکہ پہلے سے ان کا کوئی نمونہ یا مثال موجود نہ تھی۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بَدِیْعٌ فاعل اور مفعول ہر دو معانی آتا ہے اور ہر دو معنی اسماء حسنیٰ میں داخل ہیں۔

(71) اَلرَّبُّ جل جلالہ

دراصل یہ مصدر ہے اور فاعل کے معنی میں مستعمل۔ ربوبیت کے مفہوم میں داخل ہے۔ ایک چیز یا شخص کو درجہ بدرجہ ترقی دیتے اور پرورش کرتے ہوئے اسے درجۂ تمام و کمال تک پہنچا دینا۔

---

[1] بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور، رقم ٢٦٩٧، مسلم، کتاب الاقضیة، باب نقض الاحکام الباطلة، رقم ٤٤٩٢۔ [2] مسلم: کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلوة والخطبة، رقم ٢٠٠٥۔

یہ صفت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے کہ وہ ہر ایک مخلوق کو پیدا کرتا اور اسے احکام طبیعت و فطرت کے مطابق بڑھاتا، پالتا اور شرف نوعی میں درجہ بدرجہ بلند کرتا اور انتہائے کمال تک پہنچا دیتا ہے۔

جمادات، نباتات، حیوانات، ناسوت، جبروت، لاہوت کے عوالم میں کروڑ در کروڑ ایسی ایسی مخلوق موجود ہے، جس کی پرورش کی ضروریات ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں ۔ بلکہ ایک ہی درخت کے اندر جڑ، تنا، چھلکا، گودا، پھول، پھل، شاخ، پات کے اندر رنگ و روغن، چمک دمک، تاثیر و مزہ، شکل و صورت کے لحاظ سے ہزاروں ایسی ضروریات ہیں۔ جن کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ وہی ہے جو ان سب کی تربیت کرتا ہے۔ سب کو قائم رکھتا ہے۔ بڑھاتا ہے۔

علم ناسوت میں تو ایک ایک کی طبیعت و دماغ اور قلب اور روح کے احوال و مواجید ایسے ہیں جن کا نہ حصر ہے نہ شمار۔ لحظہ بہ لحظہ نئی دنیا، نئی بستی جلوہ گر ہے۔ ان سب کی تربیت وہی رب العالمین فرمانے والا ہے۔ انسان کی معرفت کا آغاز صفت ربوبیت سے ہوتا ہے ۔ پھر اسے فرماں روائے مالک کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اس کے بعد عرفان الوہیت کے دروازے اس پر کھلتے ہیں۔ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ﴾ [۱۱۴/ الناس: ۱ تا ۳] میں بھی مراتب ثلثہ بیان فرمائے گئے ہیں۔ یہی وہ اسم پاک ہے جو دعا و خطاب میں اکثر مستعمل ہوتا ہے۔ تمام ایسی ادعیہ جن میں نعمت و رحمت اور غفران و مرحمت کے سوال ہیں اکثر اسی اسم رب سے شروع ہوتی ہیں۔

قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسم (رَبّ، رَبِّي، رَبُّهُ، رَبُّنَا رَبُّكَ، رَبُّكُمْ) وغیرہ کی شکل میں ۸۰۶ دفعہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اضافت کے وقت کہیں مضاف کی عزت افزائی مقصود ہوتی ہے اور کہیں اس کی خصوصیات پر جلوہ افگنی فرمائی جاتی ہے۔

رَبُّ هٰذَا الْبَيْتِ. رَبُّ هٰذَا الْبَلَدِ. رَبِّ الْفَلَقِ. رَبُّ الشِّعْرٰى.
رَبِّ النَّاسِ. ربُّ الْعَرْشِ. رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ. رَبُّ الْعَرْشِ
الْكَرِيْمِ. رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ. رَبُّ الْمَشَارِقِ
وَالْمَغَارِبِ. رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ . رَبُّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآئِكُمْ کی ترکیبوں کو
دیکھو۔ ہر ایک اضافت کن کن خصائص وحقائق کی رہنمائی کرتی ہے۔

اس سے آگے بڑھو گے تو تربیت کے مختلف اسالیب ان الفاظ میں ملیں گے۔

صِرَاطُ رَبِّ. اٰيَاتُ رَبِّ. كَلِمَاتُ رَبِّ. رُسُلُ رَبِّ. سُبُلُ رَبِّ.
عَطَاءِ رَبِّ. كِتَابُ رَبِّ. عَذَابُ رَبِّ. رَحْمَتُ رَبِّ. اَمْرِ
رَبِّ. رِزْقُ رَبِّ. خَرَاجُ رَبِّ. حَمْدُ رَبِّ. نِعْمَتُ رب. اٰلَاءِ
رَبِّ. بَرَكَاتُ رَبِّ. جُنُوْدُ رَبِّ. بَطْشَ رَبِّ.

یہ الفاظ کیا ہیں۔ ہر ایک کی تحت میں پرورش ونگہداشت کے بحور وفور جوش زن ہیں۔

مربوب کی استحقاق واستعداد وقابلیت ذاتی واضافی وطبعی کے مطابق ربوبیت کا فیضان جاری ہے۔

دعوت و ہدایت۔ رجوع و رغبت اور استقرار وانتہا کے وہ مدارج ہیں۔ جو جود ربوبیت سے چل رہے، بڑھ رہے، پھل رہے ہیں۔

ربوبیت ہی ہے جو ایک ہی وقت میں ایک ہی انسان کے معدہ وجگر اور قلب ودماغ، اعضا واحشاء اعصاب وعظام کو جداگانہ کیفیات سے پال رہی ہے۔ روح کو الوہیت سے قلب کو ربوبیت سے غذا پہنچا رہی ہے۔ مادی اور غیر مادی قوی روحی وجسمی طاقتیں مختلف تاثیرات سے مختلف احوال ومواجید کو آغوش تربیت میں لئے ہوئے ہیں مربوب بے خبر

مستلذ بھی ہے اور کام گیر بھی۔ چاشنی چش اور ذوق گیر بھی۔ مگر ایسا غافل کہ اس سلسلہ اور سلسلہ کے مالک سے بے خبر اور دور ﴿فَتَبَارَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ﴾ [۲۳/المؤمنون:۱۴]

ہر انسان کو اور ہر باایمان کو اس اسم سے تخلق پیدا کرنا چاہیے۔ اس مولیٰ کو جانے جو اس کے والد و والدہ کا بھی مربی ہے۔ جو ارزاق کا پیدا کرنے والا، جو اگانے والی زمین، برسانے والے آسمان کو تربیت کرنے والا ہے جو ظل و نور کا خالق ہے، جو روح و مادہ کا خالق ہے اور جس کی صفت و ثنا میں صرف اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ رب العالمین ہے۔ لیکن اس لفظ عالمین میں کون کون عوالم داخل ہیں اور العلمین کے احاطہ میں کون سے ایسے جہاں آ گئے ہیں۔ ان کو کوئی نہیں جانتا۔ اس لیے ہماری معرفت کی انتہا صرف یہاں ختم ہو جاتی ہے کہ ﴿وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا هُوَ﴾ [۷۴/المدثر:۳۱]

بان بَینًا جدا ہوا یا پیوست ہوا۔ (از لغات اضداد)

بان بیانًا پیدا و آشکار ہوا۔ مبین اسی سے ہے اور لازم و متعدی بہر دو معنی مستعمل ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ مبین ہے اس کی کنہ ذات تک رسائی محال ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ مبین ہے اور اس سے پیوستگی و تقرب کی راہیں کھلی ہیں۔

☆...... اللہ تعالیٰ مبین ہے اور مصنوعات کی ہر چیز اور ہر چیز کے اجزا اس کی قدرت و خالقیت کے مظہر ہیں۔

☆...... اللہ تعالیٰ مبین ہے اور جملہ بینات کا ظہور اسی کی تبیین سے ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ مبین ہے اور آیات بینات کو ظہور میں لانے والا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ مبین ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو بینۃ بنا کر اسی نے دنیا میں

بھیجا ہے:

﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ﴾ [۹۸/البینۃ:۱-۲]

''کتاب والے اور مشرک جو کافر ہیں باز آنے والے نہیں تھے اس وقت تک کہ ایک کھلی دلیل اُن کے پاس نہ آ جائے یعنی اللہ کا رسول۔''

☆...... اللہ تعالیٰ مُبین ہے اور کتاب مُبین کو اسی نے نازل فرمایا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ مبین ہے اسی نے انسان کو بیان سکھلایا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ مبین ہے مگر عقل وفہم مخلوق کو ادراک ذات تکیون ہیون حائل ہے۔

اے ازلی الظهور اے ابدی الخفاء   نورک فوق النظر، حسنک فوق السماء

اس اسم پاک سے تخلق حاصل کرنے والوں کو لازم ہے کہ دیدہ وگوش عقل وہوش کو وا کریں، بینات الٰہیہ کو دیکھیں۔ رسول پاک کے نور بین پر نظر ڈالیں، حق و باطل کے بُون بعیدہ کا اندازہ کریں۔ کتاب مبین کو سرمہ چشم ایقان بنائیں۔

⑦③ اَلْقَدِيْرُ جل جلاله

قَدْر سے ہے۔ قدر کے معنی اندازہ اور طاقت وقدرت کے ہیں۔

اس مادہ سے چند اسماء حسنٰی آتے ہیں۔ اَلْقَادِرُ. اَلْمُقْتَدِرُ. اَلْقَدِيْرُ اور ہر ایک اسم اپنی وضع میں ایک خاص معنی پر اشارہ رکھتا ہے۔ گو ہر ایک مشترک المعنی بھی ہے۔ اَلْقَادِر. اَلْمُقْتَدِرُ کی شرح پہلے لکھی جا چکی ہے۔

قَدِير...... وہ ہے جو باقتضائے حکمت خود ہر ایک فعل کا فاعل ہے۔ اس طرح پر کہ اس فعل سے بڑھکر نہ افزونی صحیح ہے اور نہ کمی۔

تَقْدِير...... بھی اسی مادہ سے ہے اور تقدیر الٰہی کی بھی دو صورتیں ہیں:

اول:۔ عطاء قدرت ۔یعنی بندہ کو کسی فعل کے سرانجام دینے کی قدرت وطاقت کا عطیہ۔محاورہ ہے۔قَدَّرَ رَبِّیَ اللّٰہُ عَلٰی کَذَا۔''اللہ نے مجھے اس کام کے سرانجام دینے کی توفیق دی۔''

دوم ۔ وہ مقدار مخصوص اور طریق مخصوص جو باقتضائے حکمت ربانیہ صحیح ودرست ہو مثلاً دانہ گندم سے، گندم اور دانہ جو سے جو کا پیدا ہونا اور زمین میں کاشت کے بعد سرسبز ہونا۔

اس اسم پاک سے تخلق حاصل کرنے والوں کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرتوں پر یقین کامل رکھیں اور مقدرات الٰہیہ کو عین حکمت ربانیہ سمجھ کر تسلیم ورضا کو مسلک خود قرار دیں۔

(74) اَلحَافِظُ جل جلالہ

حِفظ سے ہے۔ حفظ کے معنی حمیت نفس ہیں۔ حفظ کے معنی ان صور وہیأت ومعانی کی نگہداشت ہیں جو نفس انسانی میں ایک حواس کے ذریعہ سے تمکن حاصل کرتی ہیں۔

حفظ کے معنی ہر ایک شے کے تفقد وتعہد ورعایت ونگہداشت ہیں تا کہ اسے خرابی وتباہی سے بچایا جائے تا کہ اسے قائم وبحال رکھا جائے۔

جملہ اشیاء عالم کا قیام اسی حفاظت الٰہی پر مبنی ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے اور ہم ہر ایک اپنے محبوب وپیارے کو جب کہ وہ ہماری نگہداشت وتعہد سے دور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی حفاظت میں دیا کرتے ہیں اور ﴿فَاللّٰہُ خَیْرٌ حٰفِظًا ص﴾ [۱۲/یوسف:۶۴] پڑھا کرتے ہیں۔

☆...... اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے جس نے قرآن پاک کی نسبت ﴿وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ o﴾ [۱۵/الحجر:۹] فرمایا اور کل دنیا دیکھ رہی ہے کہ اس کی حفاظت نے آج تک کیا کچھ کیا۔

مصنفین اپنی کتابیں خود لکھتے ہیں اور اپنی اپنی فہم وہمت کے موافق اس کی حفاظت د

اشاعت کے وسائل و اسباب مہیا کرتے ہیں۔ پھر بھی ہزار ہا تصنیفات ایسی ہیں جو دنیا سے ناپید ہو چکی ہیں۔

بیسیوں اور سینکڑوں بادشاہ ہوئے۔ جنہوں نے آئین و قوانین کو کتابوں کی شکل میں مدون کیا ملک میں پھیلایا۔ صدیوں تک لاکھوں بندگانِ خدا میں وہی دستور العمل رہا۔ لیکن آج نہ ان بادشاہوں کے نام باقی ہیں اور نہ ان کے قوانین کا نام و نشان موجود ہے۔

وہ تورہ ایل خانی جو ہلاکو اور چنگیز کا دستور العمل تھا۔ جس پر شامائی مذہب کا دارومدار تھا۔ آج کہاں ہے! وہ ژند کہاں ہے؟ جو خسروان کیانی کی قوم و سلطنت کا ضیا بخش تھا۔

وہ پاژند کہاں ہے جو دودمان کے لہراسپ کا نورِ دیدہ تھا.... !؟

وہ دساتیر کہاں ہے جو اردشیر بابکاں کی سلطنت کا فروغ تھا.... !؟

وید کے متعلق کہا جاتا ہے کہ موجود ہے۔ ہندو کہتے ہیں کہ منتر اور براہمن بھاگ کے مجموعہ کا نام وید ہے۔ آریہ کہتے ہیں کہ براہمن بھاگ کو وید کی پدوی (منزلت) حاصل نہیں۔ کیا ان ۴/۳ حصہ کو شامل کرنے والے ٹھیک کہہ رہے ہیں یا ۴/۳ حصہ کو خارج کرنے والے۔

بائیبل کے متعلق یہی حال ہے۔ یہود کا وہ فرقہ بھی ہے جو کتاب پیدائش کو الہامی نہیں مانتا۔ وہ فرقہ بھی ہے جو غزل الغزلات کو اوباشانہ راگ کہتا ہے۔ وہ فرقہ بھی ہے جو زبور میں سے صرف ۸ یا ۱۰ کو اصلی بتا کر باقی مختلف شاعروں کی تصنیف بتایا جاتا ہے۔

اناجیل کو لیجئے۔

انجیل متی کی بابت اکثر شارحین کی رائے ہے کہ وہ عبرانی میں لکھی گئی۔ جناب متی اور کسی زبان سے آشنا نہ تھے مگر آج عبرانی انجیل ناپید ہے۔ اب اس کے یونانی ترجمہ کو اصل بتانے لگ گئے ہیں۔ مگر یہ اب تک تحقیق نہیں ہوا کہ مترجم کون تھا؟ اور ترجمہ کی صحت کا ذمہ دار کون ہے؟

انجیل یوحنا کو لاہوتی انجیل کہا جاتا ہے مگر جب مصنف کی بابت تحقیق کی جاتی ہے تو

مصنف کا وجود مختلف شبہات کی ظلمات میں پوشیدہ ہے۔

لوقا کو اپنی انجیل کی بابت دعویٰ ہے کہ وہ بالتزام صحت لکھی گئی۔ مگر علمائے مسیحی اربعہ اناجیل میں سے اسی کو زیادہ ضعیف اور غیر معتبر قرار دیتے ہیں۔

مرقس نے خود کچھ بھی نہیں دیکھا۔ اس نے جن لوگوں سے سن کر لکھا۔ ان کا نام نہیں بتلایا۔ دنیا کی تمام آسمانی کتابوں کا یہی حال ہے۔

آگے بڑھو تو معلوم ہوگا کہ قدرت ربانیہ نے ان کی حفاظت کو خود چھوڑ دیا ہے ثبوت یہ ہے کہ جتنی کتابوں کے آسمانی والہامی ہونے کا دعویٰ کبھی کسی قوت میں اور کسی ملک وقوم میں کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے اُن کتابوں کی اصلی زبان اور لغت کو دنیا سے ناپید کر دیا ہے کہ نہ وہ بولی، وہ زبان، وہ لغت دنیا پر باقی رہے گی اور نہ وہ کتاب عام طور پر پڑھی اور سنی سنائی جائے گی۔

بالمقابل اس کے قرآن مجید پر حفاظت الٰہیہ کو دیکھو کہ **فاتحہ** سے لے کر **والناس** تک اس کا ایک ایک لفظ اور ہر ایک لفظ کا ایک ایک کسرہ وفتحہ وضمہ وجزم وتشدید تک متواتر ہیں۔ جملہ فرق اسلامیہ میں مسلمہ ہیں۔ متفقہ ہیں۔ عربی زبان نہ صرف اپنی مستقر ومہبط وحی میں قائم۔ رائج، محکم ونافذ ہے بلکہ اس کے دست راست ودستِ چپ کے ممالک بھی عربی زبان کا گہوارہ بن گئے ہیں۔ مصر وشام کے باشندوں کی زبان عربی ہے۔

ان ممالک کے رہنے والے خواہ عیسائی ہیں۔ خواہ یہودی، خواہ قبطی ہیں۔ خواہ لبنانی و دروشی مگر زبان سب کی عربی ہے۔

یہ وہ قدرت کے محکم انتظامات ہیں جو قدرت بشریہ سے ارفع واعلیٰ ہیں کہ قرآن مجید چین کی انتہائی مشرق سے لے کر مغرب اقصیٰ کے انتہائی کناروں تک ایک ہی طرز تحریر، ایک ہی رسم الخط میں حرف بحرف متفق ومتحد الالفاظ میں پایا جاتا ہے۔

وہی قرآن مجید قطب شمالی سے قطب جنوبی تک حفاظ وعلما کی زبان پر اسی طرح

جاری ہے جیسے خاص مکہ و مدینہ میں۔ یہ جملہ انتظامات اسی مالک کے ہیں جو ﴿اِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ﴾ کا اعلان کرنے والا ہے۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے پڑھنے سے بھی فارغ تھے۔

☆...... ہاں اللہ تعالیٰ ہی حَافِظ ہے، جو کتاب حَفِیظ کا مالک ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ ہی حَافِظ ہے جس نے سقف مرفوع کو شیطان ماردی دسترس سے محفوظ بنایا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ ہی حَافِظ ہے جو مومن کی جان وایمان کی حفاظت فرماتا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ ہی حَافِظ ہے جس نے کراماً کاتبین کو انسان کے اقوال واعمال کا محافظ بنادیا ہے۔

اس اسم سے تعلق حاصل کرنے والوں کے لیے لازم ہے کہ اپنے مال واولاد اور جان و ایمان کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دے دیں۔ نفس وشیطان سے الگ ہو کر ربانی پناہ میں داخل ہو جائیں اور اس چار سوئے عدم میں جہاں انسان اکیلا آیا اور جہاں سے اکیلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کو حافظ ومحافظ سمجھیں۔ تاکہ جملہ بلیات وآفات ارضی وسماوی، مادی وروحی سے محفوظ رہیں۔

(75)

کِفْل: حصہ، بہرہ، قرآن مجید میں ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا﴾ [۵۷/الحدید:۲۸]

''اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت کے دو چند حصے عطا فرمائے گا اور تمہارے لیے نور مقرر کر دے گا۔''

کَفُلَ...... کسی کی ذمہ داری لینا۔ تعہد کرنا، قرآن پاک میں ہے: ﴿وَ كَفَّلَهَا

زَکَرِیَّا﴾ [۳/آل عمران:۳۷] یعنی زکریا علیہ السلام کو مریم علیہا السلام کی غور و پرداخت اور تربیت ونگہداشت کا ذمہ دار ٹھہرایا۔

کَفِیْل وہ ہے جو دوسرے کی ضروریات پورا کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کفیل ہے۔ وہی ہماری حاجات کو پورا کرتا ہے۔ وہی ہماری مرادات کو بر لاتا ہے۔ وہی ہماری ضروریات کو مہیا فرماتا ہے۔ وہی ہمارے مقاصد و مطالب کو مکمل فرماتا ہے۔ اسی پر ہمارا وثوق و اعتماد ہے۔ وہی ہمارا ملجا و منجا و ماویٰ ہے۔ ہمارے رزق، ہماری عمر اسی کی کفالت میں ہیں۔ ہمارے جان و ایمان کا وہی کفیل ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ کی ضمانت سے بڑھ کر اور کس کی ضمانت ہو سکتی ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ کی کفالت سے بڑھ کر اور کس کی کفالت ہو سکتی ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو زخارف دنیوی اور مال دنی کی کفالت کو ہیچ سمجھتے ہیں بلکہ ہر کام میں اور ہر موقع پر اللہ تعالیٰ ہی کو کارساز و کارفرما اور کفیل سمجھتے ہیں۔

(76) اَلشَّاكِرُ جل جلالہ

شُکر ...... کے معنی وضع لغت میں اس فربہی اور تیاری کو کہتے ہیں جو حیوان کے جسم پر عمدہ عمدہ غذاؤں کے استعمال سے نمایاں ہو جاتی ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے:

((حَتّٰی اِنَّ الدَّوَابَّ تَشْكُرُ مِنْ لُحُوْمِهِمْ)) ❶

شکر کے معنی مقبولیت و رضامندی ہیں۔ جب کوئی شخص کسی کے فعل کو یا خدمت کو قبول کرتا اور اس پر رضامند ہو جاتا ہے تو اسے لفظ شکر کے استعمال سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

﴿وَ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ [۷۶/الدھر:۲۲]

"تمہاری کوششوں کو منظور کر لیا گیا ہے۔"

---

❶ ترمذی، ابواب التفسیر، باب ومن سورۃ الکہف، رقم ۳۱۵۳۔

☆...... اللہ تعالیٰ شاکر ہے اور وہ اپنے بندوں کی خدمات وطاعات کو قبول فرماتا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ شاکر ہے اور وہ اپنے بندوں کے اعمال حسنہ سے رضامند ہوتا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ شاکر ہے اور وہ بندوں کی شکرگزاری کو شرف اجابت دیتا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ شاکر ہے اور وہ بندوں کی شکرگزاری پر نعمت مزید اور مزیت جاوید عطا فرماتا ہے۔

شکر

جب بندہ کی طرف سے ہو۔ تب وہ ارکانِ خمسہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

1. شکرگزار کا صاحبِ نعمت کے سامنے اظہارِ خضوع وخشوع۔
2. شکرگزار کا صاحبِ نعمت سے محبت رکھنا۔
3. اعترافِ نعمت کرنا۔
4. نعمت کے بعد مصروفِ ثنا رہنا۔
5. نعمت کا استعمال صاحبِ نعمت کی مرضی کے خلاف نہ کرنا۔

☆ بزرگانِ دین کے اقوال بھی شکر کے متعلق شنیدنی ہیں:

☆ داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: الٰہی میں تیرا شکر کیونکر کرسکتا ہوں۔ شکر کی طاقت بھی تو ہی عطا فرماتا ہے اور یہ نعمت مزید ہے اور شکر مزید کی خواہاں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں اب تو شکرگزار تھا۔

☆ ابوعثمانؒ کا قول ہے: شکر نعمت یہ ہے کہ تم کو شکر نعمت کے ادا نہ کرسکنے کا عجز معلوم ہو جائے۔

☆ جنید بغدادیؒ کا قول ہے: شکر نعمت یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو اس نعمت کے قابل نہ سمجھ۔

☆ شبلیؒ فرماتے ہیں: شکر نعمت یہ ہے کہ نعمت دہندہ کو دیکھو اور نعمت کو نہ دیکھو۔ حدیث صحیح میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے تم سے محبت ہے لہٰذا تم ہر نماز

کے بعد یہ دعا پڑھنا مت بھولنا:

((اللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ)) ❶

ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں یہ کلمات فرمایا کرتے تھے۔

((رَبِّ اَعِنِّیْ وَ لَا تُعِنْ عَلَیَّ وَانْصُرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ وَامْکُرْ لِیْ وَلَا تَمْکُرْ عَلَیَّ، وَاھْدِنِیْ وَ یَسِّرْ لِیَ الْھُدٰی، وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ، رَبِّ اجْعَلْنِیْ لَکَ شَکَّارًا لَکَ ذَکَّارًا لَکَ رَھَّابًا لَکَ مِطْوَاعًا لَکَ مُخْبِتًا اِلَیْکَ اَوَّاھًا مُنِیْبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِیْ وَاَجِبْ دَعْوَتِیْ وَ ثَبِّتْ حُجَّتِیْ وَ سَدِّدْ لِسَانِیْ وَاھْدِ قَلْبِیْ وَاسْلُلْ سَخِیْمَةَ صَدْرِیْ)) ❷

''اے اللہ! میری مدد فرما اور نہ مدد کر میرے خلاف اور نصرت فرما میری اور نہ نصرت کر میرے خلاف اور تدبیر فرما میرے لیے اور نہ تدبیر کر میرے خلاف اور مجھے سیدھی راہ پر چلا اور ہدایت میرے لیے میسر فرما اور میری مدد فرما اس شخص پر جو مجھ پر بغاوت کرے۔ اے رب میرے! مجھے اپنا شکر گزار بنا، اپنا ذکر کرنے والا بنا اور اپنے سے ڈرنے والا بنا اور اپنا تابعدار بنا اور اپنی طرف رجوع کرنے والا بنا اور تیرے خوف سے آہیں بھرنے اور رجوع کرنے والا بنا۔ اے میرے رب! میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہ دھو ڈال اور میری دعا قبول فرما اور حجت ثابت فرما میرے دل کو سیدھی راہ دکھا۔ میری زبان درست کر اور میرے سینے سے تمام میل کھینچ ڈال۔''

---

❶ ابوداود، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، رقم ۱۵۲۲، نسائی: کتاب السھو، رقم ۱۳۰۴۔

❷ ابوداود، کتاب الوتر، باب ما یقول الرجل اذا سلم، رقم ۱۵۱۰۔ ترمذی ابواب الدعوات، باب رب اعنی، رقم ۳۵۵۱۔ ابن ماجۃ ابواب الدعاء، باب دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رقم ۳۸۳۰۔

(77) اَلْاَکْرَمُ

کرم: وہ شرف اور بزرگی ہے جو کسی شے کو اپنی جنس میں حاصل ہو سکتی ہے۔

دیکھو نباتات کے لیے...... ﴿كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾ [۲۶/الشعراء: ۷]

مکانات کے لیے...... ﴿وَّزُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ﴾ [۴۴/الدخان: ۲۶]

گفتگو کے لیے...... ﴿وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾ [۱۷/الاسراء: ۲۳]

قرآن مجید کے لیے...... ﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ﴾ [۵۶/الواقعۃ: ۷۷]

اجر کے لیے...... ﴿فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ﴾ [۳۶/یٰس: ۱۱]

فرشتوں کے لیے...... ﴿كِرَامًا كَاتِبِيْنَ﴾ [۸۲/الانفطار: ۱۱]

حاملان وحی کے لیے...... ﴿بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ﴾ [۸۰/عبس: ۱۶،۱۵]

اس سے معلوم ہوا کہ اَکْرَمُ کے معنی رب العالمین کی ذات میں وہ علو اور عظمت ہے جو اسی کی شان کے شایاں ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور تمام عالم اسی کے جود و کرم کا ریزہ خوار ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور ہر ایک شے کو شرف و نجات اسی کی بارگاہ سے عطا ہوئی ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور اسی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف جاہ و کرم نفس سے ممتاز فرمایا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور اسی کے جود و نوال سے انسان کو صورت زیبا سیرت رضیہ حاصل ہوئی ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور اسی کا عناد کرم سب کو ناز و نعم عطا فرماتا ہے۔

☆...... یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کرم تھا، جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا میں مکرم و معظم

ہونے کا منصب عطا فرمایا۔

☆...... یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کرم ہے، جس نے ہم لوگوں کے لیے کتاب کریم نازل فرمائی ہے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے کے لیے لازم ہے کہ خود کو اس کریم کے در کا گدا بنائے۔ عزت و اکرام جاہ و احتشام اسی میں سمجھے کہ وہ ادنیٰ فقیر اس آستانہ کا ہے۔

78 اَلْاَعْلٰی جل جلالہ

اسم پاک اَلْعَلِیُّ کے تحت میں بحث ہو چکی ہے۔ یہ اسم عُلُوٌّ سے ہے۔

اَعْلٰی وہ ہے کہ ملاءِ اعلیٰ بھی جس کی خشیت سے لرزاں و ترساں ہیں۔ اعلیٰ وہ ہے کہ ہر ایک شریک سے برتر ہے۔ وہ اسی فعل کو قبول فرماتا ہے جو خالصتاً اسی کی ابتغائے وجہ (خوشنودی) کے لیے کیا جائے۔ اسی عبادت کو منظور فرماتا ہے جو اسی کی رضوان کے لیے ادا کی جائے۔ اس کی شان اس سے برتر و اعلیٰ ہے کہ اس کی قدرت یا حکم یا ربوبیت میں کسی کو ذرا بھی سا جھا حاصل ہو۔

﴿فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ﴾ [۲۰/ طٰہٰ: ۱۱۴]

''اللہ جو سچا بادشاہ ہے وہ نہایت بلند، نہایت اعلیٰ ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے لیے مثال بھی بلند سے بلند تر ہونی چاہیے۔ ﴿وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ﴾ [۱۶/ النحل: ۶۰] اللہ تبارک اسمہ ہی وہ اعلیٰ ہے جو اہل ایمان کو برتری بخشتا اور امن و اطمینان عطا فرماتا ہے ﴿وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝﴾ [۳/ آل عمران: ۱۳۹]

☆...... اللہ تبارک اسمہ ہی وہ اعلیٰ ہے جو علو فساد کو بندوں میں پسند نہیں فرماتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ((سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی)) کو تسبیح سجدہ قرار دیا ہے۔ غور سے

دیکھنا چاہیے کہ جس وقت مومن کا سر، چہرہ اور ناک زمین سے لگے ہوتے ہیں اس وقت اور اس حالت سے بڑھ کر اور کوئی شکل ذلت و عاجزی کی نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس تسبیح کے معنی یہ ہوئے بندہ ادنیٰ کو رب اعلیٰ کے حضور میں ذلیل سے ذلیل شکل میں پیش ہونا چاہیے۔ یہی صورت ہماری بلندیٔ درجات کی موجب ہے اور یہی ذات ظاہری فی الواقع ارتقائے روح کی معراج ہے۔

اللہ کے سینکڑوں بندے ایسے ہیں جو سجدہ میں زمین پر گر جانے کے بعد ایسی ذلت ایسی کیفیت حاصل کرتے ہیں کہ دنیا کی کسی نعمت، کسی شے میں اس کا ادنیٰ شائبہ بھی نہیں۔

سر بزمین ورت بردن و بردا شتن

نے بطریقت درست نے بحقیقت روا

الخلاق ﷻ (79)

باب اول میں الخالق پر شرح لکھی جا چکی ہے۔ خلاق خلق ہی سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ قرآن پاک میں یہ اسم دو جگہ آیا ہے:

سورۂ حجر میں ہے۔ ﴿اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ﴾ [۱۵/الحجر:۸۶]

سورۂ یٰس میں ہے۔ ﴿وَ ھُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ﴾ [۳۶/یٰس:۸۱]

ہر دو مقامات پر خلاق کو اسم علیم کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے کیونکہ خلق کی صفت میں کمال تام اسی ذات کو حاصل ہو سکتا ہے جو علم تام کا بھی مالک ہو۔

اللہ تعالیٰ خلّاق ہے ﴿یَخْلُقُکُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ﴾ [۳۹/الزمر:۶] تم کو تمہاری ماؤں کے شکموں میں بناتا ہے۔ ایک بناوٹ کے بعد دوسری اور تیسری۔ اس جگہ جہاں تین تین تاریکیاں (پیٹ، رحم اور مشیمہ کی) ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ خلاق ہے۔ پیدائش انسان کو اس نے آیت ذیل میں ظاہر فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝﴾ [۲۳/المؤمنون:۱۲تا۱۴]

"ہم نے پہلے انسان کو صاف مٹی سے بنایا پھر انسان کی خلقت کو پانی سے بنایا جو رحم میں ٹھہرے، پھر نطفہ کو جونک جیسا بنایا۔ پھر اسے لوتھڑا گوشت کا کر دیا۔ پھر اس میں ہڈیاں پیدا کر دیں۔ پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت کا لباس پہنا دیا۔ پھر پیدائش کے اگلے درجہ تک ہم نے اسے بڑھایا۔ بے شک بڑی برکتوں کا دینے والا وہ جو تمام صورت گروں سے بہتر اور پاکیزہ تر مخلوق پیدا کرتا ہے۔"

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ﴾ [۶/الانعام:۷۳] [۳۹/الزمر:۵]

﴿مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَٰنِ مِن تَفَاوُتٍ ۖ﴾ [۶۷/الملک:۳]

"آسمان اور زمین کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا۔ اللہ کی بنائی ہوئی کسی شے میں تم کوئی تفاوت نہیں پاؤ گے۔"

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۚ﴾ [۲/البقرۃ:۲۹]

"اللہ وہ ہے جس نے زمین میں سب کی سب چیزوں کو آپ انسانوں کے نفع اور فائدہ کے لیے) پیدا کیا ہے۔"

﴿سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ۝﴾ [۳۶/یٰسٓ:۳۶]

"پاک ہے وہ ذات جس نے ان سب چیزوں کو بھی جوڑا جوڑا بنایا۔ جن

کو زمین اگاتی ہے اور انسانوں کو بھی جوڑا جوڑا بنایا اور اُن چیزوں کو بھی جن کو اب تک یہ لوگ نہیں جانتے۔''

خلقت و پیدائش کی جن انواع و اقسام کا ان آیات میں ذکر ہے اس کی صحیح کیفیت مختلف علوم پر عبور کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن ایک سرسری نگاہ سے دیکھنے والا انسان بھی اگر مختلف مخلوقات کا ذرا سا تصور کر لے تو اسے اللہ تعالیٰ کی خلاقیت کا تھوڑا بہت عرفان ہو سکتا ہے۔

☆...... لاتعداد مخلوق وہ ہے جسے نور سے بنایا۔

☆...... لاتعداد مخلوق وہ ہے جسے نار سے بنایا۔

☆...... لاتعداد مخلوق وہ ہے جسے خاک سے بنایا۔

☆...... لاتعداد مخلوق وہ ہے جو ہوا میں اڑنے والی ہے۔

☆...... لاتعداد مخلوق وہ ہے جو پانی کے اندر جینے والی ہے۔

☆...... لاتعداد مخلوق وہ ہے جو سطح ارض پر رہتی ہے۔

☆...... لاتعداد مخلوق زمین کے اندر اپنے گھر بناتی ہے۔

☆...... لاتعداد مخلوق چارپائے کے نام سے مشہور ہے۔

☆...... لاتعداد مخلوق صرف دو پاؤں پر چلتی ہے۔

☆...... پھر ہر ایک کے تحت سینکڑوں اصناف و اقسام ہیں۔

ہر ایک کی طبائع و خواص الگ، ہر ایک کی غذا الگ، ہر ایک کا مقصد زندگی جدا، علم و ادراک میں، نشو و نما میں، توالد و تناسل میں، حیات و ممات میں سب کے طبقات جدا جدا ہیں۔

اس ادنیٰ تصور کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ وہ مالک کتنا بڑا خلاق ہے اور ہر ایک مخلوق کے ساتھ اس کا علم کتنا وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ مبارک ہے وہ انسان جو ایسے خالق کا بندہ

ہے جو ایسے مالک کا فرمانبردار ہے۔

اس اسم کے متعلق یہ دعا یاد رکھنی چاہیے:

((اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ خَلَّاقٌ عَظِیْمٌ اِنَّکَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اِنَّکَ غَفُوْرٌ رَحِیْمٌ اِنَّکَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ. اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ الْبَرُّ الْجَوَادُ الْکَرِیْمُ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَ عَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَاسْتُرْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَ ارْفَعْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَ لَا تُضِلَّنِیْ وَادْخِلْنِیْ الْجَنَّۃَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ))

''یا اللہ تو بہت بڑا خلاق ہے۔ تو سمیع ہے، علیم ہے، غفور ہے، رحیم ہے، عرش عظیم کا پالنے والا ہے تو بر اور جواد اور کریم ہے۔ مجھے معاف کر دے۔ مجھ پر رحم کر۔ مجھے عافیت دے۔ مجھے رزق دے۔ میری پردہ پوشی کر۔ میری دل شکستگی کو دور کر دے۔ مجھے بلندی عطا فرما۔ مجھے رہنمائی فرما۔ مجھے گمراہ نہ کر۔ مجھے جنت میں داخل کر۔ اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے۔ اپنی رحمت سے رحم فرما۔''

(80) اَلْمَوْلٰی جل جلالہ

ولا سے ہے۔ وَلَا کے معنی وہ تعلق ہے جو دو چیزوں کے درمیان ہو۔ اس لفظ کا استعمال مکان یا نسب یا دین کے تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

انسانوں میں لفظ مَوْلٰی کا اطلاق ابن العم، حلیف، آزاد شدہ غلام، آزاد کنندہ غلام اور ہمسایہ پر کیا جاتا ہے۔ یعنی ہر ایک وہ شخص جو ایک دوسرے کے کام کاج میں مدد دے ایک دوسرے کا مولیٰ ہے۔

ابن العم کے معنی میں ہے:

﴿وَ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ﴾ [۱۹/ مریم:۵]

"میں اپنے چچیرے بھائیوں سے ڈرتا ہوں۔"

آزاد شدہ غلاموں کے متعلق:

﴿فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ مَوَالِيْكُمْ ؕ﴾ [۳۳/ الاحزاب ۵]

"وہ تمہارے دینی بھائی اور موالی ہیں۔"

اہل نسب کے متعلق:

﴿وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ ؕ﴾ [۴/ النساء ۳۳]

"ہم نے ہر ایک کے نسب والے مقرر کر دیے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کا بندوں سے تعلق بذریعہ وَلا ہے جس کے معنی محبت ونصرت اور صداقت ہیں۔ قرآن مجید میں لفظ وَلا کا استعمال ہر دو جانب کیا ہے۔ بندوں کو اللہ تعالیٰ کی وَلا حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ کو بندوں سے وَلا ہے۔

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝﴾

[۱۰/ یونس ۶۲]

"اللہ کے اولیاء کو نہ خوف ہوگا نہ حزن ہوگا۔"

﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ [۳/ آل عمران:۶۸]

"اللہ مومنوں کا ولی ہے۔"

مگر لفظ مولیٰ اس معنی میں زیادہ خاص ہے۔ یعنی مومن کو ولی کا خطاب تو ملا مگر مولیٰ کا خطاب نہیں یعنی قرآن مجید میں یہ نہیں آتا کہ مومن اللہ کے مولی بھی ہیں۔ بلکہ قرآن پاک میں ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ﴾ [۶۶/ التحریم ۴] واقع ہوا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسول کا بھی مولیٰ ہے اور مومنین کا بھی مولیٰ ہے۔

اس مثال سے معنی زیادہ صاف ہو جاتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور وہی ہمارا کارساز ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور وہی سچے صحیح معنی میں ہمارا آقا ہے۔ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ.

☆...... اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور تمام مخلوق کو اس کے غلام ہونے کی عزت حاصل ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور ایک دن آنے والا ہے جب ﴿هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ﴾ [۱۸/ الکہف:۴۴] سچی ولایت اسی کی اس روز ہوگی۔

☆...... اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور اسی کی بہترین اعانت و نصرت ہمارے ساتھ ہے۔ وہی ﴿فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ﴾ ہے۔ [۲۲/ الحج:۷۸]

☆...... اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور اس نے کفار و مومنین کے درمیان عدم موالات کا حکم دیا ہے ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ﴾ [۳/ آل عمران:۲۸]

کمال ایمان یہی ہے کہ خود کو اللہ تعالیٰ کی تولیت میں سپرد کر دے۔ موالات و عدم موالات کا حسن مالک کی خوشنودی و رضوان پر رکھے۔

⑧① اَلنَّصِيْرُ جَلَّ جَلَالُهٗ

نصر و نصرت بمعنی عون و مدد ہے۔ بندہ کی جانب سے اللہ کی نصرت اور اللہ کی جانب سے بندہ کی نصرت لفظ کا اطلاق بہر دو جانب ہوا ہے۔ بندہ کی جانب سے اللہ کی نصرت

﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ﴾ [۴۷/ محمد:۷]

"تم اللہ کی نصرت کرو گے تو اللہ تمہاری نصرت کرے گا۔"

﴿كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ﴾ [۶۱/ الصف:۱۴]

"اے لوگو اللہ کے انصار بن جاؤ۔"

اب یاد رکھنا چاہیے کہ بندہ کی جانب سے اللہ کی نصرت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ والے

بندوں میں باہمی نصرت و امداد قائم ہو جائے۔ ایک دوسرے کا کام بنانے میں باہمی امداد کریں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی حفاظت، حدود الٰہی کی رعایت، پابندی احکام اور نفرت از نواہی یہ سب نصرت کے معنی میں داخل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بندہ کو نصرت کے معنی تو صاف اور واضح ہیں۔

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ [۹/ التوبہ: ۴۰]

''اگر تم رسول کی مدد نہیں کرتے تو اللہ نے تو اس کی مدد اس وقت ضرور کی جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا اور اس وقت رسول دو میں سے دوسرا تھا اور وہ دونوں غار کے اندر رہتے تھے۔''

یہ نصرت الٰہیہ کا نمونہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم و صدیق رضی اللہ عنہ دونوں غار کے اندر ہیں۔ کفار سر پر آ گئے ہیں۔ حتیٰ کہ صدیق و رسول اُن سب کو دیکھ رہے ہیں مگر ان دونوں کو دیکھنے سے سب کی آنکھیں کور ہیں۔ ڈیڑھ ہزار فٹ کی بلندی کے پہاڑ پر تو سب چڑھ آئے ہیں۔ مگر دس فٹ کی گہرائی کے غار کو کوئی بھی تاک جھانک کر نہیں دیکھتا۔ عنکبوت کا دامن غار پر جالا تن دینا خواہ روایۃ کیسا ہی ضعیف ہو مگر قدرت الٰہیہ کا خود اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈال دینا تو بالکل صحیح ہے اور یہ معجزہ کی اعلیٰ قسم ہے۔ اوٹ کی چیز کا نظر نہ آنا معمولی بات ہے مگر اوٹ نہ ہو اور صحیح و تندرست آنکھ سامنے کی چیز کو نہ دیکھ سکے۔ نصرت الٰہی کی واضح مثال ہے:

﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝﴾ [۱۱۰/ النصر: ۱، ۲]

''جب اللہ کی نصرت اور فتح پہنچی اور آپ نے دیکھ لیا کہ اللہ کے دین میں سب ہی اقسام کے لوگ فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔''

اہل دنیا کی فتح حاصل کرنے کا نتیجہ کسی ملک کا قبضہ میں آ جانا۔ چند نفوس کا داخل

رعایا ہو جانا۔ قفل زدہ قلوب کا کھل جانا، دین الٰہی کا دلوں پر قابض ہو جانا ہے۔ وہ نصرت الٰہی اور فتح ربانی کا جو سیدنا و مولٰنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ الناس یعنی نوع بشر کی مختلف اصناف میں دین الٰہی داخل ہو گیا تھا۔

یہود کو دیکھو کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ امام یہود کے علاوہ مندرجہ ذیل سرداران یہود بھی غاشیہ بردار اسلام ہیں:

شمعون بن یزید، عبدالرحمٰن بن زبیر، کعب بن سلیم، مازن بن عضویہ، عطیہ رضی اللہ عنہم

نصاریٰ کو دیکھو کہ عدی بن حاتم، عروہ بن مسعود بن اوس عمر بن المسیح بن کعب۔ قیس بن حجید ر، ہلب الطائی، ابو مریم نذیر غسانی وغیرہ۔

ابنائے فارس میں...... فیروز دیلمی، باذان، سلمان پارسی۔

فرزندان حبش ...... بلال بن رباح، نابل حبشی، ابو ایمن وغیرہ۔ اصمعہ شاہ حبش۔

اہل روم...... صہیب رومی، باقوم افریقی۔

اہل قبط...... جبیر بن عبداللہ۔

اہل عک...... بشیر بن جابر۔

اہل نمیہ...... قرہ بن دعموص، نمر بن تولب العکلی۔

اہل حضر موت...... عبدالرحمٰن بن عائش، مخرمہ بن شریح۔

اہل نجد میں...... ثمامہ بن اثال۔

بہت بہت لوگ ہیں کہ نصرت الٰہیہ نے ان کو دربار محمدی میں حاضر کر دیا تھا اور اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت وہ کام کرتی ہے جو زر و مال، قوت بازو و فکر و تدبیر سے ہرگز ہرگز پورے نہیں ہو سکتے۔

یہ نصرت الٰہیہ تھی۔ جس نے شب تار میں اہل یثرب کے چند نفوس کو اقتباسِ انوار کا

موقع عطا فرمایا اور وہ آئندہ کے لیے انصار اور انکا شہر **مدینۃ الرسول** کے نام سے مشہور ہوا۔

☆...... اللہ تعالیٰ ہی **نصیر** ہے اور اس کی نصرت کا ظہور بشکل ہدایت ہوتا ہے۔ ﴿وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا ۝﴾ [۲۵/ الفرقان:۳۱]

☆...... اللہ تعالیٰ ہی **نصیر** ہے اور اس کی نصرت بشکلِ ولایت دستگیرِ عباد ہوتی ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ ہی **نصیر** ہے، ظالم و مشرک، نافرمان و سرکش اس نصرت سے محروم رہتے ہیں۔

☆...... اللہ تعالیٰ ہی **نصیر** ہے۔ اس کی نصرت سینہ کھول دیتی ہے۔ قلب میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اطمینان ونزدل کا سکون ہوتا ہے۔ سکینہ کا تمکن ہوتا ہے۔ مصائب دنیا نگاہ میں خفیف ہو جاتی ہیں۔ اعتماد و وثوق فرشتے بن کر اہل ایمان میں ثبات قدم اور اقرار دل پیدا کرتے ہیں فتح مبین، نصر عزیز اہل ایمان کے یمین و یسار کو گھیر لیتے ہیں اور اس وقت کمزور سے کمزور بندہ ایسے ایسے نمایاں کام کر گزرتا ہے جس کے سرانجام دینے سے بڑے بڑے شاہ و حکمران عاجز ہوتے ہیں۔

اس اسم پاک سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی نصرت و رعایت کا ملتجی رہے۔ کشود کار اسی کے ہاتھ میں سمجھے۔ یہ دعا یاد کر لینی چاہیے:

((اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَ عَلِّمْنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ وَ زِدْنِيْ عِلْمًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ)) [1]

((اَللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبَ وَ قُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ اَحْيِنِيْ مَا عَلِمْتَ الْحَيٰوةَ خَيْرًا لِّيْ وَ تَوَفَّنِيْ اِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَيْرًا لِّيْ)) [2]

"یا اللہ! جو کچھ تو نے مجھے علم دیا ہے اس سے نفع بھی عطا کر، اور جو چیز میرے نفع کی ہے اس کا علم عطا کر اور مجھے علم میں ترقی دیا کر ہر حالت میں

---

[1] ترمذی: ابواب الدعوات، باب سبق المفردون، رقم ۳۵۹۹، ابن ماجۃ، ابواب الدعاء، باب دعاء الرسول، رقم ۳۸۳۳۔

[2] نسائی کتاب السہو، باب الدعاء بعد الذکر، رقم ۱۳۰۶۔

اللہ کا شکر ہے اور جہنمیوں کے حال سے اللہ کی پناہ ہے۔ یا اللہ! اپنے علم غیب اور قدرت کی طفیل مجھے زندہ رکھ۔ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو۔ مجھے وفات دے جب تیرے علم میں وفات میرے لیے بہتر ہو۔''

(82) اَلْاِلٰہُ جل جلالہ

اللہ تعالیٰ کا اسم جلالت اللہ ہے لیکن اِلٰہ بھی اسی کا ذاتی نام ہے۔ بعض نے تو لفظ اللہ پر بحث کرتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اس پر الف ولام تعریف داخل شدہ ہے گو اب کثرت استعمال سے وہ خود نفس کلمہ بن گیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ''اِلٰہ'' ہمارے مالک کا ذاتی اسم ہے۔

کلمہ طیب میں اور دیگر اکثر مقامات پر اس اسم کا استعمال بحالت نفی ہوا ہے۔ غور کرو:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ''نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے''

﴿وَ لَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ [۵۱/الذّٰریات:۵۱]

''اللہ کے ساتھ کسی اور کو الٰہ نہ ٹھہراؤ۔''

﴿الٓمّٓ ۞ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ [۳/آل عمران ۱۔۲]

''نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے۔''

لیکن بحالت اثبات بھی اس اسم پاک کا استعمال قرآن مجید میں بکثرت ہوا ہے اور اس لیے ضروری ہے کہ اسمائے حسنیٰ کے ذیل میں اس کا جداگانہ شمار رکھا جائے۔

﴿وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ [۲/البقرۃ:۱۶۳، ۱۶/النحل:۲۲]

''تمہارا الٰہ تو وہی واحد الٰہ ہے۔''

﴿وَ هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ﴾ [۴۳/الزخرف ۸۴]

''وہی ہے جو آسمان میں اِلٰہ ہے اور جو زمین میں اِلٰہ ہے۔''

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ﴾ [۲۱/الانبیاء:۸۷]

''اِلٰہ تو ہے، تیرے سوا اور کوئی اِلٰہ نہیں۔''

﴿نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ﴾ [۲/البقرۃ:۱۳۳]

''تیرے اِلٰہ کی اور تیرے آباؤ اجداد کے اِلٰہ کی ہم عبادت کیا کریں گے۔''

اس اسم کے خصائص میں سے ہے کہ عبادت، دعوت، وحدت کو اس سے خاص تعلق ہے جہاں کہیں یہ اسم ہوگا۔ صفات بالا میں سے کسی نہ کسی صفت کا ظہور اس جگہ ضرور ہوگا۔ اس اسم سے تخلق پیدا نہیں ہوسکتا۔ البتہ تعلق پیدا ہوسکتا ہے۔ تعلق پیدا کرنے کے لیے اول اعتقادِ وحدت ضروری ہے۔ پھر دعوت ہو تو اسی نام کی ہو۔ عبادت ہو تو اسی نام کی۔ یہ اسم پاک تفرید و توحید میں ایک خاص شان رکھتا ہے۔ شرک جلی تو کیا شرک خفی بھی اس کی بارگاہ میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ توحید اور وہ بھی نہایت خالص تفرید اور وہ بھی نہایت صادق۔ جب بندہ کو حاصل ہو جائے۔ تب اس پاک اسم کے انوار متجلی ہوتے ہیں۔ بندہ کی انانیت گم ہو جاتی ہے اور عبودیت وضوح تام کے ساتھ نمایاں ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد عرفان صحیح اور یقین تام کا فیضان شروع ہو جاتا ہے اور انہی دو شہ پروں کے ساتھ بندہ کو ترقی پر ترقی عروج پر عروج ملتا رہتا ہے حتی کہ عبد کامل، امام الرسل محمد مصطفی ﷺ متابعت کا تاج اسے پہنا دیا جاتا اور ﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾ [۲۵/الفرقان ۷۴] کے تخت پر متمکن کر دیا جاتا ہے۔

مبارک ہے وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ ایسا فائز المرام فرمائے۔

(83)

قرآن مجید میں تین جگہ (مائدہ، توبہ، سبا) میں آیا ہے اور ہر سہ جگہ باضافت عَلّامُ الْغُيُوْب فرمایا گیا ہے۔ باب اول میں اسم اَلْعَلِيْمُ کی شرح موجود ہے۔ علّام علم سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور عَلِيْم صفت مشبہ کا۔

اب یہ یاد رکھنا چاہیے کہ صفت مشبہ یہ ہے جس کا تعلق مطلقاً ذات و وصف سے ہوتا ہے اور اس میں زمان و مکان کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ اس لیے صفت مشبہ میں استقرار و دوام ہوتا ہے۔

فَعِیْلٌ صفت مشبہ کے اوزان میں سے ہے۔ [1] مبالغہ میں موصوف کا اس صفت سے بکثرت موصوف ہونا مراد ہوتا ہے فَعَّال اوزان مبالغہ میں سے اور علّام جو اس کے وزن پر ہے۔ ظاہر کرتا ہے کہ صفت علم کا رب العالمین کی ذات پاک کے ساتھ بکثرت ارتباط ہے۔

لہٰذا علیم اور علّام بالاستقلال دو اسم ہوئے۔

اسم علّام کا غیوب کی طرف مضاف ہونا دراصل معنی کا وضوح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم نہ محتاج مادہ ہے اور نہ مفتقر معلوم ہے۔

اہل منطق علم کی تقسیم تصور و تصدیق پر کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا علم تو نہ حدوث کیفیت پر ہے اور نہ اثر معلوم کے حصول پر۔ اس کے علم پر اتحاد معلوم لازم نہیں آتا وہ شائبہ اکتساب سے پاک تر ہے اور اس لیے ماضی و حال و استقبال پر اس کا علم یکساں ہے۔ انسان کا عالم اشیاء موجودہ و غائبہ کے ساتھ جداگانہ نسبت رکھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا علم ایسی تفریق و تجدید سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اس صفت پر ایمان لانا لازم ہے۔

﴿سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا﴾ [۲/البقرۃ:۳۲] کی تلاوت انسان پر افادۂ علوم بھی کرتی ہے اور اس حیرت و ضلالت سے بھی رہائی دلاتی ہے۔ جو علم کی بحث میں منطقیوں اور فلاسفروں وغیرہ کو لاحق ہوتی ہے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اپنے باطن کو ﴿عَلَّامُ

---

[1] صفت مشبہ صرف ابواب ثلاثی مجرد سے آتی ہے۔ ہاں اگر دلالت فعل کسی رنگ یا عیب یا حلیہ پر ہو تب صفت مشبہ کا بوزن افعل ہونا ضروری ہوتا ہے۔ دیکھو اسود، اعرج، ابلج۔

الْمُغْیُوْبِ ○﴾ [۵/المآئدة:۱۰۹، ۱۶/۳۴، ۳۴/سبا:۴۸] کے لیے کم از کم اتنا درست تو بنا لیں جتنا اپنے ظاہر کو ہم جنسوں کی نظر ظاہر بین کے سامنے درست بنا لیا کرتے ہیں۔

(84) اَلْقَاهِرُ جل جلالہ

قہر کے معنی غلبہ و چیرگی ہیں اور قاھر پہاڑ کی بلند ترین چوٹی کو کہہ دیا کرتے ہیں

☆...... اللہ تعالیٰ قاھر ہے کیونکہ اسے تمام مخلوق پر غلبہ تام حاصل ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ قاھر ہے کیونکہ بلندیٔ ذات اور برتری صفات میں کوئی مخلوق اس کے برابر کی نہیں۔

☆...... اللہ تعالیٰ قاھر ہے کیونکہ اس کے حکم کے سامنے سب کے سب سرافگندہ و عاجز ہیں۔

﴿وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾ [۶/الانعام:۱۸، ۶۱]

"وہ اپنے سب بندوں پر غالب ہے۔"

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو غلبہ و طاقت کے وقت ضعفاء پر رحم کرنا چاہیے۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ صحابی کہتے ہیں کہ وہ اپنے غلام کو مار رہے تھے۔ عقب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے۔ فرمایا: تیرا رب تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنی تجھ کو اپنے غلام پر ہے۔ یہ سن کر وہ زمین پر گر گئے۔ غلام سے کہا کہ اپنا پاؤں مع اپنا جوتا کے میرے رخسار پر رکھ دے تب جاہلیت کی بو میرے دماغ سے نکلے گی۔

اَلْقَهَّار کی شرح باب اول میں پڑھو۔

غفر کے لغوی معنی چھپانا۔ ڈھانپنا ہے۔

محاورہ ہے اِغْفِرْ ثَوْبَکَ فِي الْوِعَاءِ "کپڑے کو صندوق میں رکھ دو۔"

اُصْبُغْ ثَوْبَکَ فَاِنَّهٗ اَغْفَرُ "کپڑا رنگ لو، وہ میل کو چھپا لیتا ہے۔"

مغفر...... خود آہنی جو سر کو ڈھانپ لے۔

غفارہ - وہ رومال جو عورتیں سر پر ڈال لیتی ہیں کہ اوڑھنی چکنی نہ ہونے پائے۔

غفر ذنوب...... اللہ تعالیٰ کا گناہوں پر پردہ ڈال دینا، ستاری فرمانا، معاف کر دینا اعمال نامہ سے دور کر دینا۔

قرآن مجید میں ﴿غَافِرِ الذَّنْبِ﴾ [۴۰/الغافر:۳] باضافت صرف ایک مقام پر آیا ہے۔ دیگر مقامات پر غفور و غفار کا استعمال ہوا ہے۔ جن کی شرح باب اول میں ہے۔ ہر سہ اسماء کا فرق بھی اسی جگہ تحریر ہے۔

مغفرت و غفران اللہ تعالیٰ کی صفت خاص ہے۔ دنیا میں اقبال جرم کے بعد پولیس و عدالت مجرم کو ماخوذ کرتی سزا دیتی ہے۔ رب العالمین بندہ کو جب کہ وہ اعتراف گناہ کرے، معاف فرما دیتا ہے۔

﴿وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ [۳/آل عمران:۱۳۵]

”اللہ کے سوا گناہوں کو اور کون معاف کر سکتا ہے۔“

86 الفاطر جل جلاله

فطر...... ابداع، پیدائش اولین، ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے پاس دو بدوی آئے وہ ایک چاہ (کنویں) کی ملکیت کے دعوی دار تھے۔ ان میں ایک بولا: ”اَنَا فَطَرْتُهَا“ میں نے اس کا پاڑ کھودا تھا۔

﴿فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ [۱۲/یوسف:۱۰۱]

”وہ معرفت صحیحہ جو انسان کی بناوٹ میں ہے۔“

﴿فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [۶/الانعام:۱۴]

”وہ مالک ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ نمونہ کے بغیر بنا دیا۔“

☆...... اللہ تعالیٰ فاطر ہے وہی خالق فطرت ہے۔ وہی قانون تخلیق کا بنانے والا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ فاطر ہے اور اس کی پیدائش میں ذرا سا بھی فطور نہیں دیکھا جا سکتا۔

☆...... اللہ تعالیٰ فاطر ہے اسی نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور اسی کے حکم سے ان میں انفطار پیدا ہوگا۔ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾ [۸۲/ الانفطار:۱] ''جب آسمان میں شگاف پڑ جائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والا، وہی مٹانے والا ہے۔

مخلوق میں سے نہ تو کسی میں آسمان جیسی شے پیدا کرنے کی طاقت ہے اور نہ کسی میں ایسی شے کے مٹانے کی قوت ﴿لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ﴾ [۲۸/ القصص:۷۰] ''میرے مالک کا ہر ایک کام پہلا اور پچھلا۔'' اس کے کمال وجلال پر دال ہے۔

(87) اَلْمَلِيْكُ جل جلاله

مُلک سے ہے۔

مالک اور ملک اور ملیک تین الفاظ ہیں جو متقارب المعنی ہیں۔

مالک: مِلک اور مُلک دونوں سے آتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے مالک بلا اضافت نہیں آیا۔ ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾ [۱/ الفاتحۃ:۳] جبکہ بلا اضافت بھی آیا ہے اور اس کے معنی بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرما دیے ہیں:

﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ﴾
[۸۲/ الانفطار:۱۹]

''یوم دین وہ ہے جس روز کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے ذرا سا بھی کام نہ آئے گا اور اس روز ساری حکومت اللہ تعالیٰ ہی کی ہوگی۔''

اسی طرح فرمان الٰہی ہے:

﴿تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ﴾ [۳/ آل عمران ۲۶]

”جسے چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے۔“

مالک بلا اضافت داروغہ جہنم کا نام بتلایا گیا ہے ﴿وَ نَادَوْا یٰمٰلِكُ﴾ [۴۳/الزخرف:۷۷]

مَـلِـك قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے آیا اور دوسروں کے لیے بھی۔ اللہ کے لیے ہے۔ ﴿اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ﴾ [۵۹/الحشر:۲۳]

بشر کے لیے: ﴿وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ ۚ﴾ [۱۲/یوسف:۵۰] ”بادشاہ نے کہا: اسے میرے پاس لاؤ“

﴿اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ﴾ [۲/البقرۃ:۲۴۷]

”اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا دیا ہے۔“

ملیک اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لیے مستعمل نہیں ہوا۔

مَالک فاعل ہے مِلک فعل ہے جو اوزان مبالغہ میں سے ہے اور مَلِیک فَعِیل ہے۔

فَعِیل میں بمقابلہ فاعل و فعل یہ مزید خوبی ہے کہ اس صفت کا لزوم خود ذات موصوف سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مَلِیک ہے کیونکہ ہر شے کی ملکوت (جان) اسی کے قبضہ میں ہے۔

﴿بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ﴾ [۳۶/یٰس:۸۳]

اللہ تعالیٰ مَلِیک ہے اور وہی اپنے بندوں کو نَـعِـیْـمٌ مُّقِیْم اور ملک کبیر عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ مَلِیک ہے اور ملائکہ اور ملوک اسی کی ملک ہیں۔

ملک اور ملکوت اسی کے امر کی تحت میں ہیں۔

اس اسم پاک سے تخلق تو کیا، ہاں تعلق ہوسکتا ہے۔ خود کو ادنیٰ ملک یمین سمجھو۔ ادنیٰ غلام سمجھو، ہر شے کا مالک حقیقی، ہر شخص کا مالک حقیقی اسی کو سمجھو جس کی سلطنت ازل و ابد پر

عادی ہے۔ جو گدا کو تاج پہناتا ہے اور تخت نشینوں کو دم بھر میں خاک مذلت پر بٹھا دیتا ہے
فَتَعَالَى اللّٰهُ عُلُوًّا كَبِيْرًا.

88 اَلْحَفِيُّ جل جلاله

حَفَا بِهٖ حَفًّا وَ حِفُوَةً وَ حِفَاوَةً و حِفَايَةً سے ہے۔ کمال مہربانی، نوازش فرمائی، خوب پرسش حال کی، فرحت و سرور کا اظہار کیا۔

حفی، بروزن غنی ہے۔ اس کے معنی عالم بسیار بھی ہیں اور مہربان بسیار بھی۔

حفی، برو لطیف کا ہم معنی ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ حفی ہے وہ اپنے بندوں پر کمال مہربان ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ حفی ہے وہ اپنے بندوں کی پرسش احوال فرماتا ہے۔ وہ خود ہر صبح کو سائلین کو بلاتا، درخواست کرنے والوں کو عرض و معروض کا موقعہ دیتا اور دعاؤں کو شرف اجابت بخشتا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ حفی ہے اس کے علم نے سب کو گھیر رکھا ہے۔ اس کے لطف و احسان نے سب کو زیر بار کر دیا ہے۔ وہی بندوں کو افعال خیر پر آمادگی بخشتا ہے اور وہی نافرمان بندہ کے تائب ہونے پر اظہار فرحت و سرور فرماتا ہے۔

قرآن مجید سے ظاہر ہے کہ اس اسم کا اطلاق خلیل الرحمٰن سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا ﴿اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا﴾ [۱۹/مریم:۴۷]

مگر اسمائے حسنیٰ میں اس کا شمار شیخ الاسلام حافظ احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن محمود بن احمد بن حجر الکنانی النسب، العسقلانی الاصل المصری المولد (۷۷۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ نے فتح الباری میں کیا اور اسکے ساتھ ہی "قَلَّ مَنْ نَبَّهَ عَلٰى ذٰلِكَ" ج ۲۶۰ ص ۲۸۲ بھی لکھ دیا ہے یعنی "بہت کم لوگ ہیں جن کو اس اسم کی آگاہی ملی۔"

میں نے اس فہرست میں حافظ ممدوح کی اس تدقیق وتلاش سے استفادہ کیا اور اس اسم پاک کو یہاں درج کردیا۔

(89) اَلْمُحِیْطُ جل جلالہ

حَوْطٌ: حزم وہوشیاری۔

اَحاطہ اس کا استعمال اجسام کے لیے بھی ہے۔ مثلاً:

فلاں جگہ کو گھیر لیا۔ دیوار کو اسی لیے حائط بولتے ہیں۔

پھر اس کا استعمال حفاظت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ ﴿اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ﴾ [۴۱/ فصلت: ۵۴] یعنی ''اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت جمیع جہات سے کر رکھی ہے'' اس کا استعمال علم کے لیے بھی ہوتا ہے۔ فرمایا: ﴿اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ [۶۵/ الطلاق: ۱۲] فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ﴾ [۳/ آل عمران: ۱۲۰]

ہاں احاطت بالعلم کے معنی یہ ہیں کہ اس شے کے وجود وجنس اور کیفیت وغرض اور مقصود ایجاد اور نتیجہ واثر کی کامل واقفیت ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ مخلوقات کے متعلق علم کی یہ وسعت، یہ فراوانی، صرف رب العالمین کو حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی اگر ایسا دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ﴾ [۱۰/ یونس: ۳۹]

☆...... اللہ تعالیٰ **محیط** ہے کیونکہ وہ اپنی تمام مخلوق کی خاطر حفاظت فرماتا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ **محیط** ہے۔ وہ تمام مخلوق پر اقتدار کلی رکھتا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ **محیط** ہے اور وہ ہر شے کی پیدائش، غرض پیدائش، انجام پیدائش، فوائد پیدائش سے آگاہ ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ **محیط** ہے۔ احاطہ مکانی واحاطہ زمانی سب اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔

☆...... اللہ تعالیٰ محیط ہے اور اس کی قدرت کاملہ اُن اُمور کو سرانجام فرماتی ہے۔ جن پر

انسان کو قدرت نہیں ﴿وَاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا﴾ ۴۸/الفتح ۲۱ مسلمانوں کو ایسی ایسی فتوحات ملیں گی جن کے حصول کی اُن کو قدرت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت و اختیار میں سب کچھ ہے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اجسام و ارواح اور اعمال پر اللہ تعالیٰ ہی کو محیط سمجھیں۔

لازم ہے کہ ﴿اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ﴾ ۲/البقرۃ:۸۱) کی بدترین حالت سے خود کو بچائیں یہ کیفیت اس وقت طاری ہوتی ہے جب انسان ارتکاب گناہ میں دلیر ہو جاتا ہے گناہ پر گناہ کئے جاتا ہے اور دل پر ظلمت بالائے ظلمت بڑھتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ خطیات ہی اسے ہر چہار اطراف سے گھیر لیتی ہیں۔ اب اس کا جاگنا سونا، اٹھنا، بیٹھنا، سب کچھ گناہ کی فضا میں ہو جاتا ہے۔ معاذ اللہ منہا۔

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَ مَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَ مَا اَعْلَنْتُ وَ مَا اَسْرَفْتُ وَ مَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ)) [1]

''الٰہی! مجھے بخش دے۔ میری ان خطاؤں کو بخش دے جو پہلے کیں اور پیچھے کیں، کھلی کیں یا چھپی کیں، تو سب کچھ جانتا ہے تو ہی پہلے تھا اور تو ہی آخر رہے گا تیرے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔''

90 المستعان جل جلاله

عَوْن سے ہے۔ جس کے معنی مدد و حمایت ہیں۔

---

[1] بخاری کتاب التہجد ۔باب التہجد باللیل، رقم ۱۱۲۰، مسلم کتاب صلوۃ المسافرین، باب فی قیام لیلۃ القدر، رقم ۸۱۲)۔ ابوداؤد کتاب الصلوۃ، باب ما یستفتح به الصلوۃ، رقم ۷۶۰۔ نسائی کتاب قیام اللیل باب ما یستفتح به القیام، رقم ۱۶۲۰۔

استعانت، مدد مانگنا۔

﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ [۱/ الفاتحہ:۴]

''خاص تیری ہی عبادت ہم کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد ہم چاہتے ہیں۔''

استعانت اور معاونت میں فرق ہے۔ معاونت میں وہ امور داخل ہیں کہ معین و معان دونوں ایک دوسرے کی اعانت کی احتیاج رکھتے ہوں۔ درزی کو موچی کی ضرورت ہے، موچی کو درزی کی۔ کاشتکار کو بزاز کی ضرورت ہے، بزاز کو کاشتکار کی۔ یعنی سلسلۂ احتیاج بہر دو جانب موجود ہے۔ زید خالد کا کام بناتا ہے اور خالد زید کا۔ یہ سلسلہ عالم مادی پر ختم ہو جاتا ہے۔

استعانت ان امور میں ہے جو انسان کی طاقت سے بالاتر ہیں اور ان کا تعلق صرف قدرت الٰہیہ سے ہوتا ہے۔ مصائب کو دور کرنا، نوائب کا ہٹانا، عطیہ، انعامات و سعادات۔ مرادوں کو پورا کرنا، آرزوئیں کر برلانا، گناہاں و تقصیرات ماضیہ سے درگزر، مستقبل کی اصلاح و فلاح آخرت کی بہبودی، دنیا کی سلامتی، حیات و ممات، عطیہ مال واولاد، کشائش رزق، افزائش عمر وغیرہ وغیرہ کی استعانت خاص رب العالمین ہی کا خاصہ ہے۔ اسی کی تعلیم سورۂ فاتحہ میں دی گئی ہے اور اسی کو بار بار یاد دلانے اور پیش نظر رکھنے کے لیے فاتحہ کو ہر ایک نماز میں اور ہر ایک رکعت میں پڑھنا ضروری ولازمی قرار دیا گیا ہے۔

جب ﴿اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ [۱/ الفاتحہ:۴] اللہ تعالیٰ کے خاص حقوق میں سے ہوا تو ضروری ٹھہرا کہ مُسْتَعَانُ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا نام ہو۔

یعقوب علیہ السلام کے پاس جب ان کے فرزند یوسف علیہ السلام کا خون آلود کرتہ لے گئے اور ظاہر کیا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔ تب انہوں نے زبان سے بھی کہا تھا:

﴿وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ﴾ [۱۲/ یوسف:۱۸]

اس اسم پاک اور استعانت باللہ کا اثر یہی ہوا کہ بالآخر یوسف و یعقوب علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے ملایا اور یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے اقبال و کامرانی، نبوت و حکمرانی کا جلوہ دکھایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کفار عرب کے مقابلہ میں یہ دعا پڑھی تھی: ﴿وَ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾ [۲۱/ الانبیآء: ۱۱۲]

اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ کامیابی عطا فرمائی جو کسی نبی کو نہ ملی تھی۔ ذرا الفاظ قرآنی پر غور کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں دعائے یعقوب علیہ السلام سے بڑھ کر کس قدر قوت ہے۔ کامیابی میں بھی یہی تفاوت جلوہ افگن ہے۔ وہاں ایک یوسف ملا تھا۔ یہاں قوم کے ہزاروں گم شدہ لوگ اسلام میں داخل ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرۃ العین بن گئے تھے۔

اس اسم پاک کو میں نے قرآن پاک سے حاصل کیا اور پھر میری خوشی کی حد نہ رہی جب مجھے فتح الباری میں یہ لکھا ہوا ملا کہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے بھی اس اسم کو اسماء حسنیٰ میں شمار کیا ہے۔

اس اسم سے تخلق حاصل کرنے والوں کو لازم ہے کہ جملہ امور دنیوی و دینی، مادی و روحی میں اللہ تعالیٰ کی جناب سے استعانت حاصل کریں۔ غیر اللہ کی استعانت و مدد "شرک جلی" ہے اور اکثر مسلمان شرک میں اسی لیے آلودہ ہیں کہ ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ [۱/ الفاتحۃ: ۴] کے معنی نہیں سمجھتے اور سمجھنے پر مائل نہیں ہوتے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے حق بندہ پر دو ہیں۔ عبادت اور استعانت۔ جو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ان حقوق کو کم کرے گا، دوسرے کو دے گا۔ دوسرے کو ایسے حق کا اصلی یا حقیقی یا عارضی یا مجازی مالک سمجھے گا وہ شرک کے گہرے گڑھے میں گر جائے گا۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا.

ترا کہ از دگران است استعانت عمر زبان کذب بایاک نستعین مکشائے

استعانت غیر کا خیال عموماً مصیبت، بے چارگی، غمزدگی میں ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بتلا دیا ہے کہ ایسے اوقات و احوال میں استعانت من اللہ کا طریق کیا ہے؟ فرمایا:

﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ [۲/البقرۃ:۴۵]

''صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔''

مصیبت کے وقت انسان کو لازم ہے کہ قلب کی حفاظت کرے اور اُن نعمتوں کو یاد کرے جو اس مصیبت کے مقابلہ میں بہت زیادہ اس بندہ کو حاصل تھیں۔ زبان کی حفاظت کرے اور کوئی ایسا کلمہ یا قول زبان سے نہ نکلنے دے جو پروردگار کی ناپسندیدگی کا موجب ہو اور جب بہت ہی گھبراہٹ پیدا ہو تو نماز نافلہ کی نیت باندھ کر کھڑا ہو جائے اور پورے خضوع و خشوع سے قیام و قعود اور رکوع و سجود کو ادا کرے۔ امید ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس کی حالت میں نمایاں تبدیلی ہو چکی ہوگی۔ اضطراب، بیقراری دور ہوگی۔ وقار و سکینہ اور اطمینان زبان پر قابو یافتہ ہوں گے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾ [۲/البقرۃ:۱۵۳] کا جلوہ نظر آ جائے گا اور معیت الٰہی خود بخود جملہ امور کا انصرام و اہتمام ید قدرت سے لے گی اور حالت ﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾ [۲/البقرۃ:۱۵۵] سے مبدّل شدہ ہوگی۔

حدیث صحیح میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

''اے معاذ! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں تو ہر ایک نماز کے بعد اس دعا کا پڑھنا نہ بھولا کر۔''

((اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ)) [1]

((اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَ اِلَيْكَ الْمُشْتَكٰى وَ بِكَ الْمُسْتَغَاثُ

---

[1] ابوداود: کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، رقم ۱۵۲۲۔ نسائی: کتاب السھو، باب الدعاء بعد الذکر، رقم ۱۳۰۴۔

وَ اَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ)) [حزب الاعظم]

(91) اَلرَّفِیْعُ جل جلالہ

رفعت سے ہے رَفِیْـع بروزنِ فعیل ہے۔ یہ وزن فاعل اور مفعول دونوں کے لیے آتا ہے۔ رفیع کے معنی بلندی والا۔ بلندی کا مالک بھی ہے اور بلندی کا دینے والا بھی۔

قرآن پاک میں اللہ پاک کا نام ''رفیع الدرجات'' ہے یعنی۔ وہ جو درجات میں سب سے بالاتر ہے۔

نیز قرآن پاک میں ہے:

﴿یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ﴾ [۵۸/المجادلہ:۱۱]

''اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو بلند کرتا ہے۔''

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ﴾ [۱۳/الرعد:۲]

''اللہ تعالیٰ رفیع ہے اسی نے آسمانوں کو ہمارے سر پر بلند کر دیا ہے۔''

☆...... اللہ تعالیٰ رفیع ہے اور وہ اپنے بندوں کو درجات میں بعض بندوں پر رفعت عطا فرماتا ہے:

﴿وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ﴾ [۶/الانعام ۱۶۶]

''اللہ تعالیٰ رفیع ہے جس نے ادریس کو مکان علیا پر رفعت عطا کی۔''

☆...... اللہ تعالیٰ رفیع ہے جس نے محمد ﷺ کے ذکر و محامد کو رفعت و برتری عطا کی کہ ہر ایک اذان و تکبیر میں صبح و شام حضور کا ذکر بھی کیا جاتا ہے جب کہ کلمہ توحید کا ذکر ہوتا ہے۔

﴿وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَؕ﴾ [۹۴/الم نشرح:۴]

اس اسم پاک کے مقابلہ میں مومن کو احکام الہیہ کی تعمیل بطیب خاطر و انشراح قلب کرنی چاہیے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اس وقت تعمیل کا اقرار لے لیا تھا۔ جب

کہ طور اُن پر بلند تھا اور یہ دیکھ رہے تھے کہ اب ان پر گرا کہ اب گرا۔

(92) اَلْکَافِی جَلَّ جَلَالُہٗ

کفائت کے معنی: کمی کا پورا کر دینا، حسب مراد کام بن جانا ہے۔

اسم کافی آیت ﴿اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ط﴾ [۳۹/الزمر:۳۶] سے بنایا گیا ہے۔

کاف خود بھی فاعل ہے اور اس لیے چند ائمہ نے اسم کاف اور چند نے اسم کافی تحریر کیا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اسی نے ﴿اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِءِیْنَ ۝﴾ [۱۵/الحجر:۹۵] کا وعدہ پورا فرما کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کفائت کا جلوہ نمودار کیا۔

مکہ میں مشرکین نے ایک کمیٹی مقرر کر رکھی تھی۔ جس کا کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کا استہزاء کرنا تھا۔

حضور کو دیکھ کر کوئی منہ بنانے لگتا، کوئی بیہودہ حرکات سے غصہ دلانا چاہتا، کوئی کیچڑ پھینکتا، کوئی گرد و غبار اڑاتا، کوئی پھبتیاں سناتا، کوئی جھوٹی باتیں بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف بیہودہ افسانے پھیلاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب سے خود نپٹ لینے کا وعدہ فرمایا تھا اور اپنی کفائت کا اعتماد دلایا تھا۔ نتیجہ وہی ہے کہ استہزاء کرنے والے سب ذلیل و خوار اور تباہ و ہلاک ہوئے۔ وہی ہوا جو اللہ عزوجل نے فرمایا تھا۔ اسی تعلیم نے اشاعت پائی جو سرور کائنات کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کافی ہے اور ﴿وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ ط﴾ [۳۳/الاحزاب:۲۵] کا نمونہ بھی اسی کی کفائت نے دکھلایا ہے۔

اہل ایمان عمرہ کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب آئے ہوئے تھے۔ کوہ تنعیم کے دامن میں مصروف نماز تھے کہ ہشتاد کس دشمنوں نے حملہ کر دیا۔ وہ سب کے سب گرفتار کر لیے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو از راہ احسان و الطاف رہا فرما دیا۔ اُن کی جان بخشی ان کے قبائل میں تحریک اسلام بن گئی۔ نہ جنگ ہوئی نہ لڑائی اور دین الٰہی نے ترقی بھی

حاصل کرلی۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی کفایت کا نتیجہ تھا۔

اس موقعہ پر اہل قریش نے جنگ وقتال کا ارادہ کرلیا۔ مسلمان نہ جنگ کے لیے آئے تھے نہ مسلح ہی تھے۔ آخر سفارتانہ تدابیر میں اتنی کامیابی ہوئی کہ جنگ رک گئی۔ قریش کے ساتھ مساویانہ حقوق پر معاہدہ ہوگیا۔ اب پہلا موقعہ تھا کہ قریش نے مسلمانوں کو بحیثیت ایک جماعت وقوم کے تسلیم کیا تھا۔ اس کامیابی کا سبب بھی اللہ تعالیٰ ہی کی کفایت تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کو ﴿كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ شَهِيْدًا﴾ [۲۹/ العنکبوت۔۵۲] فرمادیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خود اعدا کے دلوں میں محبت ڈال دیتا ہے اور دل ہی دل میں بڑھتا ہے اور وہ بالآخر وہ ہی دشمن حضور کے فدائی وشیدائی بن کر حاضر دربار پرانوار ہو جاتے ہیں۔

☆...... ہاں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ تمام مخلوق اولین وآخرین کا حساب الگ الگ ہر شخص اور پھر ایک ہی وقت کے اندر ایسی آسانی سے لے لے گا جیسا کہ ہر شخص کو اپنی حکمت سے الگ الگ ہر ایک کو ایک ہی وقت کے اندر رزق بھی پہنچاتا رہتا ہے ﴿وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ۝﴾ [۲۱/ الانبیآء۔۴۷] فرمایا اسی کو شایاں ہے۔

اہل توحید اللہ تعالیٰ کی ولایت کو سب کی محبت وولا سے زیادہ کافی سمجھا کرتے ہیں۔ اہل توکل اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا وکیل بنانا جملہ تدابیر سے کفائت کنندہ سمجھتے ہیں۔ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے علم وبصر اور اطلاع وخبر کو اعمال صالحہ کی بجاآوری کے لیے یا افعال قبیحہ سے پہلوتہی کے لیے کافی وافی سمجھ کر دنیا کی جھوٹی رازداری یا ریاکاری سے بچے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کافی ہے اس نے ہماری ہدایت کے لیے ازراہِ رحمت ومرحمت وہ کتاب نازل فرمادی ہے جو جملہ معجزات مادی اور عجوبات حسی سے بڑھ چڑھ کر ہے۔

جو جملہ علوم سے مستغنی کرنے والی اور انسان کی عقل ودماغ اور قلب وروح کی مقتضیات کے لیے کفایت کرنے والی ہے۔ اس کتاب پر تدبر کرنے والے کسی معجزہ کے

طالب رہ سکتے ہیں اور نہ بدلیل و برہان خارجی کے سائل بن سکتے ہیں۔ رب کافی ہی کی کتاب اہل خبرت کے لیے کافی ہے ﴿اَوَلَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰى عَلَیْهِمْ ۭ﴾ [۲۹/العنکبوت:۵۱]

اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اسی کی کفایت مومن کو اس وقت میں تسلی دینے والی ہے جب مسلمان تعداد میں کم، زر و مال میں کم، تدبیر و طاقت میں کم ہوں اور دشمن اپنی تدابیر میں لگا ہوا بھی ہو۔ تب رحمت الٰہی بڑھتی ہے اور ﴿فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ؁﴾ [۲/البقرۃ:۱۳۷] کا مژدہ سناتی ہے۔

یا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ ہم کو اپنی کفائت اور حمائت میں لے لے۔ ہمارے دنیا و آخرت کے کام اپنی ہی کفائت و ولائت سے پورے فرما دے۔ ہمارے عقدہائے لاینحل اپنی ہی کفائت و نصرت سے کھول دے۔

ترمذی میں روایت ہے کہ ایک مکاتب سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور زر فدیہ میں امداد کا خواہاں ہوا۔ فرمایا میں تجھے چند کلمات سکھلا دیتا ہوں جو مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر فلاں پہاڑ (یمن کے کوہ صیر کا نام لیا) کے برابر بھی قرض ہوگا تو اتر جائے گا۔ وہ یہ ہیں۔

((اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ)) [1]

(93) غَالِبٌ جل جلالہ

اصل لغت میں غلبہ، گردن پکڑ لینے کو کہتے ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے رَجُلٌ اَغْلَبُ، اِمْرَاَۃٌ غَلْبَاءُ "دراز گردن مرد یا دراز گردن عورت" بولا کرتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ گردن پکڑ لینے والا ضرور دوسرے پر قابو یافتہ اور مستولی ہوگا اور جس کی

[1] ترمذی ابواب الدعوات، رقم ۳۵۶۳۔

گردن پکڑ لی گئی ہے وہ ضرور بقابو زدہ اور مقہور ہوگا۔ لہٰذا قوت وطاقت اور استیلا کے معنی میں لفظ غلبہ کا استعمال ہوگیا۔

﴿غُلِبَتِ الرُّوْمُ ○ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ﴾ [۳۰/ الروم:۲،۳]

''رومی مغلوب ہوگئے ہیں اس ملک میں جو فلسطین کے قریب تر ہے''

﴿سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ﴾ [۳/ آل عمران:۱۲]

''کافر مغلوب کئے جائیں گے اور جہنم میں دھکیلے جائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ کا اسم غالب اس آیت سے لیا گیا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ﴾ [۱۲/ یوسف:۲۱]

برادرانِ سنگ دل نے معصوم یوسف علیہ السلام کو کنارِ پدر سے جدا کیا اور چاہ عمیق میں دھکیل دیا تھا اور بزعم خود ان کی زیست کا خاتمہ کر دیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے حسد وجلن کو ان کے لیے گھر کی چار دیواری سے باہر نکلنے کا سبب بنایا۔ چار سوار مصر میں خرید وفروخت کو عزیز مصر کے گھر میں بہ عزت وآرام رہنے کا سبب بنایا۔

عصمت دپاکبازی پر استقامت کا نتیجہ بظاہر زندان نظر آتا تھا۔ وہ زندان بھی چاہ کنعان بنا علم تعبیر کا استفادہ ساقی نے اٹھایا۔ اسی کے ذریعہ سے بادشاہ کی تعبیر کرنے کا صدیق علیہ السلام کو موقعہ ملا۔ وہی تعبیرِ خواب ان کے فرمان روائی وحکمرانی کا سبب ٹھہری۔

کجا یوسف اور کجا مصر۔ کہاں ان کی بکریاں چرانے والے بھائی اور کہاں جلوس فرمائی تختِ یوسف ﴿وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ﴾ [۱۲/ یوسف:۲۱] کی شان ایسے مناظر میں نظر آیا کرتی ہے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جب خلافت راشدہ نہایت عروج پر تھی تو اک روز وادیٔ مکہ میں سے گزر رہے تھے۔ فرمایا: ''میں لڑکپن میں یہاں خطاب کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ وہ ایک درشت خو انسان تھا۔ بات بات میں سختی کیا کرتا، مجھے اس کی خفگی کا ڈر رہتا، آج اسلام

کی برکت سے عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی غالب ہے اور ﴿فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ﴾ [۵/المآئدۃ:۵۶] اللہ کا فرمودہ بالکل سچ ہے۔ اللہ کی فوجیں ہی غالب رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ غالب ہے اور ﴿لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ﴾ [۵۸/المجادلۃ:۲۱] اس کا کلام صادق کہ ...... ''میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔''

صداقت کا معارضہ کرنے والے، ایمان باللہ سے عداوت رکھنے والے، اپنے ساز و سامان اور ظاہری شان و شوکت پر بھروسہ کر کے بڑے غرور اور تکبر کے لہجہ میں کہا کرتے ہیں:

﴿لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ﴾ [۸/الانفال:۴۸]

''آج تم سے اوپر والا کوئی نہیں۔''

مگر قدسی آواز سے فوراً جواب ملتا ہے:

﴿وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ﴾ [۳۷/الصآفات:۱۷۳]

''کہ اللہ ہی کی فوجیں غلبہ پا کر رہیں گی۔''

افسوس ہے کہ مسلمان ﴿حِزْبُ اللّٰهِ﴾ [۵۸/المجادلۃ:۲۲] کے معنی بھول گئے۔ افسوس ہے کہ اسم غالب کے تحت میں انہوں نے غلبہ و برتری کے حصول کی تمنا کو بھی ترک کر دیا۔ ورنہ مسلمان دنیا میں کبھی ایسے خوار و زبوں نہ ہوتے۔

جب تک انسان خود اپنے نفس کو احکام الٰہیہ کے سامنے مغلوب نہیں بنا لیتا۔ جب تک انسان رب غالب کے غلبہ کے تحت میں اپنی گردن کو اسلام کے سامنے نہیں جھکا دیتا۔ اس وقت تک یہ تصور، یہ تمنا، یہ آرزو کہ وہ بھی دنیا میں گردن افراز رہ سکتا، اور سرفراز بن سکتا ہے۔ صرف وہم و خیال ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اسم ہذا سے تخلق و تعلق پیدا کرنے کی ہمت و توفیق عطا کرے۔

(94) اَلْمَنَّانُ جل جلالہ

مَنّ سے ہے جس کے معنی احسان ہیں [مجمع البحار] یا منت سے ہے۔ [المفرد] منت کی دو اقسام ہیں:

فعلی و قولی۔ منت فعلی وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں پر ہے۔ یعنی جود و عطا اور فضل و احسان گوناگوں۔

اور منت قولی وہ ہے جو ہلکے اوچھے لوگ جتایا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان اعراب کا ذکر فرمایا ہے۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم مومن ہیں، اور اس قول سے ان کی غرض یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قدر و منزلت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ ۖ﴾ [۴۹/الحجرات: ۱۷]

''یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ اسلام لائے ہیں۔ ان سے کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ جتاؤ۔''

فرعون نے بھی موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ تو ہمارے ہاں پلا ہے۔ یہیں پرورش پائی ہے اور آج تو ہم پر اپنی فوقیت جتاتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا:

﴿وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۗ﴾

[۲۶/الشعراء: ۲۲]

''یہ کیا احسان ہے جو تو جتا رہا ہے جبکہ تو نے میری قوم کو غلام بنا رکھا ہے۔''

اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام نے ایک راز کا انکشاف کیا ہے۔ بعض لوگ ذاتی فوائد

پر قومی اغراض کو قربان کر دیتے ہیں، لیکن ایسے شخص اصول تمدن اور روح تہذیب سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں۔ ذلت قومی کے ساتھ عزت شخصی کی کچھ بھی قدر و قیمت نہیں۔ صرف اپنے حلوے منڈے سے غرض رکھنا اور قومی اغراض و فوائد کو زیر نظر نہ رکھنا۔ بدترین حیوانات سگ و خنزیر کے خواص میں سے ہے۔

منّت کے معنی بھی لغت میں احسان عظیم ہیں:

☆...... لہٰذا منّان وہ ہے جس کے احسانات عظیم مخلوق پر ہیں۔

☆...... منّان وہ ہے کہ اس کے احسانات کے بار کثیر سے تمام مخلوق دبی ہوئی ہے۔

☆...... منّان وہ ہے جو اپنے منّ و کرم سے مخلوق کو اسلام کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔

☆...... منّان وہ ہے جس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا﴾ [۳/آل عمران:۱۶۴]

مَنّان وہ ہے جس نے مسلمانوں کو اسیران جنگ کے ساتھ بھی احسان اور سلوک کرنے کا حکم دیا اور یہ قرار دیا کہ اسیران جنگ کو یا تو از راہ احسان و عطا چھوڑ دیا جایا کرے یا فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا جایا کرے۔ جب اس حکم کے مقابلہ میں آپ وید اور ژند اور بائیبل کے احکام کو دیکھیں گے جن میں دشمنوں کو ایک قلم فنا کر دینے، جلا ڈالنے کی تاکید ہے تو بخوبی اندازہ ہو سکے گا کہ اسلام کا رب "منان" کس قدر فضل و رحم و احسان والا ہے۔

یہ حکم سورۂ محمد میں موجود ہے۔ ﴿فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً﴾ [۴۷/محمد:۴]

تفسیر خازن میں اس آیت کے تحت ہے کہ بعض نے اس آیت کو منسوخ بتلایا ہے مگر اکثر علما کا مذہب یہ ہے کہ آیت محکم ہے اور اسی کو ثوری و شافعی احمد و اسحٰق نیز حسن و عطا و ابن عباس کا مذہب بتلایا ہے اور طحاوی کے حوالہ سے امام ابوحنیفہ کا مذہب بھی یہی لکھا ہے کہ فدا سے مطلب قیدیوں کا قیدیوں سے تبادلہ کر لینا ہے۔

الغرض اس حکم کی موجودگی اللہ تعالیٰ کے مَنّان ہونے پر دلیل قوی ہے۔ بندہ کو لازم

ہے کہ منت و سپاس کو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات مقدس کا خاصہ سمجھے اور اس شعر کا مطلب بخوبی ذہن نشین کر لے۔

منت منہ کو خدمت سلطانی کنم
منت ازو شناس کہ بخدمت گز اشتت

اجر غیر ممنون کا مستحق وہی منت شناس ہے جو جملہ نعم ظاہری و باطنی کو اللہ تعالیٰ ہی کی جود و عطا اور فضل و کرم کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

95 اَلْجَلِیْلُ جَلَّ جَلَالُهُ

یہ نام قرآن مجید میں نہیں لیکن ذوالجلال آتا ہے۔ اور غالباً یہی اس کا ماخذ ہے۔

لغت میں جَــلَّ جَلَالًا وَ جَلَالَةً. کلاں سال، آزمودہ کار، بزرگ ہونے کو استعمال کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے لیے یہ اسم بطور علم اس لیے ہے کہ وہ عظمت ذاتی کا مالک ہے اور جلالت نفسی اسی کے لیے ہے۔

بعض علما نے بتلایا ہے کہ:

☆..... اسم کبیر کمال ذاتی پر۔

☆..... اسم جلیل کمال صفاتی پر دال ہے۔

☆..... اور اسم عظیم ہر دو معانی کا جامع ہے۔

روایت ابن ماجہ میں اللہ تعالیٰ کا اسم جَمِیْل بھی آیا ہے۔ اس وقت جلیل کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ صفات قہریہ کا مظہر ہے اور جَمِیْل کے یہ معنی کہ وہ صفات لطیفہ کا ظہور فرماتا ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ذوالجلال والاکرام کے معنی میں لکھا ہے کہ جلال ہم

کو ادب سکھلاتا ہے اور اکرام ہم پر ابواب محبت کشادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ایسی ہے کہ اس کی جلالت بھی ہر وقت پیش نظر رکھی جائے اور اس کی محبت بھی ہر وقت دل میں قائم رہے۔

جو شخص اسم جلیل سے تخلق پیدا کرنا چاہے۔ اسے لازم ہے کہ جلال الٰہی کے تصور میں خود کو مستہلک و مضمحل سمجھے۔ رب العالمین کے نام اور ذات کی عزت کرنے کا خوگر بنائے اور اپنے اقوال وافعال میں تمکین ووقار سے رہے۔ ادنیٰ لوگوں سے شفقت اور پیار کا معاملہ کرے۔

(96) المحیی جل جلالہ

احیاء سے ہے۔ جس کے معنی ''زندگی دادن'' ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی مُحیی ہے جس نے حیات کو پیدا کیا، جس نے روح کو پیدا کیا۔ جس نے روح کو اجسام کے ساتھ پیوند کیا۔ ارواح مجردہ، نفوس ناطقہ، قوائے نامیہ، اجسام متوالدہ میں جو زندگی ہے وہ اسی کی بخشی ہوئی ہے۔

☆...... وہی ہے جو قلوب کو حیات بخشتا ہے۔ وہی ہے جو نسمہ سے نسمہ کو نکالتا ہے۔

☆...... وہی ہے جو حیات علمی، حیات ایمانی، حیات عرفانی عطا فرماتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ﴾ [۲۳/المؤمنون ۸۰]، [۴۰/غافر:۶۸]

''حیات بخشنے والا اور موت دینے والا وہی ہے۔''

﴿كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ط﴾ [۳۰/الروم:۵۰]

''دیکھو زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد کیسی زندگی دی۔''

برسات کے موسم میں جب زمین سے نباتات گم ہو جاتی ہیں۔ جب نشو ونما کی

طاقتیں جاتی رہتی ہیں تو اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے۔ پھر مردہ زمین میں زندگی ڈال دیتا ہے

﴿اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ﴾ [۶/ الانعام ۱۲۲]

ایک شخص جب بحالت کفر ہوتا ہے تو وہ مردہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایمان ڈال دیتا ہے تو زندہ ہو جاتا ہے۔ آثار حیات پدیدار ہو جاتے ہیں۔ ثمرات حیات سے متمتع ہونے لگتا ہے۔ ہاں!

☆..... اللہ تعالیٰ مُحي ہے اسی نے سب کو حیات سے بہرہ ور بنایا۔

☆..... اللہ تعالیٰ مُحي ہے اسی نے عدم کو وجود بخشا۔

☆..... اللہ تعالیٰ مُحي ہے وہی مردہ زمین میں پھر نشو و نما کی طاقتیں پیدا کرتا ہے۔ وہی قلوب مردہ کو زندگی دیتا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ مُحي ہے اور اسی نے بیج کو درخت اور بیضہ کو پرند اور نطفہ کو حیوان بنایا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ ہی مُحي ہے کہ حیات علمی، حیات ایمانی، حیات عرفانی سے اپنے عباد مخلصین کو حصہ وافر عطا فرمایا ہے۔

اس اسم سے تخلق حاصل کرنے والوں کو حیات و موت کے نمونوں پر غور کرنا اور اس سے سبق عبرت لینا چاہیے۔

97 اَلْمُمِيْتُ جل جلالہ

مَوت سے ہے۔

موت کے چند معانی ہیں۔

① وہ حالتِ عدم جو قبل از پیدائش تھی:

﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ﴾ [۲/ البقرۃ ۲۸]

''تم مردہ تھے پھر تم کو زندہ کیا۔ پھر مارے گا پھر زندہ کرے گا۔ ایسے مالک سے کفر کیونکر کرتے ہو۔''

② وہ حالت عدم جو حیات کے بعد زندوں پر طاری ہوتی ہے:

(الف) ﴿فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ﴾ [۲/البقرۃ:۲۸]

(ب) ﴿فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ﴾ [۲/البقرۃ:۲۵۹]

''اللہ نے اسے سو سال تک مردہ رکھا۔''

③ ہلاکت رساں حالت:

﴿وَیَاْتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَیِّتٍ﴾ [۱۴/ابراہیم:۱۷]

''اسے ہر طرف سے موت آئے گی مگر مرے گا نہیں۔''

④ کبھی موت کو نیند سے تشبیہ دی جاتی ہے اور وجہ تشبیہ زوال حرکت اور زوال ہوتا ہے۔

حدیث میں ہے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَمَا اَمَاتَنَا)) [بخاری: کتاب الدعوات]

''اللہ کا شکر ہے جس نے ہم کو پیدا کیا بعد اس کے کہ ہم کو موت دی تھی۔''

☆..... اللہ تعالیٰ مُمِیت ہے کیونکہ وہی حیات کا، موت کا مالک ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ مُمِیت ہے اور موت اس کی مخلوق ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ مُمِیت ہے اور ملک الموت اسی کے احکام کی تعمیل کرنے والا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ مُمِیت ہے اور موت و حیات پر اسی کا قادرانہ حکم نافذ ہوتا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ مُمِیت ہے اور موت کو اس کے دامن جلال تک پہنچنے کا یارا نہیں۔

اس اسم سے تخلق والوں کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو محیی و ممیت سمجھیں۔ اسی کو حیات و موت کا مالک سمجھیں۔ اسی کو مالک سمجھنے کے معنی یہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی زبان سے بیان فرمائے ہیں۔

﴿اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ﴾ [۶/الانعام:۱۶۲-۱۶۳]

''میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا اللہ کے لیے ہے جو رب العالمین ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم ملا ہے۔''

اللہ کے لیے جینا، مرنا اُن لوگوں کا ہے جو اتباع خواہشات نہیں کرتے، جو بندۂ درہم و دینار نہیں بن جاتے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جیتے ہیں جو یادِ الٰہی میں مر جاتے ہیں۔

⑨⑧ اَلْوَارِثُ جل جلالہ

وَرِثَ یَرِثُ . وَرْثًا . وَارِثًا . وَ اِرْثَۃً. وَرِثَۃً وَرَاثَۃً. وَتُرَاثًا.

وِرث کسی ایک کے پاس دوسرے کی چیز کا اس کی موت کے بعد منتقل ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے وارث کا اطلاق اس لیے ہے کہ ہر ایک سلطنت کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی لاوارث کی کوئی جائداد رہ جاتی ہے تو اس کی ملکیت سلطنت کی طرف منتقل ہوتی ہے۔

ایسے حالات میں جبکہ کوئی قوم ساری کی ساری تباہ کر دی گئی ہو تو اس کی وراثت سلطنتِ الٰہیہ کی طرف منتقل ہو گی اور جب کل عالم کے عارضی مالک اپنی ملکیتوں کو چھوڑ کر خاکِ فنا میں سو رہے ہوں گے تو ظاہر ہے کہ رب العالمین ہی کو اُن کی وراثت حاصل ہو گی۔

لفظ کا اطلاق عرفِ عام میں ہے ورنہ رب العالمین ہی خود مالک الملک ہے جو لوگ ملکیتوں کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔ درحقیقت یہ وہ غلام ہیں جو آقائے حقیقی کے لطف سے انتفاعِ عارضی کی بہاریں لوٹ رہے ہیں۔

سورۂ قصص میں ہے کہ بہت ایسی متکبر قومیں گزری ہیں جن کو اللہ پاک نے تباہ کر دیا:

﴿وَ کُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِیْنَ ۝﴾ [۲۸/القصص:۵۸]

''اور ہم ہی ان کے وارث بنے۔''

سورۂ حجر میں ہے:

﴿وَ اِنَّا لَنَحۡنُ نُحۡیٖ وَ نُمِیۡتُ وَ نَحۡنُ الۡوٰرِثُوۡنَ ۝﴾ [۱۵/الحجر:۲۳]

''ہم ہی زندہ کرتے ہیں۔ ہم ہی مارتے ہیں اور ہم ہی وارث املاک ہیں۔''

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے قصص و حجر میں دو ہی مقام پر اپنی ذات کے متعلق یہ لفظ یاد کیا گیا ہے اور دونوں ہی مقام پر ﴿نَحۡنُ الۡوٰرِثُوۡنَ ۝﴾ [۱۵/الحجر:۲۳] بصیغہ جمع فرمایا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ شہنشاہی زبان میں تکلم فرمایا گیا ہے۔ الوہیت واحدیت، صمدیت کی زبان اور واحد صیغہ کا اور شہنشاہی زبان میں صیغہ جمع کا استعمال ہوا کرتا ہے۔

لفظ وراثت میں مال و اسباب مردو کی سنبھال بھی داخل ہے اور علم المیراث کے حصص کی تقسیم جو ۳/ا۔ و ۳/۲۔ ۶/ا یا ۴/ا و ۲/ا و ۴/۳ و ۸/ا پر رکھی گئی ہے وہ اسی وراثت کے متعلق ہے۔

لفظ وراثت میں منصب روحانی کی جانشینی بھی داخل ہے۔

قرآن مجید میں ﴿وَ وَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ﴾ [۲۷/النمل:۱۶] یعنی داؤد علیہ السلام کے وارث سلیمان علیہ السلام ہوئے۔ بائیبل سے ثابت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ۳۶ پسران و دختران کے مالک تھے۔ ان میں سے ۳۵ کو وارث نہ بنانا اور صرف ایک کا نام بطور لیا جانا بتلاتا ہے کہ یہاں وراثت سے مراد منصب روحانی یعنی نبوت ہے۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے نبوت صرف سلیمان علیہ السلام ہی کو ملی تھی۔

زکریا علیہ السلام کی دعاء عطائے فرزند بھی قرآن پاک میں موجود ہے:

﴿یَّرِثُنِیۡ وَ یَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ ٭ۖ﴾ [۱۹/مریم:۶]

''الٰہی! ایسا بیٹا دے جو میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث ہو۔''

یہ ظاہر ہے کہ یعقوب علیہ السلام کی آل کے لوگ اس وقت لاکھوں کی تعداد میں موجود تھے زکریا علیہ السلام کا بیٹا واحد وارث ان لاکھوں اشخاص کی املاک کا نہ بن سکتا تھا۔ اور ان لاکھوں کی صلبی اولاد کو وراثت سے محروم نہ کر سکتا تھا۔ لہٰذا یہاں بھی نبوت ہی کی درخواست کی گئی۔ جو آل یعقوب کا سرمایہ خاص تھا۔ یعقوب علیہ السلام نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر یہی فرمائی تھی۔ ﴿وَیُتِمُّ نِعۡمَتَهٗ عَلَیۡکَ وَ عَلٰۤی اٰلِ یَعۡقُوۡبَ کَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤی اَبَوَیۡکَ مِنۡ قَبۡلُ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ اِسۡحٰقَ ؕ﴾ [۱۲/ یوسف۔۶]

یہ نعمت نبوت ہی تھی جو صرف حضرت یوسف علیہ السلام کو ہی ملی۔ باقی گیارہ فرزند اس سے محروم رہے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ مال و زر میں جو حقوق مستحقین کے ہیں ادا کرتا رہے۔ مال کو اللہ ہی کا سمجھے۔ دیا ہوا بھی اسی کا ہے اور آخر میں سنبھالنا بھی اسی نے ہے۔

بَعۡث کے معنی اٹھانا، جگانا، کسی کو کسی جگہ بھیجنا، آمادہ کرنا، زندہ کرنا ہیں۔

اللہ تعالیٰ بَاعِث ہے۔

☆...... اس نے عدم محض سے نفوس کو اٹھایا۔

☆...... وہی ہے جو غافلین کو خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے۔

☆...... وہی ہے جو انسانوں میں حوصلہ، ہمت اور بلندی عزم پیدا کرتا ہے۔

☆...... وہی ہے جو انبیاء و مرسلین کو مخلوق کی طرف بھیجتا رہا ہے۔ حتیٰ کہ اس سلسلہ کا خاتمہ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرما دیا۔

☆...... وہی ہے کہ انصاف کے دن اجساد کو زمین سے اٹھائے گا۔

① قابیل و ہابیل کے قصہ میں ہے ﴿فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا﴾ [۵/ المآئدة ۳۱] اللہ تعالیٰ نے قابیل نے سکھلانے کو ایک غراب بھیجا۔ جس نے ایک مردہ کوا کے لیے اپنی چونچ اور پنجہ سے زمین کھودی۔ لاش کو اندر گرا کر اس پر مٹی ڈال دی۔

ایک قاتل، ایک سنگدل، ایک برادر کش، ایک سیاہ باطن کے لیے عجیب تنبیہ اور تذلیل تھی کہ کوے کو اس کا استاد بنایا گیا۔ جو سیاہی کا پتلا اور حرص و طمع کا پیکر اور بے وفائے مجسم ہوتا ہے۔

② ﴿اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا﴾ [۲/ البقرة: ۲۴۷]

''اللہ نے تم پر طالوت کو بادشاہ بنا دیا ہے۔''

③ ﴿فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ﴾ [۲/ البقرة: ۲۱۳]

''ایسے نبیوں کو اللہ نے بھیجا جو لوگوں کو بشارت سناتے تھے۔''

④ ﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا﴾ [۶۲/ الجمعة ۲]

''اللہ وہ ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں عظیم الشان رسول بھیجا۔''

⑤ ﴿اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ﴾ [۲۲/ الحج: ۵]

''اگر تم کو قیامت کے دن پھر جی اٹھنے کا شک ہو۔''

⑥ ﴿اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ﴾ [۱۱/ هود ۷]

''تم موت کے بعد ضرور اٹھائے اور زندہ کیے جاؤ گے۔''

⑦ ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ [۲۲/ الحج ۷]

''اللہ ضرور زندہ کرے گا ان کو جو قبروں میں ہیں۔''

⑧ ﴿عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ [۱۷/ الاسرآء ۷۹]

''اللہ تعالیٰ ضرور تجھ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔''

اب یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ''باعث'' ہے کہ صفات بالا اسی کی ذات میں پائی

جاتی ہیں۔ اسم الباعث بطور اسم قرآن مجید میں نہیں بلکہ یہ اسم ان افعال سے بنایا گیا ہے۔

اس اسم سے تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ تبلیغ کو اپنا شیوہ بنائیں اور احکام الٰہی مخلوق کو پہنچائیں تاکہ ان کا ایمان رسول اور قیامت پر قائم ہو جائے۔

(100) الباقی جل جلالہ

بَقِیَ . یَبْقٰی . بَقَاءً .

بقا کسی شے کا حالت اولین ہی پر پایا جانا۔ فنا اس کی ضد ہے۔

فانی کے معنی یہ نہیں ہیں کہ یہ اشیا اپنے عاقب وانجام کے لحاظ سے فانی ہیں۔ بلکہ فانی کے معنی یہ ہیں کہ جملہ مخلوق اپنے یوم وجود سے فنا کی طرف جا رہی ہے۔ فنا ہر ایک جسم میں ہر وقت اپنا کام کر رہی ہے، بچہ پیدا ہوتا ہے، بڑھتا ہے، جوان ہوتا ہے، گھٹنے لگتا ہے، بوڑھا ہو جاتا ہے۔ فنا ہر وقت اس کے ساتھ ساتھ اپنا کام کیے جاتی ہے۔

بقا۔ یعنی حالت اولین پر دوام وقیام صرف رب العالمین ہی کو حاصل ہے۔

قرآن مجید میں اَلْبَاقِیْ بطور اسم نہیں آیا بلکہ ﴿وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ﴾ [۵۵/ الرحمٰن ۲۷] آیا ہے اور یہ اسم فعل سے مشتق کر لیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں مومنین کے اعمال صالح کو باقیات صالحات فرمایا گیا ہے۔ [کہف ۴۶، مریم ۷۶]

قرآن مجید میں ہے ﴿وَ جَعَلَهَا كَلِمَةً ۢ بَاقِيَةً﴾ [۴۳/ الزخرف ۲۸] ہم نے ابراہیم کے وعظ توحید کو باقی رکھا۔

☆...... اللہ تعالیٰ باقی ہے اور دوام ابد وہمیشگی کی ذات کے لیے ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ باقی ہے کیونکہ وہ موت کا خالق ہے اور کوئی مخلوق اپنے خالق پر غالب نہیں آ سکتی۔

☆...... اللہ تعالیٰ باقی ہے اور ہر ایک شے ھَالِکٌ وَفَانِی ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ باقی ہے اور جو اعمال صالحہ و افعال خیر بندہ کرتا ہے وہ اُن کو بقا بخشتا ہے:

﴿وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ﴾ [١٦/النحل:٩٦]

☆...... اللہ تعالیٰ باقی ہے یعنی دائم الوجود، واجب الوجود، قائم البقاء

☆..... اللہ تعالیٰ باقی ہے کیونکہ جو اشیا ہم کو نظر آتی ہیں۔ ان کی بقاء عارضی بھی اسی کی وارد ہے۔

واضح ہو

کہ اہل تصوف فنا و بقا پر بہت کلام کیا کرتے ہیں۔ ہم مختصراً ذکر کریں گے کہ ان الفاظ سے اس فن کے ائمہ کی مراد کیا ہے۔

باب دوم

اب تک جو ۹۹ نام باب اول میں تحریر کیے جا چکے ہیں۔ وہ سب جملہ روایات سے چن کر لکھے گئے۔ التزام یہ تھا کہ سب نام مفرد ہوں اور قرآن مجید میں بطور اسم آتے ہوں۔ یہ التزام پورا نہیں ہو سکا۔ اس لیے چند نام ایسے شامل کرنے ضروری ہوتے جن کو اکثر ائمہ نے مستخرج از قرآن مجید تحریر فرمایا ہے۔

اب باب ہذا میں جملہ روایات کے بقیہ ۵۲ نام تحریر کیے جاتے ہیں۔ یہ اسماء حسنیٰ ہیں۔ ہم نے بعض کی تفسیر اور بعض کا صرف ترجمہ لکھ دیا ہے۔ ان کا نقشہ اول درج کیا جاتا ہے۔

نقشہ اسماء حسنیٰ مندرجہ باب دوم

نمبر شمار	حوالہ کتاب	اسم پاک
۱	ترمذی	القابض
۲	" "	الباسط
۳	" "	الخافض
۴	" "	الرافع
۵	" "	المعز
۶	" "	المذل
۷	" "	الحکم
۸	" "	العدل
۹	" "	المحصی
۱۰	" "	المبدئ
۱۱	" "	المعید
۱۲	" "	الواجد

نمبر شمار	حوالہ کتاب	اسم پاک
۱۳	ترمذی	الماجد
۱۴	" "	المقتدر
۱۵	" "	المؤخر
۱۶	" "	المقدم
۱۷	" "	المقسط
۱۸	" "	المغنی
۱۹	" "	المانع
۲۰	" "	الضار
۲۱	" "	النافع
۲۲	" "	الرشید
۲۳	" "	الصبور
۲۴	ابن ماجہ	الرازق
۲۵	۲	الصادق
۲۶	۳	الجمیل
۲۷	۴	البرھان
۲۸	۵	الشدید
۲۹	۶	القائم
۳۰	۷	الواقی
۳۱	۸	المنیر
۳۲	۹	القدیم
۳۳	۱۰	السامع

نمبر شمار	حوالہ کتاب	اسم پاک
۳۴	۱۱	اَلْمُعْطِیْ
۳۵	۱۲	اَلنَّاصِرُ
۳۶	۱۳	اَلْعَالِمُ
۳۷	۱۴	اَلْاَبَدُ
۳۸	۱۵	اَلْوِتْرُ
۳۹	۱۶	اَلنَّاظِرُ
۴۰	حاکم از فتح الباری	اَلْحَنَّانُ
۴۱	۲	اَلْفَاتِحُ
۴۲	۳	اَلْمُنْذِرُ
۴۳	۴	اَلْمُدَبِّرُ
۴۴	حاکم از فتح الباری ۵	اَلْفَرْدُ
۴۵		اَلْعَادِلُ
۴۶	ابوزید از فتح الباری	اَلْقَابِلُ
۴۷	امام جعفر صادق	اَلسَّرِیْعُ
۴۸		اَلْمُتَفَضِّلُ
۴۹		اَلْمُعِیْنُ
۵۰		اَلْمُنْعِمُ
۵۱	حافظ ابن حجر	اَلْحَاکِمُ
۵۲	مؤلف	اَلشَّافِیْ

(1-2) اَلْقَابِضُ جل جلاله اَلْبَاسِطُ جل جلاله

قبض تنگی نمودن وبسط فراخی کردن۔

یہ ہر دو اسماء قرآن مجید میں بطور اسماء مستعمل نہیں ہوئے۔ البتہ آیت قرآنیہ سے ان کا استخراج ہو سکتا ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ﴾ [۲/ البقرۃ:۲۴۵]

اشیاء عالم پر نگاہ کرو۔ قبض و بسط کے نظارے بہت نظر آئیں گے۔ تنگ دلی، فراخ حوصلگی، تنگی رزق و فراخی معیشت، تنگی غنچہ و کشودگی گل، قبض و بسط ارحام، قبض ضوابط و بسط عطا، قبض و بسط ارواح، قبض و بسط قلوب، قبض و بسط باراں وغیرہ وغیرہ ایسے امور ہیں جن میں خود ید قدرت ہی کارفرما ہوتا ہے۔ اہل دنیا بلکہ ماسوا کا اس میں کوئی تعلق، کوئی تصرف نہیں ہوتا۔ بہتر ہے کہ ہر دو اسماء پاک کا تعقل ساتھ ساتھ کیا جائے تا کہ ہر ایک کا مفہوم بالمقابل آئینہ میں زیادہ نمایاں نظر آنے لگے۔

ان اسماء سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ نہ فراخ دستی میں اسراف کریں، اور نہ تنگ دستی میں دل تنگ ہوں۔ افراد کی تنگی و فراخی ایک مصلحت کلیہ کے تحت ہوتی ہے اور صلاح خاصہ کی حکمت بھی اس بارے میں کارفرما ہوتی ہے۔ ہر دو حالت موجب صبر و شکر ہیں اور صبر و شکر ہی وہ دو شہ پر ہیں جو طائر ایمان کو عرش رب العلیٰ تک لے جاتے ہیں۔

خَفضٌ پست نمودن۔ رَفعٌ بلند نمودن۔

یہ ہر دو اسماء بھی بطور اسماء قرآن مجید میں نہیں آتے۔ رفع کے متعلق بہت آیات سے تمسک ہوتا ہے۔

الف۔ رفع جسمانی کی آیات یہ ہیں:

① ﴿وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ﴾ [۱۲/ یوسف:۱۰۰]

”ماں باپ کو تخت کی بلندی پر بٹھایا۔“

② ﴿وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ﴾ [۴/ النساء:۱۵۴]

”ہم نے ان کے سروں پر کوہ طور کو بلند کر دیا۔“

③ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ [۴/النساء:۱۵۸]

''اللہ نے عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھا لیا۔''

④ ﴿وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا﴾ [۵۵/الرحمٰن:۷]

''آسمان کو دیکھو جسے بلند کر دیا ہے۔''

ب:۔ درجات و مناصب کے متعلق:

① ﴿وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ﴾ [۴۳/الزخرف:۳۲]

''ہم نے بعض کو بعض پر بلندی دی۔''

② ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ [۹۴/الم نشرح:۴]

''ہم نے تیرے ذکر کو بلندی عطا کی ہے۔''

ہاں الرَّافِعُ کے معنی میں ﴿رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ﴾ [۴۰/غافر:۱۵] اللہ تعالیٰ کا نام آیا ہے۔ سورۂ مومن میں ہے۔ ﴿رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ﴾ [۴۰/المومن:۱۵]

اب الرافع کی صفت تب ہی مکمل ہو سکتی ہے جب کہ اَلْخَافِضُ کی صفت بھی نور افگن ہو۔

☆...... ایک ظالم تخت سے اتارا جاتا ہے۔

☆...... ایک عادل کے سر پر تاج رکھا جاتا ہے۔

☆...... ایک جاہل ہمیشہ پستی میں گرتا ہے۔

☆...... ایک عالم بلند نصیب ہوتا ہے۔

☆...... ممکنات کو دیکھو جو پستی حوادث میں گرے ہوئے ہیں۔

☆...... اہل ایمان کو دیکھو جو بلندی مراتب پر فائز ہوتے ہیں۔

☆...... وہ بھی ہیں کہ اسفل سافلین ان کا مستقر ہے۔

☆...... وہ بھی ہیں کہ اعلیٰ علیین پر اُن کا نور جلوہ گر ہے۔

اَلْخَافِضُ الرَّافِعُ کی مثال قرآن مجید میں بلعم بن باعور سے ملتی ہے۔

رب العالمین نے اسے علم صحیحہ سے بہرہ ور کیا۔ اس نے اس نعمت کو زر و مال اور خوشنودی زن و عیال پر قربان کر دیا۔ راندۂ درگاہ ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِيٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ﴾ [۷/ الاعراف: ۱۷۵۔۱۷۶]

''ان لوگوں کو اس شخص کی خبر سناؤ جسے ہم نے اپنی آیات دی تھیں۔ وہ ان سے علیحدہ ہو گیا تب شیطان اس کے پیچھے لگا اور گمراہوں میں سے بن گیا۔ ہم اگر چاہتے تو اسے ان آیات سے بلندی عطا کرتے مگر اس نے پستی ہی کی طرف میلان کیا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ [۵۸/ المجادلۃ: ۱۱]

''یعنی اللہ تعالیٰ مومنین اور علما کے درجے بلند کرتا ہے۔''

اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ ایمان اور علم باعث رفعت ہے۔ پس اس کی اضداد کفر و جہل ضرور سبب خفض ہیں۔

ان اسماء سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ انقلاب اور حوادث دہر سے نہ گھبرائے۔ ہر حالت میں اسی مالک کی جانب ملتجی رہے جو بلندی بخشنے اور پست کر دینے کی طاقت رکھتا ہے۔

یہ دونوں اسماء قرآن مجید میں بطور اسماء نہیں آئے، بلکہ قرآن مجید کی اس آیت سے

مستخرج ہیں۔

﴿وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ﴾ [۳/ آل عمران:۲۶]

عزت و ذلت کا مفہوم کبھی حکومت اور فقدان حکومت ہوتا ہے چنانچہ آیت بالا سے پیشتر بھی ﴿تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ﴾ [۳/ آل عمران:۲۶] موجود ہے اور کبھی اس عزت و ذلت کا مفہوم پسندیدگی و ناپسندیدگی رحمٰن ہوتی ہے۔ سورۂ منافقون میں دیکھو کہ رئیس المنافقین ابی بن سلول مال و زر کو عزت و ذلت کا معیار قرار دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایمان کو وسیلہ عزت قرار دیتا ہے۔

﴿وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [۶۳/ المنافقون:۸]

''عزت کا مالک اللہ ہے۔ عزت تو رسول کے لیے ہے۔ عزت تو مومنوں کو ہے مگر منافقوں کو ان رموز کا علم ہی نہیں۔''

دعائے قنوت میں (جس دعا کو نبی ﷺ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو سکھلایا تھا) ہے۔

لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَ لَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ [1]

⑦ الحکم جل جلالہ

حُکم سے اَلْحَکَم ہے۔ حُکم کے معنی فرمان اور حَکَم کے معنی فرمان دہندہ ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے یہ اسم سورۂ انعام میں آیا ہے:

﴿أَفَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْتَغِي حَكَمًا﴾ [۶/ الانعام:۱۱۵]

اور لفظ حُکم قرآن مجید کے چند مقامات پر آیا ہے۔

﴿فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ﴾ [۴۰/ المومن:۱۲]

انعام، قصص، نون وطور میں بھی اس لفظ کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لیے ہوا ہے۔

---

[1] ابوداود: کتاب الوتر، باب فی قنوت الوتر، رقم:۱۴۲۵، ترمذی: ابواب الوتر، باب فی قنوت الوتر، رقم ۴۶۴۔ نسائی: کتاب قیام اللیل، باب الدعاء فی الوتر، رقم ۱۷۴۶۔ ابن ماجہ: ابواب اقامۃ الصلوۃ، باب فی قنوت الوتر، رقم ۱۱۷۸۔

سورۂ ہود و والتین میں اللہ تعالیٰ کا اسم ﴿أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ ۝﴾ [۱۱/ ھود: ۴۵۔ ۹۵/ التین: ۸] اور سورۂ اعراف و یونس و یوسف میں ﴿خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝﴾ [۷/ الاعراف: ۸۷] [۱۰/ یونس: ۱۰۹]، [۱۲/ یوسف: ۸۰] بھی وارد ہوا ہے۔

حاکمین کی ذیل میں حکومت دنیوی والے بھی شامل ہیں اور حکومت روحانی والے بھی۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کا ذکر فرما کر پھر فرمایا ہے۔

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ﴾ [۶/ الانعام: ۹۰]

''بیشک مالک وہی ہے جو سب پر حکمران ہے۔ وہی مالک ہے جس کا حکم سب سے بہتر اور اعلیٰ ہے۔''

یہ اسم قرآن مجید میں بطور اسم نہیں آیا۔

اس اسم سے تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ معاملات باہمی میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر عمل کریں۔ معاملات قلبی میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کے فیصلہ پر رضامندر ہیں۔

⑧

عَدْل مصدر ہے اور فاعل کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ ان معنی میں مذکر و مونث واحد و جمع یکساں ہیں۔

عَدْل کے لغوی معنی برابر کر دینا ہے۔ عادل وہ ہے جو متخاصمین کے حقوق میں برابری کر دیتا ہے جس کا جتنا حق ہے اس کو مل جاتا ہے۔ اس معنی میں یہ لفظ بطور اسم باری تعالیٰ قرآن مجید میں مستعمل نہیں ہوا۔

☆ ہاں اللہ تعالیٰ اس لیے عَدْل ہے کہ اس نے عدل و داد کا حکم دیا ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ﴾ [۱۶/ النحل: ۹۰]

☆ اللہ تعالیٰ اس لیے عدل ہے کیونکہ اس کے احکام صدق و عدل پر مبنی ہیں

﴿وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾ [٦/الانعام:١١٥]

☆.. اللہ تعالیٰ عدل ہے کیونکہ وہی اعتدال امزجہ کا خالق ہے۔

☆.. اللہ تعالیٰ عدل ہے کیونکہ اس کے احکام میں تعین وتسویہ موجود ہے۔ بیشک وہ عدل ہے اور اسی لیے اس نے حکم دیا ہے۔

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ﴾ [٥/المآئدۃ:٨]

''جو نفرت تم کو قوم سے ہے وہ تم کو بے انصافی کی طرف نہ لے جائے۔ عدل کیا کرو۔ یہی بات تقویٰ سے قریب تر ہے۔''

اللہ تعالیٰ عدل ہے اس لیے کہ وہ صفت ظلم سے مبرا و پاک ہے۔ فرمایا:

﴿وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ [٥٠/ق:٢٩]

''میں عاجز بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔''

فرمایا:

﴿وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾

[٢/البقرۃ:٥٧]، [٧/الاعراف:١٦٠]

''ہم نے بنی اسرائیل پر ظلم نہیں کیا۔ وہ خود اپنی جانوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔''

ظلم کے معنی ''غیر محل کسی شے کے رکھنے کے ہیں'' لہٰذا اللہ تعالیٰ جو عدل ہے اس کے جملہ احکام و افعال استقامت و اعتدال پر ہیں۔

کوتاہ بین اللہ تعالیٰ کے احکام پر اعتراض کرتے ہیں اور اپنی نادانی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ ظلم و بیداد سے الگ رہیں۔ معاملات اور کاروبار میں اعتدال ملحوظ رکھیں۔ عدل کی ضرورت فقط جھگڑوں اور مناقشات

ہی میں نہیں بلکہ عدل کی ضرورت تو کھانے پینے، سونے بولنے، چپ رہنے، اللہ کو یاد کرنے یا آرام لینے وغیرہ وغیرہ جملہ امور میں ہے۔ جو شخص عدل و اعتدال کا مسئلہ بھول جاتا ہے۔ بالآخر وہ خود ہی مذموم و ملول بنتا ہے۔

⑨ اَلْمُحْصِی جل جلالہ

مادہ اس کا حصو ہے اور اَحْصَاءٌ اِحْصَاءٌ کے معنی شمار کرنا، دریافت کرنا، نگہداشت کرنا ہیں۔ قرآن مجید میں یہ نام بطور اسم مستعمل نہیں ہوا۔ بلکہ مشتق از فعل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

① ﴿وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ﴾ [۶۵/الطلاق:۱]

''عدت کے دن گن لیا کرو۔''

② ﴿اَحْصٰهُ اللّٰهُ وَ نَسُوْهُ﴾ [۵۸/المجادلہ:۶]

''اللہ نے ان کے عملوں کو شمار کر رکھا ہے اور لوگ خود بھی بھول گئے ہیں۔''

③ ﴿مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا﴾ [۱۸/الکہف:۴۹]

''یہ کیسا اعمال نامہ ہے جس میں ہر ایک چھوٹی بڑی بات موجود ہے۔''

④ ﴿وَ اَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا﴾ [۷۲/الجن:۲۸]

''اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا شمار کر رکھا ہے۔''

اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ ہر شے کا عدد و شمار اس کے علم میں ہے۔ آسمان کے تارے، زمین کے ذرے، سمندر کے قطرے، درختوں کے پتے، نفوس اور نفوس کے انفاس، اشخاص کے افعال و حرکات و سکنات غرض کہ ہر ایک چیز جو شمار میں آنے والی ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو گن لینے والا، شمار کرنے والا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ اعداد و شمار کے متعلق مُحْصِی کا ذکر تعلق ہے جو معلومات سے

علیم کا ہے۔

اس اسم سے تخلیق پیدا کرنے والوں کو بھی اپنے افعال و اعمال کا حساب رکھنا چاہیے۔اور یوم الحساب میں اعمالنامے کے پیش ہونے کا ڈر رکھنا چاہیے۔

⑩ اَلْمُبْدِءُ جل جلالہ

اس کا مادہ بَدَءَ ہے۔بَدَأَ بِهٖ وہاں سے شروع کیا۔اَبْدَأَ اللّٰهُ الْخَلْقَ ابْدَاءً اللہ تعالیٰ نے تمام اشیا کو سابقہ نمونہ کے بغیر پیدا کیا۔

یہ اسم قرآن مجید میں نہیں۔مشتق از افعال ہے۔قرآن مجید میں ہے:

(۱) ﴿فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ﴾ [۲۹/العنکبوت۔۲۰]

''غور کرو اللہ تعالیٰ نے خلقت کا آغاز فرمایا۔''

(۲) ﴿وَبَدَأَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ﴾ [۳۲/السجدۃ ۷]

''انسان کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے فرمائی۔''

اللہ تعالیٰ مُبْدِء ہے۔اسی نے ممکنات کا احداث فرمایا۔اسی نے جملہ امور کا ابداع کیا۔کوئی شے بالذات یا بالزمان تقدم حقیقی نہیں رکھتی۔بلکہ سب کی سب اسی کی آفریدہ اور بظہور آوردیدہ ہیں۔

⑪ اَلْمُعِيْدُ جل جلالہ

عَادَ عَوْدَةً سے ہے جس کے معنی بازگشت کرنا۔بازگردانیدن ہیں۔

وہ ہے جو جملہ اشیا کو فنا کے بعد میدان قیامت میں پھر لوٹائے گا۔اس میں لوٹانے کی طاقت موجود ہے۔

یہ نام بھی بطور اسم قرآن مجید میں موجود نہیں بلکہ مشتق از فعل ہے۔قرآن مجید میں ہے:

(۱) ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ﴾ [۲۱/الانبیآء:۱۰۴]

''جس طرح ہم نے خلقت کی ابتدا فرمائی اسی طرح ان کی باز گردانید بھی کریں گے۔''

(۲) ﴿قُلِ اللَّهُ يَبْدَءُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ﴾ [۱۰/یونس:۳۴]

''کہہ دے کہ اللہ ہی ہے جس سے خلقت کا آغاز ہوا۔ وہی ان کو دوبارہ لوٹائے گا۔''

اس مضمون کی آیات سورۂ روم ونمل میں بھی ہیں۔

(۳) ﴿إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ﴾ [۸۵/البروج:۱۳]

''وہی ہر شے کا آغاز فرماتا ہےاور عدم سے اسے لوٹاتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کو مبدء و معید ماننا ضروری ہے مبدی سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مادہ کا محتاج نہیں اس کو نمونہ اور مثال کی ضرورت نہیں اور معید سے ثابت ہے کہ اس کا علم اور قدرت کمال زبردست ہے۔

کفار عرب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی جس تعلیم سے تعجب وانکار تھا وہ تعلیم یہی تھی۔

﴿ءَ إِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا﴾ [۱۷/الاسرآء:۴۹]

''یعنی گوشت کے گل سڑ جانے اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہو جانے کے بعد ہم کیوں کر پیدائش جدید حاصل کریں گے۔''

لہٰذا مومن کو واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو المبدء المعید تسلیم کرے۔ حشر اجساد پر ایمان رکھے اور سمجھ لے کہ اس بارہ میں جس قدر شکوک واعتراضات ہیں۔ وہ سب علم و قدرت انسانی پر وارد ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم کامل اور قدرت تام ایسے اعتراضات کا محل نہیں ہوسکتا۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ حیات موجودہ کی قدر کرے اور حیاتِ آخرت کے لیے سرمایہ جمع کرلے۔

⑫ اَلْوَاجِدُ جَلَّ جَلَالُہٗ

وَجَدَ وَجْدًا . وَجِدَةً وُجْدًا . وِجْدَانًا . . کے معنی دریافت ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا نام اس معنی سے نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں اس مصدر کے افعال آئے ہیں۔ وہاں انسان فاعل ہے، اللہ تعالیٰ نہیں۔ صاحب قاموس کہتا ہے: وَجَدَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی کہنا درست نہیں۔ ہاں اَوْجَدَهُ اللّٰهُ کہہ سکتے ہیں۔ [1]

اب یہ اسم وجود سے بن سکتا ہے۔ وجود کے معنی ہستی ہیں۔ اس معنی میں بھی یہ اسم قرآن مجید میں نہیں آیا ورنہ لفظ وجود کا استعمال قرآن پاک میں ہوا ہے۔

☆۔۔۔ اللہ تعالیٰ اس لیے واجد ہے کہ وجود حقیقی اور ہستی مطلق اسی کو حاصل و زیبا ہے۔

☆۔۔۔ اللہ تعالیٰ اس لیے واجد ہے کہ جملہ موجودات پر اسے احاطت حاصل ہے۔

☆۔۔۔ وہ واجد ہے اور جملہ مطلوبات و کمالات ذاتیہ کا وجود اسے ہمیشہ سے حاصل ہے۔

ہاں اسم اَلْوَاجِد . وُجْد بضم سے بھی بن سکتا ہے۔ وُجْد کے معنی تونگری و غناء ہیں اور اَلْوَاجِدُ کے معنی ذُو الْوُجْدِ ہوئے یعنی وہ جو مالک غنا و تونگری ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ اسم اس حدیث ترمذی کے سوا اور کسی حدیث میں بھی نہیں آیا۔

واضح ہو کہ وجود کے متعلق فلاسفہ و اتحادیہ نے بھی تکلم کیا ہے جو اَبْعَدُ عَنِ الصَّوَابِ ہے۔ اُن کے مباحث خالی الفاظ کے ہوتے ہیں۔

① کیا وجود شے عین ماہیت ہے یا غیر ماہیت ہے۔

② کیا وجود قدیم نفس ماہیت ہے۔

③ کیا وجود حادث زائد از ماہیت ہے۔

یہ سب فضول بحثیں ہیں اور حقانیت و عرفان کا ان میں کوئی حصہ نہیں۔

صوفیاء کرام نے بھی وجود پر بہت کچھ تکلم کیا ہے مگر ان کی مباحث کا ان فلاسفہ کی

---

[1] اَوْجَدَهُ اللّٰهُ. ''اللہ نے اسے مقصود پر پہنچایا۔''

مباحث سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کی بحثوں کا تعلق ان آیات سے ہوتا ہے:

﴿یجد اللّٰہ غفورا رحیما﴾ [۴/النساء:۱۱۰]

''وہ اللہ کو غفور، رحیم پائے گا۔''

﴿لوجدوا اللّٰہ توابا رحیما﴾ [۴/النساء:۶۴]

''تم اللہ کو تواب رحیم پاؤ گے۔''

﴿ووجد اللّٰہ عندہ فوفّٰہ حسابہ﴾ [۲۴/النور:۳۹]

''اللہ کو اپنے قریب پایا اس نے بندہ کا حساب پورا کر دیا۔''

ہر سہ آیات میں بندہ کا وجدان بتایا گیا ہے۔

پہلی اور دوسری آیت میں گنہگار مومن کا ذکر ہے جو گناہ کے بعد پچھتاتا، پھر استغفار کرتا اور اللہ تعالیٰ اس سے رحم وعطوفت کا معاملہ فرماتا ہے۔ تیسری آیت میں اس کافر کا ذکر ہے۔ جو اعمال سے خالی ہاتھ مالک کے سامنے جاتا ہے۔ اس آیت میں اس کی مثال اس تشنہ شخص سے دی گئی ہے جو سراب کو پانی سمجھتا ہے اور جب سراب پر پہنچ جاتا ہے تو محرومی کے سوا کچھ نہیں ملتا وہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے جاتا ہے تو اس کا حساب پورا فرما دیتا ہے۔ اہل تصوف وجدان کے لحاظ سے طالب کی تین اقسام بیان کرتے ہیں۔

① سالک ② واصل ③ واجد

ابن القیم نے اس پر ایک مثال بیان کی ہے۔ چند شخصوں کو معلوم ہوا کہ فلاں میدان میں فلاں درخت کے نیچے خزانہ دبا ہوا ہے۔ ایک شخص چل پڑا۔ چل رہا ہے مگر وہاں تک نہیں پہنچا۔ دوسرا شخص وہاں پہنچ گیا۔ مگر ابھی اسے خزانہ ہاتھ نہیں لگا ہے۔ تیسرا شخص وہاں پہنچا اور اسے خزانہ مل بھی گیا اس تیسرے شخص کے واردات کے لحاظ سے حالات کو تَوَاجُد، وَجْد اور وُجُوْد کے نام سے موسوم کیا کرتے ہیں اگر ان الفاظ کی صراحت کی جائے تو اصل موضوع سے بہت دور جا نکلنا ہوگا۔ لہٰذا اسی اختصار پر جو الواجد کی مناسبت سے لکھا گیا۔ اکتفا کی جاتی ہے۔

⑬ اَلْمَاجِدُ جل جلالہ

مَجْدٌ سے ہے مَجِيْدٌ بھی مَجْدٌ سے ہے۔ مَجِيْدٌ میں مبالغہ ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر ایک نام بوجہ علمیت خود کمال تام ربانی پر دلالت کرتا ہے۔ اقتضائے لفظی اس کے ساتھ شامل ہو یا نہ ہو لہٰذا اَلْمَاجِدُ اللہ تعالیٰ کی بزرگی و عظمت پر دلالت قوی رکھتا ہے۔ یہ تلون صفات ہے کہ کبھی فعیل کی شکل میں اور کبھی فاعل کی شکل میں جلوہ آرائی ہوتی ہے اور ہر شکل میں دلربائی کی شان الگ الگ نظر آتی ہے۔

((سُبْحٰنَ الَّذِیْ تَعَطَّفَ الْعِزَّ وَ قَالَ بِهٖ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَبِسَ الْمَجْدَ وَ تَكَرَّمَ بِهٖ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا يَنْبَغِی التَّسْبِيْحُ إِلَّا لَهٗ سُبْحَانَ ذِی الْفَضْلِ وَالنِّعَمِ سُبْحَانَ ذِی الْمَجْدِ وَالْكَرَمِ سُبْحَانَ ذِی الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ)) [1]

"پاک ہے وہ ذات جو مہربانی فرماتا ہے اپنے عز و جلال کے ساتھ اور فرمایا: یہی پاک ہے وہ ذات جس نے لباس بزرگی کا پہنا اور اسی کے ساتھ کریم ہوا، پاک ہے وہ ذات کہ تسبیح نہیں لائق مگر اسی کے لیے، پاک ہے وہ ذات جو فضل اور نعمتوں والی ہے، پاک ہے وہ ذات جو بزرگی اور کرم والی ہے، پاک ہے وہ ذات صاحب جلال اور صاحب کرم ہے۔"

واضح ہو کہ یہ اسم قرآن مجید میں نہیں آیا۔ باقی تفصیل "المجید" میں دیکھنی چاہیے۔

یہ ہر دو نام قرآن مجید میں نہیں ہیں لیکن صحیحین میں یہ ہر دو نام دعاء ذیل میں آتے ہیں:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَ مَا اَخَّرْتُ وَ مَا اَعْلَنْتُ وَ مَا

---

[1] جامع الترمذی: ابواب الدعوات، دعاء اللّٰهم انی اسألک رحمة من عندک، رقم ۳۴۱۹۔

اَسْرَرْتُ وَ مَا اَسْرَفْتُ وَ مَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآاِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ)) [1]

☆ اللہ تعالیٰ مُقَدِّم ہے کہ اس نے علل کو معلومات پر اور مبادی و مقدمات کو مقاصد و مطالب پر مقدم فرمایا۔

☆ اللہ تعالیٰ مُقَدِّمْ وَمُؤَخِّر ہے، وہی اہل صدق کو آگے بڑھاتا اور اہل باطن کو پیچھے ہٹاتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ مقدم ہے اور ﴿وَ قَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ﴾ [۲۵/الفرقان:۲۳] کی شان اسی کو حاصل ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ مقدم و مؤخر ہے اور ﴿یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ﴾ [۷۵/القیامۃ:۱۳]

☆ اللہ تعالیٰ مقدم ہے اور ﴿نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ﴾ [۳۶/یٰس:۱۲] سے اس کی شان نمایاں ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ مؤخر ہے۔ اشیاء و افعال کے عواقب اور خواتیم کو اس نے قدرت کاملہ اور حکمت شاملہ سے مؤخر کر دیا ہے۔ اسی نے معلولات کو علل سے مؤخر بنایا ہے۔ اس کے حضور میں ﴿لَوْ لَآ اَخَّرْتَنِیْٓ﴾ [۶۳/المنافقون:۱۰] کی التماس اہل حسرت کریں گے۔

(16) اَلْمُنْتَقِمُ جل جلالہ

نقم سے ہے۔ جس کے معنی ناپسندیدگی ہے۔ کسی برے فعل کو دیکھ کر اس پر انکار کرنا۔ خواہ زبان سے ہو یا عقوبت سے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کا ذکر فرمایا جو اہل ایمان کو جلتی آگ میں ڈالتے اور خود

[1] مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب الندب الی القیام لیلۃ القدر، رقم ۱۸۱۲، ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یستفتح به الصلوٰۃ، رقم ۷۶۰۔۷۶۱۔

کنارہ پر بیٹھ کر جلنے والوں کا تماشا دیکھا کرتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد فرمایا

① ﴿وَ مَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ﴾ [۸۵/البروج ۸]

''مومنوں کو یہ تکلیف و اذیت انہوں نے صرف اس لیے دی کہ یہ لوگ اللہ پر ایمان لے آئے ہیں۔''

② ﴿قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ﴾ [۵/المائدۃ ۵۹]

''اہل کتاب سے کہہ دیجئے کہ ہم کو کس بات پر اذیت دیتے ہو۔ کیا یہی کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے اور اللہ کی وحی پر جو ہمارے لئے اتری اور اس وحی پر جو ہم سے پہلے اتری ہے۔''

③ ﴿فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا﴾ [۳۰/الروم:۴۷]

''اللہ تعالیٰ کا انتقام جرم کے بعد مجرم پر ہوتا ہے۔''

یہ واضح رہے کہ مُنتَقِم بطور اسم قرآن مجید میں نہیں آیا۔ البتہ آل عمران و مائدہ اور ابراہیم و زمر میں ذو انتقام آیا ہے اور ہر چہار مقامات پر اسم عزیز کے ساتھ یہ ظاہر ہے کہ مجرم کو سزا دینے کے لیے غلبہ و طاقت کی ضرورت ہے۔

اس اسم کے تخلق پیدا کرنے والوں کو ضوابط انصاف و داد گستری کی پابندی ضروری ہے کہ مجرم کو سزا دینا بھی ایک اصول ہے جیسا کہ پاک، صاف، شریف انسان کی حفاظت کرنا ایک اصول ہے۔ جرائم پیشہ لوگوں کو کیفر کردار تک نہ پہنچانا بنیادِ تمدن کو متزلزل کر دیتا ہے۔

نہ دانست آنکہ رحمت کرد بر مار
کہ ایں ظلم ست و فرزند آدم

⑰ المُقْسِطُ جل جلالہ

قَسط بالفتح۔ جور و بیداد، حق تلفی۔ اس کا فاعل قاسط آتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝﴾ [۷۲/الجن:۱۵]

''یعنی ظالم لوگ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔''

قِسط بکسر اول، عدل و داد، رزق و بہرہ و ترازو۔ اس کا فاعل باب افعال سے مُقْسِط آتا ہے۔

قِسط کا استعمال قرآن مجید میں بچند اسلوب ہوا ہے:

① ﴿وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ﴾ [۴/النساء:۱۲۷]

''پورے پورے انصاف کے ساتھ یتامٰی (یتیموں) کی تربیت پر قیام کرو۔''

② ﴿كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ﴾ [۴/النساء:۱۳۵]

''عدل وانصاف کے نگران اور حامی رہو۔''

③ ﴿شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ؗ﴾ [۵/المآئدۃ:۸]

''عدل کے ساتھ شہادت ادا کیا کرو۔''

④ ﴿وَ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ﴾ [۱۱/ھود:۸۵]

''ناپ اور وزن کو، ناپ اور وزن کے آلات کو عدل و راستی سے پورا پورا رکھو۔''

⑤ ﴿وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ﴾ [۵/المآئدۃ:۴۲]

''فیصلہ کرو تو متخاصمین کے ساتھ پورے عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔''

ان آیات سے واضح ہوا کہ قسط کا تعلق تمدن، تہذیب، اخلاق میں بہت زیادہ ہے اور فقدان قسط سے دین ودنیا کی خرابیاں وارد وعائد ہوجاتی ہیں۔

واضح ہو کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا اسم پاک اَلْمُقْسِطُ نہیں آیا۔ بلکہ سورہ مائدہ وحجرو ممتحنہ میں ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝﴾ [۵/المآئدۃ:۴۲] آیا ہے۔

① ﴿اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ﴾ [۱۰/یونس:۴]

''اللہ وہ ہے کہ خلقت کو پیدا کرتا ہے پھر اسے اپنی طرف لوٹاتا ہے تا کہ ایمان اور عمل صالح والوں کو عدل سے جزا دے۔''

② ﴿قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ [۱۰/یونس:۴۷]

''ان کا فیصلہ انصاف سے کر دیا جائے گا اور وہ ظلم نہ کیے جائیں گے۔''

③ ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ﴾ [۳/آل عمران:۱۸]

''گواہی دی خود اللہ نے کہ نہیں کوئی معبود مگر وہی اور فرشتوں نے اہل علم نے اسی حال میں کہ وہ قائم ہے ساتھ انصاف کے۔''

☆..... ان آیات سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اس لیے مُقْسِط ہے کہ وہ ظالموں، مشرکوں کا فیصلہ بھی بِالْقِسْطِ فرمائے گا۔

☆..... اللہ تعالیٰ اس لیے مقسط ہے کہ اخبار واعلان، اظہار وتبیان میں قیام بالقسط فرمایا ہے۔ سب سے بڑے واقعۂ توحید کو سب سے زیادہ تائید وتوکید کے ساتھ دنیا پر روشن کیا اور اسی واقعہ پر تمام روحانی طاقتوں اور تمام علمی طاقتوں کے متفق علیہ نتائج کو طالبان حقیقت کے سامنے منکشف کر دیا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ اس لیے مقسط ہے کہ وہ مُقْسِطِیْن سے محبت رکھتا ہے۔

☆..... اللہ تعالیٰ اس لیے مُقْسِط ہے کہ اس نے دنیا میں اپنے رسولوں کو عدل کا دین، تمدن وحقوق (ربانی وعباد) کے قائم کرنے کے لیے بھیجا اور ان کے ساتھ ہی اغراض کی تکمیل کے لیے شریعت اور میزان کو نازل کیا تا کہ ان ذرائع سے لوگ باہمی انصاف وقسط کو قائم کر لیں۔ اس نے تلوار کو بھی نازل کیا جس میں سخت ہیبت بھی ہے اور انسانی منافع بھی ہیں۔

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۖ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ [۵۷/الحدید:۲۵]

⑱ اَلْمُغْنِی جَلَّ جَلَالُهُ

اغنا۔ غنی نمودن ۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہل ایمان سے وعدہ فرمایا تھا:

﴿اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ [۲۴/النور:۳۲]

''اہل ایمان اگر اب بے زر، بے سامان ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل و کرم سے غنی بنا دے گا۔''

اس وعدہ کو اللہ تعالیٰ نے پورا کیا۔ عراق کے ذخیرے، روم کے خزانے، ایران کے گنجینے، شام کے اندوختے، مصر کے سرمائے، دولت اور حصول دولت کے وسائل، زمین اور زمین کی معدنیات، سمندر اور سمندر کے لعل و جواہر عہد صدیقی رضی اللہ عنہ و فاروقی رضی اللہ عنہ میں مسلمانوں کے تصرف میں کر دیے۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جود و نوال نے عرب کے گھر گھر میں خلعت و لباس اور عنبر و مشک کی تقسیم کر دی۔ یہ سب کچھ مغنی برحق کی داد کا نتیجہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا تھا: ﴿وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى﴾ [۹۳/الضحی:۸] ''اللہ تعالیٰ نے تجھے عیال والا دیکھا اور غنی کر دیا۔''

لوگ سمجھتے ہیں کہ فراوانی زر و مال سے غنیٰ حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ غلط ہے۔ زر و مال کی کثرت تو جوع البقر پیدا کر دیتی ہے اور کبھی غنا حاصل نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے۔ ((اَلْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ)) ''غنیٰ تو دل کی غنیٰ کا نام ہے'' [1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جس قدر غنا تھی وہ اس واقعہ سے ظاہر ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے پیغام بھیجا کہ آپ چاہیں تو مکہ کے سب پہاڑ سیم و زر کے بنا دیے جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی کہ یہ تو میری ہرگز آرزو نہیں۔ مجھے تو ایک روز روٹی مل جائے تا کہ وہ دن میرا شکر کے ساتھ بسر ہو۔ ایک دن بھوکا رہوں تا کہ وہ دن دعا و التجا میں بسر ہوا کرے۔

---

[1] بخاری: کتاب الرقاق، باب الغنی غنی النفس، رقم ۶۴۴۶، مسلم: کتاب الزکوۃ، باب فضل القناعة، رقم ۲۴۲۰۔
[illegible]

فرمایا رسول حق نے ارشاد / اک روز ہوا یہ حکم رحمان
تو چاہے اگر تو زرِ خالص / کر دوں بطحا کا سب بیاباں
کی عرض، نہیں نہیں الٰہی / ہے چاہتا بندۂ ثناخواں
اک روز میں بھوک سے گزاروں / در پر ترے سائل اور گریاں
اک روز بقدر قوت کھاؤں
لب شکر کناں و حمد گویاں

☆ ... ہاں اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے انعام دنیوی سے اہل دنیا مالا مال ہیں۔

☆.. اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کی دولت لازوال سے اہل ایمان بہمہ حال خوشحال ہیں۔

☆ ... اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ کسی کو مال دیتا ہے اور مال اس کے کچھ کام نہیں آتا۔

﴿مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ﴾ [١١١/ اللهب:٢]

☆ ... اللہ تعالیٰ ہی ہے جو خاص بندوں کے لیے فراخی کی تمام راہیں کھول دیتا ہے۔

﴿يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ﴾ [٤/ النساء:١٣٠]

☆.. اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ﴿يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا﴾ [٤٤/ الدخان:٤١]
جس روز کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا۔ (انسان کی دستگیری کرے گا)

اللہ تعالیٰ ہی مغنی ہے۔ وہ کاملین کو غنائے قلب عطا فرماتا ہے اور سائلین کو بامراد فرماتا ہے۔ امیر وفقیر سب کی ضروریات کو پورا کر دیتا ہے۔

19

مَنْع عطا کی ضد ہے اور رَجُلٌ مَانِعٌ کے معنی مرد بخیل آتے ہیں۔ منع کے معنی حمایت بھی آتے ہیں۔ مَكَانٌ مَنِيْعٌ وہ بلند مکان جو رہنے والوں کی حمایت کر سکے۔ ﴿وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ﴾ [٥٩/ الحشر:٢] کافروں نے سمجھا کہ ہمارے قلعے ہم کو بچا لیں گے۔"

﴿وَ نَمۡنَعۡكُمۡ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ؕ﴾ [۴/النسآء:۱۴۱] منافقین کا قول اہل کفر سے ہے کہ ہم تم کو اہل ایمان سے بچاتے رہے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ مانع ہے کہ وہ اپنے بندوں کی حمایت فرماتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ مانع ہے کہ وہ اہل باطن کے ہاتھوں سے اہل حق کو بچاتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ **مُعۡطِی وَ مَانِع** ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ ((**اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعۡطَيۡتَ وَ لَا مُعۡطِيَ لِمَا مَنَعۡتَ وَ لَا يَنۡفَعُ ذَا الۡجَدِّ مِنۡكَ الۡجَدُّ**)) [1]

☆...... اللہ تعالیٰ مانع ہے اور اس لیے ممنوعاتِ شرعیہ سے اس نے اہل اطاعت کو روک دیا ہے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اہل ہوا و ہوس کی صحبت سے پرہیز کریں کہ وہ ﴿وَيَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ٪﴾ [۱۰۷/الماعون:۷] میں داخل ہونے سے خود کو بچائیں۔ لازم ہے کہ اعتماد و وثوق اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر قائم کریں۔

واضح ہو کہ یہ اسم قرآن پاک میں نہیں ہے۔

ضرر، نقصان۔ نفع، فائدہ۔

یہ ظاہر ہے کہ ضرر و نفع خلقت کو ضرور پہنچتی ہیں اور ضرر و نفع کا وجود مختلف اعتبارات سے ہے۔ دو شخصوں نے ایک سودا کیا۔ ان میں سے ایک تو ضرر کی شکایت کرتا ہے اور دوسرا نفع کمانے پر خوش ہے۔ سودا ایک ہے۔

یہ حالات کس کے حکم کے تحت ہیں۔ سورۂ جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ اہل

---

[1] بخاری: کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلوٰۃ، رقم ۸۴۴۔ مسلم: کتاب الصلوٰۃ، باب مایقول اذا رفع رأسہ من الرکوع۔ رقم ۱۰۷۱۔ ابوداؤد: کتاب الوتر، باب ما یقول الرجل اذا سلم، رقم ۱۵۰۵، ترمذی: ابواب الصلوٰۃ، باب مایقول [illegible] رقم ۲۹۹، نسائی: کتاب السہو، باب القول عند انقضاء الصلوٰۃ، رقم ۱۳۴۲

عالم سے یہ فرمادیں: ﴿قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ﴾ [۷۲/الجن:۲۱]

''کہہ دے کہ میں تمہارے لیے ضرر اور فائدہ کا مالک نہیں ہوں۔'' جب سرورِ کائنات نے بھی یہ فرما دیا تو ظاہر ہے کہ اب ضرر و نفع کا مالک رب العالمین کے سوا اور کون ہوسکتا ہے؟ اور اس لیے کہ یہ ہر دو نام اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ ان دونوں کو بحالت مزدوج استعمال کرنا چاہیے۔

ہر دو نام قرآن پاک میں بطور اسمائے حسنیٰ مستعمل نہیں ہوئے۔

(22) اَلرَّشِیْدُ جل جلالہ

رَشَدَ رُشْدًا وَ رَشَادًا . وَرَشِدَ رَشَدًا. بمعنی ہدایت مستعمل ہوتا ہے۔

نابالغ بچوں کی سن تمیز کے متعلق ہے:

﴿فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا﴾ [۴/النسآء:۶]

''اگر ان میں تمیز کا ہونا پایا جائے تو اُن کا مال اُن کے حوالہ کر دو۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عرفان طلب نگاہ حق بین کے متعلق ہے:

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ﴾ [۲۱/الانبیآء:۵۱]

''ابراہیم کو اس سے پیشتر ہدایت عطا کی تھی۔''

رُشْد بضم اور رَشَد بفتح دونوں ہم معنی آتے ہیں۔ بعض نے بتلایا کہ رَشَد خاص تر ہے رُشْد کا امور دینویہ و اخرویہ میں ہوسکتا ہے مگر رَشَد صرف امور اُخرویہ کی نسبت مستعمل ہوتا ہے۔

رَاشِدٌ اور رَشِیْدٌ دونوں معنی فاعلیت کے لیے آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مومنین کی صفت میں فرمایا ہے: ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾

[۴۹/الحجرات:۷]

فرعون کے متعلق ہے۔ ﴿وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ﴾ [۱۱/ھود:۹۷]

حضرت ہود کی قوم نے ہود کو کہا تھا: ﴿اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ﴾ [۱۱/ھود:۸۷]

ان کی مراد رشید سے عقل و ہوش والا نہ تھا نہ کہ منصب نبوت پر فائز شدہ کیونکہ نبوت پر تو وہ ایمان ہی نہ لائے تھے۔

واضح ہو کہ یہ اسم بطور اسمائے حسنیٰ قرآن پاک میں موجود نہیں لیکن جب رَشِید بمعنی ھَادِیْ ہے تو معنیٰ اسم کا صحیح ہونا ثابت ہو گیا اور روایت حدیث میں آ جانے کے بعد وہ صحیح طور پر اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ رشید ہے وہی مسترشدین کی رہنمائی فرماتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ رشید ہے اور اسی کے افعال، رشد و ہدایت پر مبنی ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ رَشِید ہے اس کے اور جملہ احکام و سنن، ہدیٰ میں صلاح و صواب اور ارشاد و سداد پائی جاتی ہے۔

اس اسم سے تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ دین حقہ کی تعلیم سے غافل نہ ہوں سیکھتے، سکھلاتے، پڑھتے، پڑھاتے، ہدایت پر چلتے، چلاتے رہیں۔

صَبَرَ صَبْرًا فَهُوَ صَابِرٌ وَصَبِيْرٌ وَصَبُوْرٌ.

صبر کے معنی لغت میں حبس و امساک ہیں۔ شرعاً مصیبت کے وقت عدم شکوئی عدم اضطراب کا نام صبر ہے۔

صبر کا ذکر قرآن مجید کے ۹۰ مقامات پر آیا ہے اور اہل صبر کی مدح اللہ تعالیٰ نے اور طریقوں سے فرمائی ہے۔ ہم نے اس کی صراحت اپنی کتاب "الجمال و الکمال" تفسیر سورۃ یوسف میں بیان کی ہے۔

صبر وہ صفت ممدوحہ ہے کہ اخلاق کریمہ کو صبر کے ساتھ مناسبت خاص ہے، اور اختلاف مواقع سے اس کے نام بھی مختلف ہو گئے ہیں۔

☆ مصیبت کے وقت اپنے آپ کو سنبھال لینے کا نام صبر ہے اس کی ضد جزع ہے۔

☆ ... جنگ میں قائم رہنے کا نام شجاعت ہے۔ اس کی ضد جُبن ہے۔

☆ .. برداشت آفت کا نام ارحسب صدر ہے۔ ضد ضجر۔

☆ ...... رازداری کے کمال کا نام کتمان ضد مذل وغیرہ وغیرہ۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا نام "صبور" نہیں آیا۔ مخلوق کے لیے بھی صابر ہی آیا ہے، صبور نہیں۔

اس کی تائید میں وہ حدیث پیش کی جاسکتی ہے جو جامع الاصول کے کتاب الصبر میں موجود ہے کہ صحیحین میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا:

((مَا اَحَدٌ اَصْبَرَ عَلٰی اَذًی سَمِعَهُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّهُ يَدَّعُوْنَ لَهُ الْوَلَدَ ثُمَّ يُعَافِيْهِمْ وَ يَرْزُقُهُمْ.)) [1]

"اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اس برائی اور اذیت پر جو سنی جائے صبر کرنے والا کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جاتا ہے، اس کے لیے فرزند مقرر کیا جاتا ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ درگزر کرتا ہے اور ان کو رزق دیئے جاتا ہے۔"

اب اسم صبور ہم معنی حلیم ٹھہر گیا، اور معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہوں کو دیکھتا، برداشت کرتا، مہلت دیتا ہے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ خود بھی اعداء دین کے کلمات اذیت کو سن کر برداشت کی عادت پیدا کریں۔ انبیاء و رسل کی سنن ہدیٰ میں سے صبر کرنا ہی ہے۔ ﴿وَاصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ [۱۶/النحل:۱۲۷]

رزق دینے والا، روزی بخش۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ لفظ رزق وسیع معنی میں آتا ہے۔ کھائی جانے والی چیزوں کو بھی رزق کہتے ہیں اور دیگر اشیا کو بھی جن سے انسان تمتع حاصل

---

[1] [illegible]

کرتا ہے۔ مال و جاہ، علم و دولت وغیرہ رَزَقَنِیَ اللّٰہُ الْعِلْمَ اللہ نے مجھے علم بخشا ﴿وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝﴾ [۲/البقرۃ:۳۔ ۸/الانفال:۳] جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ بھی کرتے ہیں۔ بعض نے ﴿وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ﴾ [۵۱/الذاریات:۲۲] کی تفسیر میں رزق کے معنی بارش بھی کیے ہیں اور ﴿بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝﴾ [۳/آل عمران:۱۶۹] کے معنی یہ ہیں کہ شُھَدَاء پر نعم اخرویہ کا فیضان ہوتا ہے۔

رَازِق کے معنی رزق کا پیدا کرنے والا بھی ہیں، رزق کا عطا کرنے والا بھی اور رزق کا مسبب بھی۔

25 الصَّادِقُ جل جلالہ

صــــدق اظہار اصلیت۔ دل و زبان کا ایک ہونا۔ وعدہ اور قول میں پکا پورا اترنا۔

قرآن پاک میں ہے: ﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۝﴾ [۴/النسآء:۱۲۲]

دوسری آیت میں ہے: ﴿وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝﴾ [۴/النسآء:۸۷]

انہی آیات سے یہ اسم بنایا گیا ہے۔

جب یہ اسم بندہ کے لیے ہوتا ہے تب صدق سے تین اسم بنتے ہیں۔ صادق، صدوق، صدیق۔ ان سب کی بحث ہماری کتاب ''الجمال والکمال'' میں ہے۔

26 اَلْجَمِيْلُ جل جلالہ

جمال، حسن کثیر کو کہتے ہیں۔ حسن کا اطلاق جسم و بدن پر بھی ہوتا ہے اور اقوال و افعال پر بھی۔ جمیل وہ ہے جو محاسنِ کثیر والا ہے۔ جمیل وہ ہے جس سے خیر کثیر دوسروں کو حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام جمیل انہی معنی سے ہے۔ ((اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ)) [1] کے معنی یہی ہیں کہ وہ ذاتِ پاک خود بھی اپنے بندوں کو خیر کثیر عطا کرنے

---

[1] مسلم: کتاب الایمان، باب تحریم الکبر و بیانہ، رقم ۲۶۵

والا ہے اور اسے پسند بھی یہی ہے کہ اسی فعل کی پابندی بندے بھی کریں۔

بَدَا کسی شے کو دوسری پر مقدم کرنا، قدامت۔

﴿وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ﴾ [۳۲/ السجدۃ:۷]

"انسان کی پہل مٹی سے ہوئی۔"

﴿كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ﴾ [۷/ الاعراف:۲۹]

"جیسے تم کو شروع میں بنایا تھا۔ ایسا ہی اعادہ ہوگا۔"

اللہ تعالیٰ ہی باری ہے اور اسی کی تقدیم سے ہر شے کو تقدیم ملتی ہے۔ اسی کی ظہور بخشی سے ہر شے ظہور میں آتی ہے۔

وَفٰی ۔ يَفِيْ وَفَاءً سے ہے۔ وفا کے معنی پورا کرنا، تمام کرنا، وعدہ کو پورا کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے۔ وہی نعمت کو پورا دینے والا ہے۔ وہی دنیا و آخرت کے وعدوں کو مکمل و تمام کرنے والا ہے۔

27 اَلْبُرْهَانُ جل جلالہ

بَرِهَ يَبْرَهُ سے سفید ہونا۔ رَجُلٌ اَبْرَهُ سفید رنگ کا مرد۔ اِمْرَاَةٌ بَرْهَاء سفید پوست کی عورت۔

بُرْهَان. بوزن فعلان ہے۔ رجحان کی مثال۔

بُرھَان روشن اور واضح دلیل۔ جو ابدا مقتضی صدق ہو۔ مجھے نہیں معلوم ہو سکا۔ کہ بُرھَان بطور اسم الٰہی کسی آیت سے ماخوذ ہے۔ مندرجہ ذیل آیات قرآن میں لفظ

بُرھان آیا ہے۔

﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ﴾ [۲۱/الانبیآء:۲۴، ۲۷/النمل:۶۴]

﴿قَدْ جَآءَ كُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ [۴/النسآء:۱۷۵]

﴿لَوْ لَآ اَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ﴾ [۱۲/یوسف:۲۴]

﴿لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ﴾ [۲۳/المؤمنون:۱۱۷]

﴿فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ﴾ [۲۸/القصص:۳۲]

7 اَلْبَرُّ جل جلالہ

نیکی کنندہ۔ اَلْبَرّ کی شرح دیکھنی چاہیے۔

28 الشَّدِيْدُ جل جلالہ

شدّ لغت میں گرہ دینے کو کہتے ہیں۔ بعد ازاں اس کا استعمال جسم اور قوی اور عذاب کے استحکام میں کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی صفت ﴿شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾ [۲/البقرۃ:۱۹۶] سورۂ بقرہ، آل عمران، انفال وغیرہ میں اور ﴿شَدِيْدُ الْمِحَالِ﴾ سورۂ رعد میں بیان ہوئی ہے۔ اسی مقام سے الشدید کو بطور اسم بیان کر دیا گیا ہے۔

دیکھو الرَّفِيْع جو باب اول میں ہے۔

رفعت کا تعلق مکانات سے ہے ﴿وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ﴾ [۲/البقرۃ:۱۲۷] جب ابراہیم علیہ السلام کعبہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے۔ اور بلندی مکان سے بلندی درجات کے معنی بھی لے لیے گئے ہیں۔ ﴿وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ

دَرَجٰتٍ﴾ [۴۳/ الزخرف: ۳۲] ”ہم نے بعض کے درجے بعض پر بلند کر دیے۔“ ﴿وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ [۹۴/ الم نشرح: ۴] اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بلندی اور رفعت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ رافع ہے۔ رفعت کی جملہ اقسام اسی کی آستان سے ملتی ہیں۔

(29) اَلْقَائِمُ جل جلالہ

قَامَ يَقُوْمُ قِيَامًا سے فاعل قائم آتا ہے۔ قیام کے معنی حفاظت بھی ہیں۔

﴿اَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ ۢ بِمَا كَسَبَتْ﴾ [۱۳/ الرعد: ۳۳] اسی آیت سے یہ اسم لیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں اسم قیّوم ہے اور حدیث پاک میں ((قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ)) [1] ہے۔ ہر دو اسماء کا مادہ بھی قیام ہے۔

اللہ تعالیٰ اَلْقَائِمُ ہے۔ ہر شے کی حفاظت اس کے احوال کے ساتھ فرمانا، ہر شے کو برقرار رکھنا اسی کا کام ہے۔

(18) اَلدَّائِمُ جل جلالہ

دَوم کے معنی اصلی سکون ہیں۔ محاورہ ہے دَامَ الْمَاءُ پانی ٹھہر گیا۔

((نُهِيَ اَنْ يَّبُوْلَ الْاِنْسَانُ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ)) منع کیا گیا ہے کہ ”انسان پیشاب کرے ٹھہرے ہوئے پانی میں۔“ [2]

عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے۔ ﴿وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ﴾ [۵/ المآئدۃ: ۱۱۷] ”میں ان لوگوں کو دیکھتا رہا، جب تک ان میں قیام کیا۔“

---

[1] بخاری: کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ وجوہ یومئذ ناضرۃ، رقم ۷۴۴۲۔ مسلم: کتاب صلوۃ المسافرین، رقم ۱۸۰۸۔ [2] بخاری: کتاب الوضوء، باب البول فی الماء الدائم۔ رقم ۲۳۹۔ مسلم: کتاب الطھارۃ، باب البول فی الماء الراکد۔ رقم: ۱۵۵۔ ابوداود: کتاب الطھارۃ، باب البول فی الماء الراکد، رقم: ۶۹۔ ترمذی: ابواب الطھارۃ، باب کراھیۃ البول فی الماء الراکد، رقم: ۶۸

اسرائیلیوں نے موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا تھا۔

﴿لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّادَامُوْا فِيْهَا﴾ [۵/المآئدۃ:۲۴]

''جب تک وہاں کے لوگ اس علاقہ میں آباد ہیں۔ہم اس علاقہ میں داخل نہ ہوں گے۔''

قرآن مجید میں کسی آیت سے ایسا قرینہ نہیں ملتا کہ اللہ تعالیٰ کا اسم الـدائـم قرار دیا جائے البتہ اس کے لغوی معنیٰ ''رہنے والا''۔''ٹھہرنے لگا۔'' کے مفہوم کا اطلاق وسیع لے لیا گیا ہے۔

(30) الواقی جل جلالہ

یہ وقـایـہ مصدر سے ہے۔معنیٰ وقایت میں ہے۔کسی شے کو اس کی ضرر رساں و ایذ دہ چیز سے بچانا۔

﴿فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ﴾ [۷۶/الدہر:۱۱]

''اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس دن کے شر سے بچایا۔''

﴿وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ﴾ [۱۳/الرعد:۳۴]

''اُن کا بچانے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں۔''

اللہ واقی ہے اور وہی ہم کو شر و عذاب سے بچانے والا ہے۔

(31) المنیر جل جلالہ (32) القدیر جل جلالہ (33) السامع جل جلالہ

سمع۔شنوائی اَلسَّمِيْعُ۔جو باب اول میں ہے۔

(34) المعطی جل جلالہ

عطا کنندہ

عطا و عطیہ عموماً انعام کے لیے آتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے انعامات دنیا و آخرت میں لاانتہا ہیں۔ ﴿عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۝﴾ [۱۱/ھود:۱۰۸] (ایسے انعام جو کبھی منقطع نہ ہوں۔ جن کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو) کا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

35 اَلتَّامُّ جل جلالہ

تَمَامُ الشَّيْءِ کسی شے کے جملہ اجزاء کا جمعیت پذیر ہو جانا۔ اس طرح پر کہ اب کسی شے کی اسے ضرورت نہ رہے۔ بدر تمام: چودھویں رات کا چاند۔ لیل التمام: موسم سرما کی سب سے لمبی رات۔

تام وہ جو اپنی ذات میں مکمل ہو۔ جس میں کوئی نقص نہ ہو ﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ﴾ [۶۱/الصف:۸] اللہ پاک اپنے نور (دین کو) کامل کر دینے والا ہے۔

36 اَلْعَالِمُ جل جلالہ

مالک علم۔ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ اسم اس آیت سے لیا گیا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [۳۵/فاطر:۳۸] سورۂ انعام، سجدہ، سبا و جن میں بھی ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ [۶/الانعام:۷۳] وارد ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مطلقاً ”عَالِمٌ“ کہلانا رب العالمین ہی کے شایان ہے۔ انسانوں کو عالم کہنا محض اضافی ہے۔ علم الٰہی کے مقابلہ میں انسان کا علم وہی نسبت رکھ سکتا ہے جو سمندر کے مقابلہ میں اس قطرہ کی ہے جو سرزن پر لٹک رہا ہو۔

37

زمانہ کی صفت میں آتا ہے۔ وہ زمانہ جو منقطع نہ ہو جس کی انتہا نہ ہو۔ کسی شخص کی تمام زندگی کا زمانہ

میں معلوم نہیں کر سکا کہ کس دلیل سے اسم کو بطور اسم پاک شمار کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں جتنی آیات میں لفظ احد آیا ہے ان میں سے کسی ایک آیت میں بھی اس طرف اشارہ نہیں۔ صرف اتنی مناسبت کہ ابد زماں غیر منقطع کو کہتے ہیں۔ اسے داخل اسماء حسنیٰ کرنے میں کافی نہیں۔ واللہ اعلم۔

(38) اَلْوِتْرُ جل جلالہ

وتر... ایک، یگانہ، چونکہ اللہ تعالیٰ کو من کل الوجوہ وحدت حقیقی حاصل ہے۔ اس لئے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے لیے ہو سکتا ہے۔ ایسے قرینے سے جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلالت صحیح رکھتا ہو۔ جیسے ((وَهُوَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ)) میں موجود ہے۔ [1]

(39) اَلنَّاظِرُ جل جلالہ (40) اَلْحَنَّانُ جل جلالہ

حنّ شفقت ودلسوزی ﴿وَ حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا﴾ [۱۹/مریم:۱۳] حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صفت ہے شفقت چونکہ نوع از رحمت ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا نام حنّان ٹھہرا۔ یہ نام بطور اسم پاک حدیث شریف میں منان کے ساتھ مل کر آیا ہے۔

(41) اَلْفَاتِحُ جل جلالہ

فتح کے معنی، فیصلہ، مدد، علوم ومعارف وغیرہ ہیں۔

﴿نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ﴾ [۶۱/الصف:۱۳]

''اللہ کی مدد اور قریب کی فتح۔''

﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ [۱۱۰/النصر:۱]

''اللہ کی مدد اور قریب کی فتح۔''

﴿وَ اَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ﴾ [۷/الاعراف:۸۹]

"تو تمام پیچیدگیوں کا بہتر کھولنے والا ہے۔"

﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا﴾ [۴۸/الفتح:۱]

"ہم نے تجھ کو فتح مبین عطا کی۔"

اللہ تعالیٰ کا اسم اَلْمُفَاتِحُ ان جملہ اعتبارات سے صحیح ہے۔ فتح بمعنی فیروزی اس لیے آتا ہے کہ ملک مفتوحہ کی سرحدات وقلعہ جات اور موانع فتح کنندہ پر کھل جاتے ہیں۔ سلاطین عثمانیہ میں سے اسی لیے سلطان محمد کو محمد الفاتح کہا جاتا ہے کہ اس نے ۱۳۲ھ میں قسطنطنیہ فتح کیا تھا۔

(42) اَلْمُثِیْبُ جل جلالہ

ثواب دہندہ۔ ثواب کسی شے کا عمل کے بعد اس حالت پر پہنچ جانا، جو ابتدائے فکر میں مقصود عمل تھی۔

ثوب بمعنی جامہ اس لیے ہے کہ کاشت پنبہ اور غزل وفتل اور نسج کا آخری مقصود بہ صورت جامہ ہے۔

ثواب اجر عمل، جو عمل کا مقصود تھا۔ ثواب کے اطلاق جزائے خیر وشر دونوں کے لیے آتا ہے۔ مگر استعمال میں جزائے خیر کے لیے زیادہ تر مستعمل ہے۔ ﴿ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ۔ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الثَّوَابِ﴾ [۳/آل عمران ۱۹۵] اللہ تعالیٰ کا نام مثیب اس لیے بھی ہے کہ اعمال حسنہ کا ثواب احسن عطا فرمائے گا اور اس لیے بھی کہ اعمال سیہ کا ثواب ان اعمال کے مطابق ملے گا۔

(43) اَلْمُدَبِّرُ جل جلالہ

دُبــــــر پشت وانجام۔ تدبیر معاملات کے انجام کی فکر اور انتقام۔ قرآن مجید میں ﴿یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ﴾ [۱۳/الرعد:۲] اور ﴿یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ﴾ [۳۲/السجدۃ:۵] میں آیا ہے اور انہی آیات سے اسم اَلْمُدَبِّرُ کا استخراج کیا گیا ہے۔

44 الفرد جل جلاله

فرد وہ شے جس میں کوئی دوسری شے شامل نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی شان احدیت و وحدیت کی وجہ سے فرد کہا گیا ہے کیونکہ وہی پاک ذات اپنی احدیت میں منفرد ہے۔ فقط

45 العادل جل جلاله

عدل برابری، مساوات، عدل بالفتح۔ وہ مساوات جو اشیا و حقوق غیر محسوسہ میں ہو۔ عدل بالکسر، وہ مساوات جو اشیائے محسوسہ میں ہو۔ اللہ تعالیٰ عادل ہے کیونکہ اسی نے عدل واحسان کا امر فرمایا ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾ [١٦/النحل:٩٠]

46 القابل جل جلاله

﴿قَابِلِ التَّوْبِ﴾ [٤٠/الغافر:٣] اللہ تعالیٰ کی صفت قرآن مجید میں ہے کہ وہ توبہ کو قبول کرنے والا ہے اس کو مخفف کر کے اَلْقَابِلُ اسم بنالیا گیا ہے۔

47 السریع جل جلاله

قرآن مجید میں ﴿سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾ [٣/آل عمران ١٩]، [٥/المائدۃ:٤] اور ﴿سَرِيعُ الْعِقَابِ﴾ [٦/الانعام:١٦٥] وارد ہوا ہے اسی کو مخفف کر کے "السریع" اسم بنایا گیا ہے۔ کسی جگہ منفرد حالت میں بطور اسم مستعمل نہیں ہوا۔

48 المتفضل جل جلاله

فضل بزرگی۔ دوسرے کے مقابلہ میں برتری۔ فضل کی تین اقسام ہیں:

☆ فضل جنسی، حیوان جماد سے افضل ہے۔

☆ فضل نوعی، گھوڑا گدھے سے افضل ہے۔

☆ فضل شخصی۔ زید، خالد سے افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ ﴿ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾ [الجمعۃ: ۶۲/۴] ہے۔ اسی سے متفضل اسم بنا لیا گیا ہے۔ جو معناً صحیح ہے۔

(49) اَلْمُعِیْنُ جل جلالہ

عون سے مُعِین۔ مددرساں، اعانت کنندہ ہیں۔ دراصل وہی مدد فرمانے والا ہے اور اسی سے استعانت و مدد کی درخواست ہوتی ہے۔ تفصیل اَلْمُسْتَعَانُ کے تحت میں دیکھو۔

قرآن مجید میں یہ لفظ بایں معنی نہیں آیا۔ البتہ بطور اسم یا ظرف بمعنی چشمہ آب آیا ہے۔

(50)

نعمت سے ہے۔ نعمت اصل لغت میں استلذاذ کو کہتے ہیں۔ جو کسی شے سے حاصل ہو۔ پھر ہر ایک شے کو جو انسان کی صحت و قوت و فرحت کی افزونی کا باعث ہو، نعمت کہنے لگے۔

نِعمت بالکسر حالت کو ظاہر کرتی ہے جیسا کہ جلسہ ورکبہ، نشست و سواری کی حالت ظاہر کرتے ہیں۔

نَعمت بفتح۔ فعل کے وقوع کو جو ایک ہی دفعہ واقع ہوا ہو۔ ظاہر کرتا ہے جیسے ضَرْبَةٌ وَشَتْمَةٌ.

قرآن مجید میں لفظ نعمت قلیل و کثیر، مادی و روحانی جملہ اقسام پر وارد ہوا ہے۔

﴿يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ

عَلَيْكُمْ﴾ [۲/البقرۃ:۴۰]

''اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو دی۔''

﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ [۱۶/النحل:۱۸]

''اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو گے تو سب کا شمار نہیں کر سکو گے۔''

﴿وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [۵/المائدۃ:۳]

''میں نے تم پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور میں خوش ہوں کہ اسلام تمہارا دین ہو۔''

اِنعام کے معنی دوسرے پر احسان کرنا ہے۔ شرط یہ ہے کہ منعم علیہ بھی ذوالعقول میں سے ہونا چاہیے مثلاً یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں شخص نے فلاں مکان کو انعام دیا یا فلاں جانور پر انعام فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے:

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ﴾ [۴۳/الزخرف:۵۹]

''عیسیٰ تو وہ بندہ ہے جس پر ہم نے انعام فرمایا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے زید رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا ہے:

﴿اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ﴾ [۳۳/الاحزاب:۳۷]

''اللہ نے بھی اس پر انعام کیا اور تو نے بھی اس پر انعام کیا۔''

- ☆ اللہ تعالیٰ مُنْعِمُ ہے اور اس کی نعمتیں حد وشمار سے افزوں ہیں۔
- ☆ اللہ تعالیٰ مُنْعِمُ ہے اور اس نے سب سے بڑی نعمت دین اسلام ہم کو عطا فرمائی۔
- ☆ اللہ تعالیٰ مُنْعِمُ ہے اور ظاہری وباطنی نعمتوں کو اس نے بکثرت عطا فرمایا ہے۔
- ☆ اللہ تعالیٰ مُنْعِمُ ہے اور نعمت وہی ہے جو منجانب اللہ ہو۔
- ☆ اللہ تعالیٰ مُنْعِمُ ہے اسی کے آستان پر ہمارا سوال نعمت ہے۔

ہم کو لازم ہے کہ اس منعم حقیقی سے نعمت کا سوال کریں نہ کہ بندگانِ خدا سے جو کہ

عطا ہوتی رہی ہے۔ فانی نعمتوں کا سوال بے خبری ہے اور شہنشاہ سے کوڑیوں کا سوال سراسر حماقت ہے۔

﴿رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ﴾ [۲۷/ النمل ۱۹]

''الٰہی! جو نعمت تو نے مجھے اور میرے والدین کو دی ہے اس کے شکریہ کی توفیق بھی مجھے دے کہ تیرے پسندیدہ عمل کیا کروں۔''

﴿وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۝﴾ [۴۶/ الاحقاف: ۱۵]

''الٰہی! میری اولاد کو بھی نیک بنادے۔ میرا رجوع تیری طرف ہے اور میں تیرا فرمانبردار ہوں۔''

اس منعم کا استخراج آیاتِ قرآنیہ سے راقم نے کیا تھا۔ من بعد فتح الباری کے دیکھنے سے مجھے اطمینان قلب حاصل ہوگیا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی اسے اسمائے حسنٰی میں شمار کیا ہے۔

(51) اَلشَّافِیْ جل جلالہ

شَفَاہُ شِفَآءً (ض) سے ہے۔ شفاء، تندرستی، افزونی۔

﴿اللہ تعالیٰ نے شہد کی تعریف میں فرمایا ہے۔

﴿فِیْہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ﴾ [۱۶/ النحل ۶۹]

''اس میں لوگوں کے لیے صحت ہے۔''

قرآن مجید کی صفت میں فرمایا:

﴿وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ﴾ [۱۷/ الاسراء: ۸۲]

"قرآن کا ہر حصہ اہل ایمان کے لیے شفاء و رحمت ہے۔"

دوسرے مقام پر قرآن پاک کی صفت میں ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَ شِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَ هُدًى وَ رَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ [۱۰/ یونس ۵۷]

"اے لوگو! تمہارے پاس رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کے روگ کی صحت پہنچی ہے۔ یہ مومنین کے لیے ہدایت و رحمت ہے۔"

﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَ شِفَاءٌ﴾ [۴۱/ فصلت ۴۴]

"کہہ دے کہ یہ قرآن اہل ایمان کے لیے ہدایت و شفاء ہے۔"

ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی صفت میں فرمایا:

﴿وَ إِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ﴾ [۲۶/ الشعراء: ۸۰]

"جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تب وہی ہے جو مجھے صحت عطا کرتا ہے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ادعیہ میں سے ہے:

((بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ اللّٰهُ يَشْفِيكَ)) [1]

"اللہ کا نام بچاؤ ہے ہر شے سے جو تجھے ایذا دیتی ہے۔ اللہ تجھے شفا دے گا۔"

دوسری دعا ہے:

((أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا)) [2]

"اے انسانوں کے پالنے والے خوف و خطر دور کر دے اور صحت و شفاء بخش دے۔ شافی تو ہی ہے تیری ہی شفا کا نام شفا ہے۔ ایسی شفا عطا کر دے جو کوئی بیماری باقی نہ رہنے دے۔"

---

[1] مسلم کتاب السلام، باب الطب والمرض، رقم ۵۷۰۰۔ ترمذی۔ ابواب الجنائز، باب التعوذ للمریض، رقم ۹۷۲۔

[2] ابوداود کتاب الطب، باب کیف الرقی، رقم ۳۸۹۰۔ بخاری کتاب المرضیٰ، باب دعاء العائد للمریض، رقم ۵۶۷۵۔ مسلم کتاب السلام، باب استحباب رقیۃ المریض، رقم ۵۷۰۷۔

☆... اللہ تعالیٰ شافی ہے۔ اس نے امراض جسمانی کے لیے گونا گوں ادویہ بنائی ہیں اُن میں بوقلموں تاثیرات رکھی ہیں۔ شہد وغیرہ ازاں جملہ ہیں۔

☆ . اللہ تعالیٰ شافی ہے اس نے امراض روحانی کے لیے آیات قرآنیہ کو نازل فرمایا ہے جسمانی بیماریوں کی طرح روحانی بیماریاں بھی بہت ہوتی ہیں۔ مختلف اعضاء کی بیماریاں مختلف ہیں اسی طرح آیاتِ قرآنیہ میں بھی الگ الگ بیماریوں کی دوا ہے۔

لوگوں نے اتنی بات تو سمجھی کہ آیاتِ قرآنیہ میں شفاء ہے مگر پھر قصورِ فہم سے اسے صرف امراض جسمانی تک محدود سمجھا اور آگے نہ بڑھے۔ اس میں شک نہیں کہ آیات کا استعمال امراض جسمانی اور امراض مادی میں بھی کیا جاتا ہے۔ مگر اس کے فوائد حقیقی تو امراض قلب اور عوارض روحی میں بہت زیادہ ہیں۔ عوام میں بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو روحانی امراض کے علم سے ہی بے بہرہ ہیں اور پھر بڑی تعداد ان کی ہے جو ان امراض کا آیات سے علاج کرنا نہیں جانتے۔

محض قلب کے متعلق امراض ذیل کا پتہ کتاب حمید سے لگتا ہے:۔

ریب قلب، نفاق قلب، غمرۂ قلب، ران قلب، لہائے قلب، انصراف قلب، اغلال قلب، اکنانِ قلب، انطباع قلب، ختام قلب، اقفال قلب، زیغ قلب، قساوتِ قلب، عمیان قلب۔

ان امراض کے ساتھ ان کی علامات وطریقہ تشخیص وعلاج بھی اسی کتاب پاک میں موجود ہیں۔

کسی نسخہ کے استعمال کا طریق یہ نہیں کہ کتابِ طب کا ورق گھول کر پی لیا جائے بلکہ ان ادویہ کا استعمال ضروری ہے جن کو کتاب نے تجویز کیا ہے شافی مطلق کے ہاتھ میں شفاء ہے وہی امراض جسمانی میں ادویہ مادی سے صحت جسم عطا فرماتا ہے اور وہی عوارض میں تدابیر روحی سے شفاء حقیقی بخشتا ہے۔ اس اسم پاک کا تعلق انسان کو حکیم مطلق کے دروازہ تک لے جاتا ہے اور برأت مرض کی برأت اسے دلالت ہے۔

مبارک ہیں جو صحت عاجلہ و آجلہ اور شفاء اصلہ و کاملہ کی تلاش میں دوا اور درمان کی طلب رکھتے ہیں۔ الٰہی ہم پر ﴿وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ﴾ [۹/ التوبة: ۱۴] کی تجلی نازل فرما۔

باب سوم

ناظرین کے اہتمام مطالعہ اور شائقین کی تکمیل فائدہ کی غرض سے اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی ذات پاک کے لیے جن مرکب اسماء کا استعمال ہوا ہے ان کا اندراج بھی مع ترجمہ کر دیا جائے۔ یہ ۱۵ نام ہیں۔

نمبر شمار	نام	ترجمہ	حوالہ
۱	﴿رَبِّ الْعَالَمِيْنَ o﴾	تمام جہانوں کا پالنے والا	۱/ الفاتحہ ۱
۲	﴿رَبِّ الْعِزَّةِ﴾	عزت کا مالک	۳۷/ الصافات ۱۸۰
۳	﴿رَبُّ الْعَرْشِ﴾	عرش کا پروردگار	۲۳/ المؤمنون ۸۶
۴	﴿وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ﴾	مغفرت کو زیادہ وسعت دینے والا	۵۳/ النجم ۳۲
۵	﴿اَهْلُ التَّقْوٰى﴾	تقویٰ کا مالک	۷۴/ المدثر ۵۶
۶	﴿اَهْلُ الْمَغْفِرَةِ o﴾	مغفرت کا مالک	۷۴/ المدثر ۵۶
۷	﴿خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ o﴾	سب سے زیادہ گناہوں کو ڈھانپ دینے والا	۷/ الاعراف ۱۵۵
۸	﴿اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْنَ﴾	سب حاکموں سے بڑھ کر حکم دینے والا	۱۱/ ہود ۴۵
۹	﴿خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ﴾	سب سے بہتر حکم دینے والا	۷/ الاعراف ۸۷
۱۰	﴿مَالِكَ الْمُلْكِ﴾ ❶	ملک کا مالک	۳/ آل عمران ۲۶
۱۱	﴿خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ o﴾	سب سے بہتر رزق دینے والا	۵/ المآئدۃ ۱۱۴

---

❶ نمبر ۱۰ مَالِكَ الْمُلْكِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام۔ حدیث ترمذی میں بطور اسم واحد کے آیا ہے۔ اب تک جس قدر اسماء آئے وہ سب منفرد تھے مگر یہ اسم تو مرکب ہے اور حالت ترکیبی میں بھی اسے دو نام (الف) مَالِكَ الْمُلْكِ (ب) ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام شمار کر سکتے ہیں۔ مگر روایت کا اتباع ضروری ہے۔
مَالِكَ الْمُلْكِ۔
مُلْک۔ اور مِلک بلحاظ نتیجہ ایک ہی ہیں تاہم مُلک اپنے معنی میں خاص ہے ہر ایک مُلک داخل ملک ہوتی ہے مگر ہر ایک مِلک میں معنی مُلک حاصل نہیں۔
مُلک اس منضبط و محدود شے یا اشیا کا نام ہے جس پر تصرف یا حکم حاصل ہو۔ (تقویت ...)

نمبر شمار	نام	ترجمہ	حوالہ
۱۲	﴿خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ﴾	سب سے بہتر مدد کرنے والا	۳/آل عمران:۱۵۰
۱۳	﴿اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ﴾	سب سے بہتر صورت بنانے والا	۳۷/الصّٰفّٰت:۱۲۵
۱۴	﴿خَیْرٌ حَافِظًا﴾	سب سے بہتر حفاظت کرنے والا	۱۲/یوسف:۶۴
۱۵	﴿قَابِلِ التَّوْبِ﴾	توبہ قبول کرنے والا	۴۰/المؤمن:۳
۱۶	﴿غَافِرِ الذَّنْبِ﴾	گناہوں کو معاف کرنے والا	۴۰/الغافر:۳
۱۷	﴿ذِی الطَّوْلِ﴾	جود وسخا والا	۴۰/الغافر:۳
۱۸	﴿ذِی الْمَعَارِجِ﴾	بلندیوں کا مالک	۷۰/المعارج:۳
۱۹	﴿ذُو الْقُوَّةِ﴾	قوت والا	۵۱/الذاریات:۵۸
۲۰	﴿ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ﴾	جلال واکرام والا	۵۵/الرحمٰن:۲۷
۲۱	﴿نِعْمَ الْمَوْلٰی﴾	بہترین آقا	۸/الانفال:۴۰
۲۲	﴿نِعْمَ النَّصِیْرُ﴾	بہترین مددگار	۸/الانفال:۴۰
۲۳	﴿خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ﴾	بہترین وارث	۲۱/الانبیاء:۸۹
۲۴	﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ﴾	صبحوں کا پیدا کرنے والا	۶/الانعام:۹۶
۲۵	﴿فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی﴾	دانہ اور گٹھلی کو اگانے والا	۶/الانعام:۹۵
۲۶	﴿رَبِّ الْفَلَقِ﴾	نور صبح کا پروردگار	۱۱۳/الفلق:۱
۲۷	﴿رَبِّ النَّاسِ﴾	نوع بشر کا پروردگار	۱۱۴/الناس:۱
۲۸	﴿مَلِکِ النَّاسِ﴾	نوع بشر کا بادشاہ	۱۱۴/الناس:۲
۲۹	﴿اِلٰهِ النَّاسِ﴾	نوع بشر کا معبود	۱۱۴/الناس:۳

بقیہ حاشیہ: مَلِک جب اللہ کی طرف اضافت رکھتا ہو۔ تب اس کا معنی وہ حق دائم ہے جو اللہ تعالیٰ کو جملہ مخلوق پر حاصل ہے۔ انہی معنی میں ہے ﴿لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ﴾ [۶۴/التغابن ۱]

مَالِكُ الْمُلْكِ قرآن مجید میں صرف آل عمران میں آیا ہے۔ ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ﴾ [۳/آل عمران ۲۶]

لیکن اس معنی میں دیگر آیات پائی جاتی ہیں ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ﴾ [۳۵/فاطر ۱۳، ۳۹/الزمر ۶]

نمبر شمار	نام	ترجمہ	حوالہ
۳۰	﴿نِعْمَ الْوَكِيْلُ٥﴾	بہترین وکیل	۳/آل عمران ۱۷۳
۳۱	﴿رَفِيْعُ الدَّرَجَاتِ﴾	بلند ترین درجات والا	۴۰/الغافر ۱۵
۳۲	﴿كَاشِفُ الضُّرِّ﴾	نقصان کو دور کرنے والا	۶/الانعام ۵۷
۳۳	﴿خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ٥﴾	بہترین فیصلہ دینے والا	۶/الانعام ۵۷
۳۴	﴿أَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ٥﴾	سب سے جلد تر حساب کرنے والا	۶/الانعام ۶۲
۳۵	﴿خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ٥﴾	سب سے بہتر جگہ دینے والا	۲۳/المؤمنون ۲۹
۳۶	﴿ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ٥﴾	فضل عظیم کا مالک	۶۲/الجمعہ ۴
۳۷	﴿ذُو انْتِقَامٍ٥﴾	سزا دینے والا	۳/آل عمران ۴
۳۸	مُتِمُّ النِّعْمَةِ	نعمت کو مکمل کرنے والا	۱۲/یوسف ۶
۳۹	كَاتِبُ الرَّحْمَةِ عَلٰى نَفْسِهٖ	اپنی ذات پر رحمت کو لکھ دینے والا	۶/الانعام ۵۴
۴۰	اَلْمُجِيْرُ	پناہ دہندہ	
۴۱	اَلْمَرْهُوْبُ	ہیبت والا	۲/البقرۃ ۴۰
۴۲	اَلْمُسْتَجَارُ	جس سے پناہ مانگی جائے	۷۲/الجن ۲۲
۴۳	اَلْمُسْتَعَارُ	جس سے استعارہ کیا جائے	
۴۴	اَلْمَعَاذُ	پناہ	
۴۵	اَلْمَلْجَا	ٹھکانا	۹/التوبہ ۱۱۸
۴۶	اَلْمُنْجِيْ	نجات دہندہ	۷/الاعراف ۶۴
۴۷	اَلْمُسْتَغَاثُ	فریاد سننے والا	۸/الانفال ۹
۴۸	قَدِيْمُ الْإِحْسَانِ	ہمیشہ سے احسان کرنے والا	۲۱/الانبیاء ۱۰۱
۴۹	دَائِمُ الْمَعْرُوْفِ	ہمیشہ سے بخشش و بخشائش والا	۲۱/الانبیاء ۱۰۲
۵۰	قَاضِي الْأُمُوْرِ	معاملات کا فیصلہ کرنے والا	۸/الانفال ۴۴
۵۱	مُقَلِّبُ الْقُلُوْبِ	دلوں کو بدل دینے والا	۶/الانعام ۱۱

فصل

مما دح سلبیہ کے بیان میں

قرآن مجید پر تدبر کرنے سے آشکارا ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا بیان اسالیبِ سلسلہ میں ہوا ہے۔ یعنی الفاظ کا استعمال صنفی شکل میں ہے مگر اس سے ایک خاص مدح، خاص صفت، خاص شان نمایاں ہوتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ وتقدیس کا علم بھی ضروری ہے اور وجوب دین میں سے ہے اور فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جملہ عیوب ونقائص اور جاس وادناس سے مبرّا واعلیٰ یقین کیا جائے لہٰذا جو کلمات بطور مما دح سلبیہ وارد ہوئے ہیں ان کا ذکر بھی ضروری ہے تا کہ تسبیح وتحمید کی جامعیت پیدا ہو جائے۔ ہم اسے نقشہ کی صورت میں درج کریں گے۔ یہ ۴۲ نام ہیں۔

نمبر شمار	نام سلبیہ	ترجمہ	حوالہ
۱	﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾	حواس انسانی اس کا ادراک نہیں کر سکتے	۲/الانعام:۱۰۳
۲	﴿لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾	اونگھ یا نیند کا اس پر اثر نہیں	۲/البقرۃ:۲۵۵
۳	﴿لَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا﴾	زمین وآسمان کی حفاظت اسے نہیں تھکا سکتی۔	۲/البقرۃ:۲۵۵
۴	﴿لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ﴾	وہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا	۳/آل عمران:۱۸۲
۵	﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾	کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر حکم نہیں دیتا	۲/البقرۃ:۲۸۶
۶	﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾	دین میں کوئی حرج نہیں رکھا۔	۲۲/الحج:۷۸
۷	﴿وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ﴾	اپنے بندوں کے لیے کفر پر خوش نہیں	۳۹/الزمر:۷

نمبر شمار	نام سلبیہ	ترجمہ	حوالہ
۸	﴿لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾	وہ فساد کو پسند نہیں کرتا	۲/البقرۃ:۲۰۵
۹	﴿لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ﴾	اس کے سامنے بات نہیں بدل سکتی	۵۰/ق:۲۹
۱۰	﴿لَا يُجَارُ عَلَيْهِ﴾	اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا	۲۳/المؤمنون:۸۸
۱۱	﴿لَا يُطْعَمُ﴾	وہ کسی کے رزق کا محتاج نہیں	۶/الانعام:۱۴
۱۲	﴿لَمْ يَكُنْ لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ﴾	ملک میں اس کا کوئی شریک نہیں	۱۷/الاسراء:۱۱۱
۱۳	﴿لَهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ﴾	کوئی بیچارگی کا یاری دہندہ وہاں نہیں	۱۷/الاسراء:۱۱۱
۱۴	﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾	اس کی مثال جیسی بھی کوئی شے نہیں	۴۲/الشوریٰ:۱۱
۱۵	﴿لَمْ يَلِدْ﴾	وہ کسی کا فرزند نہیں	۱۱۲/الاخلاص:۳
۱۶	﴿وَلَمْ يُوْلَدْ﴾	اس کا کوئی فرزند نہیں	۱۱۲/الاخلاص:۳
۱۷	﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ﴾	کوئی بھی اس کی کفو کا نہیں	۱۱۲/الاخلاص:۴
۱۸	﴿لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾	وہ وعدہ کا خلاف نہیں کرتا	۳/آل عمران:۹
۱۹	﴿لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ﴾	اس سے ذرہ برابر چیز دور نہیں	۳۴/سبا:۳
۲۰	﴿مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا﴾	اس نے جورو بچہ نہیں بنایا	۷۲/الجن:۳
۲۱	﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ﴾	اس نے کسی کو بیٹا نہیں ٹھہرایا	۲۳/المؤمنون:۹۱
۲۲	﴿لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى﴾	میرا رب نہ بھٹکتا ہے نہ بھولتا ہے	۲۰/طٰہٰ:۵۲
۲۳	﴿لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾	وہ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا	۱۱/ہود:۱۱۵
۲۴	﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ﴾	بدی اور برائی کی اشاعت کو پسند نہیں کرتا	۴/النساء:۱۴۸
۲۵	﴿لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾	حد توڑنے والوں کو پسند نہیں کرتا	۲/البقرۃ:۱۹۰
۲۶	﴿لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا﴾	وہ فخر کرنے والے متکبر کو پسند نہیں کرتا	۴/النساء:۳۶

نمبر شمار	نام سلبیہ	ترجمہ	حوالہ
۲۷	﴿لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ﴾	خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا	۸/الانفال۔۵۸
۲۸	﴿لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ﴾	خائن۔ناشکرے کو پسند نہیں کرتا	۲۲/الحج ۳۸
۲۹	﴿لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ﴾	اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا	۲۸/القصص ۷۶
۳۰	﴿لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾	فسادیوں کو پسند نہیں کرتا	۲۸/القصص ۷۷
۳۱	﴿لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾	کافروں کو پسند نہیں کرتا	۳۰/الروم۔۴۵
۳۲	﴿لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾	فضول خرچ والوں کو پسند نہیں کرتا	۶/الانعام:۱۴۲
۳۳	﴿لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ﴾	تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا	۱۶/النحل:۲۳
۳۴	﴿لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾	ظالموں کو پسند نہیں کرتا	۴۲/الشوریٰ۔۴۰
۳۵	﴿لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ﴾	ناشکرگزاروں گنہگاروں کو پسند نہیں کرتا	۲/البقرۃ۔۲۷۶
۳۶	﴿لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ﴾	کوئی شے بھی اللہ سے پوشیدہ نہیں	۳/آل عمران۔۵
۳۷	﴿لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾	فاسق قوم سے رضامند نہیں	۹/التوبہ:۹۶
۳۸	﴿لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ﴾	اسکے فعل کی بابت کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا	۲۱/الانبیاء ۲۳
۳۹	﴿لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ﴾	سچ کہنے میں کسی کا دباؤ نہیں مانتا	۳۳/الاحزاب ۵۳
۴۰	﴿لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ﴾	معاف نہ کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے	۴/النسآء۔۴۸
۴۱	﴿مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ﴾	اللہ کے سوا کوئی اس کو نہیں تھامتا	۶۷/الملک ۱۹
۴۲	﴿لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ﴾	خیانت والوں کی چالوں کو نہیں چلنے دیتا	۱۲/یوسف۔۵۲

باب چہارم

اسماء حسنٰی کے متعلق جس قدر لکھا جا چکا ہے اس سے ایک طالب، سالک اور شائق صادق عمدہ معلومات حاصل کر سکتا ہے اور بقدر فہم و ہمت خود ذات پاک کے متعلق کافی عرفان کا ذخیرہ علمی حیثیت سے جمع کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عملی حیثیت سے ہم کو ان اسماء حسنٰی کے انوار وعلوم سے فیض یاب فرمائے۔ آمین

لیکن ناظرین کو یہ ضرور معلوم کر لینا چاہیے کہ صرف اسی قدر اسماء حسنٰی پر اسلام نے اکتفا نہیں کیا بلکہ اس بحر نا پیدا کنار کی وسعت پر ایک عجیب پیرایہ میں لطیف اشارہ فرمایا ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّہٗ قَالَ مَاقَالَ عَبْدٌ صَاحِبُ هَمٍّ اَوْحُزْنٍ.

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَ ابْنُ اَمَتِکَ. نَاصِيَتِیْ بِيَدِکَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاءُکَ اَسْاَلُکَ بِکُلِّ اسْمٍ هُوَلَکَ. سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَکَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ کِتَابِکَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ اَوِاسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِيْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجَلَاءَ حُزْنِیْ وَ ذَهَابَ هَمِّیْ وَ غَمِّیْ اِلَّا اَذْهَبَ اللّٰهُ هَمَّهٗ وَ غَمَّهٗ وَ اَبْدَلَهٗ مَکَانَ حَزْنِهٖ فَرْحًا)) [مسند احمد ۱/۳۹۱]

''ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی بندہ کو کوئی رنج وغم ہو اور وہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے غم و رنج دور فرما دے گا اور غم کو خوشی سے بدل دے گا ترجمہ دعا یہ ہے ''یا اللہ میرا تیرا بندہ ہوں، تیرے غلام کا بیٹا، تیری لونڈی کا جایا۔ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ تیرا حکم مجھ پر جاری ہے۔ تیرا فیصلہ میرے لیے عین انصاف ہے۔ میں تجھ

سے سوال کرتا ہوں تیرے ہر ایک نام کے ذریعہ سے جو بھی تیرا نام ہے اور جس نام سے بھی تو نے اپنی ذات کو موسوم کیا ہے یا جس نام کو تو نے اپنی کتاب میں اتارا ہے یا جو بھی نام تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھلایا ہے یا جو بھی نام تو نے اپنے خزانہ غیب میں محفوظ رکھا ہے کہ تو قرآن پاک کو میرے دل کی بہار میرے سینہ کا نور، میرا غم ربا میرا رنج و غم و درد کو دور کرنے والا بنا دے۔"

ہیثمی نے مجمع الزوائد میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور ابویعلیٰ اور بزاز نے روایت کیا ہے۔ احمد و ابویعلیٰ کے سب راوی (ابوسلمہ جہنی) کے سوا رجال صحیح ہیں۔ ابوسلمہ کی توثیق ابن حبان نے کر دی ہے۔ ابوعوانہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، اور حدیث کی تصحیح کر دی ہے۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ ۹۹ ناموں کا ذکر حدیث ترمذی میں صرف اس اعتبار سے ہے کہ اس قدر اسماء کا حفظ و احصاء داخلہ جنت کا سبب ہے۔

ہاں حدیث بالا پر مکرر غور کرو کہ "أَنْزَلْتَهُ فِيْ كِتَابِكَ" میں جملہ کتب سماویہ بھی آ جاتی ہیں کیونکہ حدیث میں لفظ کتاب بطور جنس مستعمل ہوا ہے لہٰذا حدیث بالا اُن اسماء کو بھی گھیر لیتی ہے جو عربی کے سوا کسی اور زبان میں کسی رسول و نبی کو بتائے گئے ہیں۔

اہل کتاب کا بیان ہے کہ عبرانی میں ہمارے رب کا نام (یہوہ۔ ی، ھ، و، ھ) ہے۔ زبور میں عموماً یہی نام مستعمل ہوا ہے۔ اردو تراجم میں اس کو یہوداہ لکھا گیا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے مخاض (دردِ زہ) کا عمل قول الجمیل میں تحریر فرمایا ہے۔ جس کے آخر میں اھیا اشر اھیا بھی دو کلمے آتے ہیں۔ پھر تفسیر درمنثور کے حوالہ سے اعمش کا قول نقل کیا ہے کہ یہ ہر دو کلمے موسیٰ علیہ السلام کی دعا میں وارد ہوئے ہیں اور ان کے معنی ہیں۔

"اے زندہ ہر شے سے پہلے، اے زندہ ہر شے کے بعد۔"

ہمارے علما نے جبرئیل، میکائیل، اسرائیل کے معانی بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ "ایل" عبرانی میں اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ انجیل متی میں حضرت مسیح کا یہ فقرہ اب تک بطور

اصل مقولہ کے محفوظ ہے:

"ایلی ایلی لما سبقتنانی"

جس کا عربی ترجمہ ان الفاظ میں ہو سکتا ہے۔

اِلٰهِیْ اِلٰهِیْ لِمَ سَبَقْتَنِیْ۔ "یعنی اے اللہ، اے اللہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔"

فارسی زبان والے عموماً لفظ خدا کو بطور اسم الٰہی استعمال کرتے ہیں اور اس کے معنی خود آئندہ بتلا کر شرح یہ کیا کرتے ہیں۔ خدا وہ ہے جس نے خود بخود ظہور فرمایا ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر خداوند کو بمعنی خدا استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ "وند" حرف تشبیہ ہے اور اس کے معنی تمثیل خدا ہیں۔

شاعروں نے اور ترقی کی تو امرا و سلاطین کو خداوند کہنے لگے۔ اسی طرح لفظ "خدائگان" بنالیا گیا۔ اس کے معنی بھی مثیل خدا ہیں۔ عیسائیوں نے اسی لیے لفظ خداوند کو مسیح کے لیے خاص کر لیا ہے۔

زرتشتی مذہب والے میزاںٓ کو بطور اسم الٰہی استعمال کرتے ہیں مگر اس کے بالمقابل لفظ "اہرمن" بھی ان کے ہاں موجود ہے۔ لہٰذا یزدان کے معنی خالق خیر اور اہرمن کے معنی خالق شر سمجھتے ہیں۔ لفظ ایزد وہی یزدان ہے۔ دراصل ان الفاظ میں دو خالقوں کے وجود کا عقیدہ پنہاں ہے۔

زرتشت سے پیشتر ایرج نژاد لوگ غالباً لفظ "ہرمز" کو بطور اسم الٰہی استعمال کرتے تھے۔ مگر متاخرین میں تو یہ نام ایسا عام ہے کہ جیسیوں بادشاہوں اور اہل حکومت کا یہی نام پایا جاتا ہے۔

ہندوستان میں نارائن بطور اسم الٰہی مروج ہے مگر اس کا ترجمہ پانی پر سونے والا کیا جاتا ہے اور اس لیے صفت الٰہی نہیں بن سکتا۔

زیادہ محقق لوگ "ایشر" کو اسم الٰہی کہتے ہیں۔ مگر بہت پنڈت پرم ایشر (پرمیشر) اس کا نام بتاتے ہیں۔ پرم علامت افعل التفضیل ہے۔ جو اسے صفت ربانی بنانے کے لیے

بڑھا دی گئی ہے۔ اس لیے تامل ہوتا ہے کہ کیا خود ''ایشر'' اسم ذات تھا۔

آریہ لوگ لفظ ''اوم'' کو بطور اسم ذات بتاتے ہیں مگر سناتن والوں کا یہ اعتراض نہایت سنگین ہے کہ لفظ ''اوم'' خود وید کے اندر کہیں مستعمل نہیں ہوا۔

سکھ لوگ عموماً لفظ ''واہ گورو'' کا استعمال بطور اسم ذات کرتے ہیں۔ اس کا ترجمہ ہے: ''عجیب استاد'' یہ مرکب ہے۔ اصطلاح کے بعد اس کے معنی ذاتِ الٰہی سمجھے جاتے ہیں۔ وہ ''اکال پرکھ'' کہا کرتے ہیں اس کا ترجمہ ہے۔ ''وہ وجود جسے موت نہیں۔'' لہٰذا یہ ''لا یَمُوْت'' کا ترجمہ ہے۔

بعض ہندو فرقے لفظ ''بے انت'' کو بطور اسم الٰہی سمجھتے ہیں اس کا ترجمہ لفظ لبد ہے۔

ایک سکھ مجھے سرہند میں ملا۔ وہ بالکل نئے دعویٰ کا شخص تھا۔ خود کو گیارھواں گورو سمجھتا تھا۔ وہ گمبھیر کو اسم الٰہی بتلاتا تھا۔ گمبھیر کا ترجمہ سمندر کی وہ گہرائی ہے جو انسان کی دریافت سے باہر ہو۔ یعنی ہندی زبان میں اسے اتھاہ کہہ سکتے ہیں۔ یہ لفظ بھی گورو گرنتھ صاحب میں آیا ہے مگر بطور صفت، اور یہ ظاہر ہے کہ اسم ذاتی اسے نہیں کہا جا سکتا۔

الغرض ان اسما کا یہی حال ہے۔ جو بکثرت ہماری سماعت میں آتے ہیں۔

سند اور معنی کے لحاظ سے ہم پر یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ کیا ''اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ'' کی شان ان پر صادق آتی ہے۔

ایک مسلمان کے لیے صرف انہی اسما پر اکتفا کرنی چاہیے جو قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ سے بطور روایت صحیحہ ثابت ہیں۔ طریق بے خطر اور صراط مستقیم یہی ہے۔ ہم کو تو ﴿وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ﴾ [۷/الاعراف: ۱۸۰] کا حکم بھی ملا ہوا ہے۔ یعنی اس طریق کو چھوڑ دو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد اختیار کیا ہے۔

اس آیت پر غور کرتے ہوئے مجھے تو لفظ ''خدا'' کے استعمال میں بھی تامل ہونے لگا ہے گو اس انکشاف سے پیشتر خود بھی ہزاروں جگہ اس کا استعمال ذاتِ الٰہی پر کرتا رہا ہوں۔

امید ہے کہ اس فصل کے مطالب پر غور کے بعد اہل ایمان صرف ان اسماء کو بطور اسماء حسنیٰ استعمال کرنے پر اکتفا کریں گے۔ جو سند اور معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں۔ دیگر اسماء کا استعمال نہ کرنا ہی داخل احتیاط اور لائق تعظیم رب الناس ہے۔

وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَ هُوَ يَهْدِيْ اِلٰى سَوَاءِ السَّبِيْلِ.

اسم اعظم کا بیان

واضح ہو کہ ابو جعفر طبری اور ابو الحسن اشعری اور ان سے مابعد کے چند اہل علم مثلاً ابو حاتم بن حبان اور قاضی ابوبکر باقرانی کا قول ہے کہ اسماء حسنیٰ میں سے بعض کو بعض پر تفضیل (فضیلت) دینا جائز نہیں۔ اسی سلسلہ میں بعض نے امام مالکؒ کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ وہ قرآن مجید کے بعض حصہ کو بعض پر تفضیل دینا مکروہ سمجھتے تھے۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ جس روایت میں ''اسم الاعظم'' کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ وہاں اعظم بمعنی عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کا تو ہر ایک نام ہی عظمت والا ہے۔ ابو جعفر طبری کا قول ہے کہ ''اسم الاعظم'' کی تعیین میں آثار مختلفہ موجود ہیں۔ میرے نزدیک تو وہ سب ہی صحیح ہیں کیونکہ کسی روایت سے یہ پایا نہیں جاتا کہ یہی اسم سب سے بزرگ تر ہے اور اس سے بزرگ تر کوئی دوسرا ہے ہی نہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ہر ایک نام ہی ''اعظم'' ہے یعنی عظیم ہے۔ ابن حبان کا قول یہ ہے:

> ''روایات میں جس اعظمیت کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس دعا کے پڑھنے والے کو ثواب مزید ملتا ہے۔''

اسی امر کا اطلاق قرآن مجید کے متعلق بھی کیا جاتا ہے۔

بعض نے کہا: اسم اعظم سے مراد ہر ایک وہ اسم باری تعالیٰ ہے جسے بندہ اپنی دعا میں شامل کرتا اور خود کو اسی کے معنی میں مستغرق کر دیتا ہے۔ بے شک یہی وہ حالت ہے جس پر قبولیت حاصل ہوتی ہے۔ اس قول کو امام جعفر الصادقؒ اور جنیدؒ وغیر

ہما کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

بعض کا قول ہے کہ اسم الاعظم کا علم صحیح اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو نہیں۔

اب رہ جاتے ہیں وہ علماء جنہوں نے اسم الاعظم کا تعین کیا ہے۔ مگر اس تعین کرنے میں ان کے اقوال مختلف ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسے (۱۴) اقوال ملے ہیں۔

اوّل:

اسم اعظم ''ھُــــوَ'' ہے۔ یہ قول امام رازی نے بعض اہل کشف سے نقل کیا ہے اور دلیل یہ کہ عظیم الشان کی بارگاہ میں کسی قول کو اس کی جانب منسوب کیا جاتا ہے تو یہ نہیں کہا جاتا کہ تو نے ایسا کہا ہے بلکہ کہا کرتے ہیں کہ انہوں نے ایسا کہا۔ آقا نے ایسا کہا۔ یعنی طریق ادب یہی ہے۔

دوم:

اسم اعظم ''اللّٰہ'' ہے یہی اسم ہے جس کا اطلاق کسی دوسرے پر نہیں کیا جاتا اور یہی وہ اسم ہے جس کی جانب جملہ اسما کی صفت کی جاتی ہے۔

سوم:

اسم اعظم ''اَللّٰهُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ'' ہے۔ غالباً اس کی سند وہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا جو ابن ماجہ میں ہے کہ صدیقہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان الفاظ میں دعا مانگی:۔

((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَدْعُوْكَ اللّٰهَ وَاَدْعُوْكَ الرَّحْمٰنَ وَاَدْعُوْكَ الرَّحِيْمَ وَاَدْعُوْكَ بِاَسْمَآئِكَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ)) [1]

یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اسم اعظم انہی اسما کے اندر ہے۔''

---

[1] [illegible] باب اسم اللہ الاعظم، رقم [illegible]

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند بھی ضعیف ہے اور اس استدلال میں یہی تامل ہے۔

چہارم:

اسم اعظم اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہے۔ یہ قول ترمذی کی حدیث اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا پر مبنی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا نام اسم اعظم ان دو آیتوں کے اندر ہے۔

(الف) ﴿وَ اِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ [۲/البقرۃ:۱۶۳]

(ب) سورۂ آل عمران کا آغاز۔ ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ﴾ [۳/آل عمران:۲]

اس روایت کو نسائی کے سوا دیگر اصحاب السنن نے بیان کیا ہے۔ ترمذی نے روایت کو حسن بتلایا ہے لیکن ایک نسخہ میں حسن کی بجائے لفظ صحیح لکھا ہوا دیکھا گیا۔ صحیح ہونا قابل تامل ہے کیونکہ رواۃ میں شہر بن حوشب بھی ہے۔ [1]

پنجم:

اسم اعظم "اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" ہے۔ ابن ماجہ نے بروایت ابی امامہ حدیث بیان کی ہے کہ اسم اعظم قرآن مجید کی تین سورتوں میں ہے۔ یعنی بقرہ و آل عمران و سورۂ طٰہ۔

قاسم (جو ابوامامہ سے راوی حدیث ہے) کا قول ہے کہ میں نے قرآن مجید میں تلاش کی تو مجھے اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ملا۔ جو ہر سہ سورۂ میں ہے۔ امام رازی نے اسے قوی بتلایا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ ہر دو اسماء وہ ہیں کہ عظمت ربوبیت پر دلالت جس قدر ان میں پائی جاتی ہے اتنی دیگر اسماء میں نہیں۔

ششم:

اسم اعظم "اَلْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُو الْجَلَالِ

---

[1] ابوداود، کتاب الوتر، باب الدعاء، رقم: ۱۴۹۶۔

وَالْاِکْرَامِ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ.

اس پورے فقرہ کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے امام احمد و حاکم اور ابوداؤد ونسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے روایت کو صحیح بتلایا ہے۔

ہفتم:

اسم اعظم ((بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ)) [1] ہے۔

اسے ابویعلی نے روایت کیا ہے سری بن یحییٰ سے، انہوں نے قوم طے کے ایک شخص سے اور اس شخص کی تعریف بھی کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا کہ مجھے اسم اعظم دکھایا جائے۔ تب میں نے آسمان کے تاروں میں یہی اسم لکھا ہوا دیکھا۔"

ہشتم:

اسم اعظم ((ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ))

ترمذی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ((یَاذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ)) کہتے ہوئے سنا۔ فرمایا تیرا کہنا قبول کر لیا گیا۔ اب اپنا سوال کر لے۔

امام رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ الوہیت کے لیے جس قدر صفات معتبرہ ہیں۔ یہ اسم ان سب پر شامل ہے۔ جلال میں جملہ صفاتِ سلبیہ آ جاتے ہیں اور اکرام میں جملہ اضافات ثبوتیہ۔

نہم:

اسم اعظم ((اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ وَ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ)) [2]

---

[1] ابن ماجہ ابواب الدعاء، باب اسم اللہ الاعظم، رقم ۳۸۵۸۔ ابوداود کتاب الوتر، باب الدعاء، رقم ۱۴۹۵۔

[2] ابن ماجہ ابواب الدعاء، باب اسم اللہ الاعظم، رقم ۳۸۵۷۔

اس کو ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم نے حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سند کے لحاظ سے اس کو سب پر ترجیح ہے۔

دہم:

اسم اعظم "رب رب" ہے۔

حاکم نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اکبر رب رب ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ روایت ہے۔

ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب بندہ "یا رب! یا رب" کہتا ہے تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہاں بندے! سوال کر، تجھے عطا ہوگا۔ روایت ہذا کو مرفوعاً بھی روایت کیا ہے اور موقوفاً بھی۔

یازدہم:

اسم اعظم دعائے ذوالنون (یونس) علیہ السلام ہے۔

نسائی اور حاکم نے فضالہ بن عبید سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ ذوالنون کی دعا شکم ماہی میں یہ تھی۔ ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [۲۱/الانبیآء:۸۷] جب کبھی کسی مسلمان بندہ نے اس کے ذریعہ دعا مانگی تو قبول ہی فرمائی گئی۔

دوازدہم:

اسم اعظم کی بابت فخر رازی نے امام زین العابدین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان کو اسم اعظم سکھلا دیا جائے۔ تب انہوں نے خواب میں دیکھا:

((هُوَ اللّٰهُ اللّٰهُ. اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ))

سیزدھم:

اسم اعظم جملہ اسماء حسنیٰ کے اندر مخفی ہے۔ اس کی تائید حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہوتی ہے جسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور جس کا ذکر قول دوم میں ہوا۔ کیونکہ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بعض اسماء کا ذکر کر کے بِالْاَسْمَاءِ الْحُسْنٰی کا لفظ بھی فرمایا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اسم اعظم انہی اسماء میں ہے۔ جن سے تو نے دعا کی ہے۔

چہاردھم:

اسم اعظم "کلمہ توحید" ہے۔ یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ یہ قول قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَسْمَاءُ اللّٰہِ الْحُسْنٰی

۱۔ بڑا بخشنے والا		
۲ نہایت مہربانی والا	میرے اللہ اے مرے رَحْمٰن[۱]	بخش دے یکقلم مرے عصیاں
۳۔ بادشاہ حقیقی	میرے حال تباہ پر کر کے نظر	رحم کر یا رحیم[۲] تو مجھ پر
۴۔ نہایت پاک	اے مَلِک[۳] دو جہاں کے شہنشاہ	دین و دنیا میں رکھ عزت و جاہ
۵۔ سلامت رہنے والا بے عیب	میرے قُدُّوس[۴] آب رحمت سے	دل مرا صاف کر کدورت سے
۶۔ امن دینے والا	تندرستی دے یا سَلَام[۵] مجھے	ساتھ صحت کے رکھ مدام مجھے
۷۔ نگہبان	میرے مومن[۶] مری اعانت کر	اے مہیمن[۷] مری حفاظت کر
۸۔ غالب اور بے مثل	کر عزیز جہاں عزیز[۸] مجھے	کر عطا عزت و تمیز مجھے
۹۔ کارساز	کارساز جہاں ہے تو جبّار[۹]	میرے بگڑے ہوئے بنا دے کار
۱۰۔ نہایت بزرگ	متکبر[۱۰] ہے تو کبر تجھ کو سزا	مجھ کو کبر و غرور سے تو بچا
۱۱۔ اندازہ کرنے والا	کر عطا حسن و خلق یا خالق[۱۱]	ہمسروں میں کر افضل و فائق
۱۲۔ پیدا کرنے والا	کر بری تہمتوں سے یا بارِیُ[۱۲]	خلق میں نہ ہو ذلت و خواری
۱۳۔ صورت بنانے والا	یامصور[۱۳] تو نیک صورت دے	نیک سیرت دے نیک طینت دے
۱۴۔ بخشنے والا	ہوں گنہگار بخش یا غفّار[۱۴]	الاماں تیرے قہر سے قہّار[۱۵]
۱۵۔ سب پر غالب	بخش وہّاب[۱۶] مجھ کو مال و منال	لطف سے اپنے کر دے مالا مال
۱۶۔ بہت دینے والا	مجھ کو رزاق[۱۷] بخش رزق حلال	تنگی رزق کی مصیبت ٹال
۱۷۔ روزی دینے والا	باب رحمت تو کھول دے مجھ پر	میرے فتّاح[۱۸] مشکلیں حل کر
۱۸۔ کھولنے والا	علم دے یا علیم[۱۹] اور عمل	راز مخفی تمام کر دے حل
۱۹۔ جاننے والا		

۲۰۔ تنگ کرنے والا	زور و قوت دے مجھ کو یا قابض [20]	دشمنوں پر رہوں سدا قابض
۲۱۔ کشادہ کرنے والا	مجھ پہ باسط [21] ہو تیرا خوان بسیط	تیرا لطف و کرم ہو سب پہ محیط
۲۲۔ نیچا کرنے والا	دشمنوں کو مرے دکھا نیچا	تو ہی خافض [22] ہے ہاں مرے مولا
۲۳۔ اونچا کرنے والا	دونوں عالم میں مجھ کو یا رافع [23]	رکھ تو فرخندہ بخت خوش طالع
۲۴۔ عزت دینے والا	مجھ کو رکھ یا معز [24] عزت سے	باز رکھ یا مذل [25] ذلت سے
۲۵۔ ذلت دینے والا ۲۶۔ سننے والا	کر عطا یا سمیع [26] شنوائی	دے مجھے یا بصیر [27] بینائی
۲۷۔ دیکھنے والا	اے حکم [28] اتنا مجھے دے امکان	ہوں ترے حکم سے نہ روگرداں
۲۸۔ حکم دینے والا	آئے یا عدل [29] جب عدالت پر	رحم فرمانا میری حالت پر
۲۹۔ انصاف کرنے والا	میں ہوں بندہ کمال زار و نحیف	لطف سے یا لطیف [30] کر دے لطیف
۳۰۔ باریک بین ۳۱۔ خبردار	مجھ کو کر یا خبیر [31] واقف کار	تا کھلیں مجھ پہ سب ترے اسرار
۳۲۔ بردبار ۳۳۔ بزرگ	مجھ کو دے یا حلیم [32] طبع حلیم	ہو عطا یا عظیم [33] خلق عظیم
۳۴۔ بڑا بخشنے والا	بخش دے یا غفور [34] میرے قصور	اس جہاں سے مجھے اٹھا مغفور
۳۵۔ قدر دان	غم سہوں دل پر یا سرور کروں	شکر تیرا ہی یا شکور [35] کروں
۳۶۔ بلند مرتبہ	اے خدائے زمن علی [36] و کبیر [37]	دونوں عالم میں رکھ مری توقیر
۳۷۔ سب سے بڑا	رکھ حفاظت سے یا حفیظ [38] مجھے	زار ہوں یا مقیت [39] قوت دے
۳۸۔ نگاہ رکھنے والا	کر مجھے یا حسیب [40] روز حساب	داخل خلد بے حساب و کتاب
۳۹۔ قوت پیدا کرنے والا	دے مجھے یا جلیل [41] جاہ و جلال	کر کرم مجھ پہ اے کریم [42] کمال
۴۰۔ حساب لینے والا	کل حوادث سے یا رقیب [43] بچا	کر قبول اے مجیب [44] میری دعا
۴۱۔ بزرگ ۴۲۔ بڑا سخی	میرے واسع [45] مجھے دے خوشحالی	دولت و علم و فارغ البالی

یا وَدُوْد ۴۷ اپنی ہی محبت دے	تو مجھے یا حَکِیم ۴۶ حکمت دے	۴۳۔نگہبان ۴۴۔قبول کرنیوالا
ہمسروں میں کر امجد و اعلیٰ	دے مجھے یا مجید ۴۸ مجدو علا	۴۵۔وسعت دینے والا
ہونا میری نجات کا باعث	روزِ بعث و نشور یا باعث ۴۹	۴۶۔دانا ۴۷۔دوست رکھنے والا
راہ میں اپنی کر شہید مجھے	تو شہادت دے یا شہید ۵۰ مجھے	۴۸۔بزرگی والا
نہ پھروں در بدر کبھی ناحق	راہِ حق پر چلا مجھے یا حق ۵۱	۴۹۔اٹھانے والا ۵۰۔حاضر
کوئی تجھ سا نہیں کفیل مرا	کام پورا کرائے وَکِیل ۵۲ مرا	۵۱۔ثابت الوجود ۵۲۔کارساز
زور دے یا مَتِین ۵۴ ہمت دے	یا قَوِی ۵۳ مجھ کو تاب و طاقت دے	۵۳۔قوت دینے والا
فضل کو مجھ پہ اور عنایت کر	یا وَلِی ۵۵ صاحب ولایت کر	۵۴۔زور آور ۵۵۔مددگار
حمد سے تیری دل رہے خوشنود	کر مجھے یا حَمِید ۵۶ تو محمود	۵۶۔سراہا گیا ۵۷۔گھیر نیوالا
اچھی ہر ابتداء ہو یا مُبدِی ۵۸	علم و عرفاں عطا ہو یا مُحصِی ۵۷	۵۸۔پہلی بار پیدا کرنیوالا
تو اٹھا مجھ کو مقبل و مغفور	قبر سے یا مُعِید ۵۹ روز نشور	۵۹۔دوبارہ پیدا کرنیوالا
دے مجھے اپنی یاد والا دل	مجھ کو یا مُحیِی ۶۰ کر دے زندہ دل	۶۰۔زندہ کرنے والا
خاتمہ اے مُمِیت ۶۱ ہو بالخیر	دل میں پیدا نہ ہو خیالِ غیر	۶۱۔مارنے والا
تو ہی بس میہمان رہے تن میں	جب تک اے حَی ۶۲ جان ہے تن میں	۶۲۔ہمیشہ زندہ رہنے والا
دینِ احمدؐ پہ محکم و قائم	میرے قَیُّوم ۶۳ رکھ مجھے دائم	۶۳۔ہمیشہ قائم رہنے والا
مجھ کو مجد و علا دے یا ماجد ۶۵	دل غنی کر غنا دے یا واجد ۶۴	۶۴۔غنی ۶۵۔بزرگ
مستِ توحید رکھ بصد عزت	تو ہے واحد ۶۶ پلائے وحدت	۶۶۔یکتا ۶۷۔اکیلا
یا صَمَد ۶۸ کر دے بے ریا مجھ کو	یا اَحد ۶۷ شرک سے بچا مجھ کو	۶۸۔بے پروا
کر مجھے نفس پر مرے قادر	قدرتِ کاملہ سے اے قادر ۶۹	۶۹۔قدرت والا

۷۰۔ قدرت ظاہر کرنیوالا	مُقتَدِر[۷۰] کر مجھے وہ خوش تقدیر	مرے حق میں ہو خاک بھی اکسیر
۷۱۔ آگے کرنے والا	یا مُقَدِّم[۷۱] ہو جلد میرا کام	خیر و خوبی سے جس کا ہو انجام
۷۲۔ پیچھے ڈالنے والا	یا مُؤَخِّر[۷۲] نہ ہو اس میں تاخیر	بہتری کی جو ہو مری تدبیر
۷۳۔ سب سے اول	روز بعث و نشور یا اَوَّل[۷۳]	نام نیکوں میں ہو مرا اول
۷۴۔ سب سے آخر	ہو مرا وقت زیست جب آخر	کلمہ ہو زبان پہ یا آخِر[۷۴]
۷۵۔ آشکارا	اپنے فضل و کرم سے یا ظَاہِر[۷۵]	کر مجھے ترغیب کا ماہر
۷۶۔ پوشیدہ	زنگ آلود ہے مرا باطن	صاف باطن عطا ہو یا بَاطِن[۷۶]
۷۷۔ مالک ۷۸۔ بہت بلند	اپنے بندوں میں کر مجھے عالی	اے مرے وَالِی[۷۷] اور مُتَعَالِی[۷۸]
۷۹۔ بڑا احسان کرنیوالا	اپنے احسان و لطف سے یا بَرّ[۷۹]	نیک کاروں میں مجھ کو شامل کر
۸۰۔ توبہ قبول کرنے والا	کر لے مقبول توبۂ تائب	تو ہے تَوَّاب[۸۰] حاضر و غائب
۸۱۔ بدلہ لینے والا	میرے اعمال بد کا نام نہ لے	مُنتَقِم[۸۱] مجھ سے انتقام نہ لے
۸۲۔ درگزر کرنے والا	یا عَفُو[۸۲] درگزر گناہوں سے	دیکھنا رحم کی نگاہوں سے
۸۳۔ بہت مہربان	رحم کر یا رَؤُف[۸۳] رحمت کر	لطف و احسان کو عنایت کر
۸۴۔ سارے جہاں کا مالک	مَالِکُ الْمُلْک[۸۴] ملک و دولت دے	حشمت و جاہ و عز و صولت دے
۸۵۔ بڑا ولی اور بخشنے والا	بخش جاہ و جلال دے انعام	اے مرے والی[۸۵] اور مُتَعَالِی[۸۶]
۸۶۔ انصاف کرنے والا	میرے مُقْسِط[۸۶] ہے عدل تیرا کام	معدلت گستری ہو میرا کام
۸۷۔ جمع کرنے والا	بخش دلجمعی مجھ کو یا جَامِع[۸۷]	کر مجھے علم و فضل کا جامع
۸۸۔ [illegible]	اے غَنِی[۸۸] کر دے مجھ کو مستغنی	میرے مُغنِی[۸۹] مجھے بنا دے غنی
۸۹۔ بے پروا کرنیوالا	منع کر میرے دل کو عصیاں سے	تو ہے مَانِع[۹۰] بچانا شیطاں سے
۹۰۔ باز رکھنے والا	مجھ کو ضَار[۹۱] تو ضرر سے بچا	دین و دنیا کے شور شر سے بچا

۹۱۔ضرر پہنچانے والا	نفع پہنچانا مجھ کو یا نَافِع ۹۲	تو ہے سارے جہاں کا نافع
۹۲۔نفع پہنچانے والا	ظلمت جہل دور کر یا نُور ۹۳	مجھ کو نور یقیں سے کر معمور
۹۳۔روشن کرنے والا	میرے ہَادِی ۹۴ دکھا وہ راہ ہدیٰ	جس کے رہرو تھے انبیا اولیا
۹۴۔راہ دکھانے والا	اُنس دے مجھ کو فرض و سنت سے	دور رکھ یا بَدِیع ۹۵ بدعت سے
۹۵۔بے نمونہ کے پیدا کرنے والا	تیرا لطف و کرم ہو یا بَاقِی ۹۶	نہ رہے رنج کی بنا باقی
۹۶۔ہمیشہ رہنے والا	کر دے اپنے کرم سے یا وَارِث ۹۷	مجھ کو دین متین کا وارث
۹۷۔بعد فنا کے موجودات	تو ہی ہے یا رَشِیْد ۹۸ راہنما	ہر گھڑی مجھ کو نیک راہ دکھا
۹۸۔راہ نما	مشکلوں میں نہ ہو خطور مجھے	کر عطا صبر یَا صَبُوْر ۹۹ مجھے
۹۹۔بردبار	میرے ماں باپ پر عنایت ہو	اقربا پر بھی چشم رحمت ہو
تمت بالخیر!	بخشش کل امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو	نیک بندوں کے ساتھ بد کو
	پڑھ نبی پر سلام اے دانش	نظم کر اختتام اے دانش

وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ

مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

ندائے سلمان

اے آسمان کے تارو! نام خدا پکارو — دشت و جبل پکارو، ارض و سما پکارو

جلوت کے سب پکھیرو تحمید گا رہے ہیں — خاموش کیوں ہو انسان، جاگو صدا پکارو

جو دل میں بس رہا ہے جاری ہو وہ زبان پر — پیارے کا نام پکارا ہے دل کشا پکارو

ذکرِ خدا سے غفلت ہے مانع محبت — لیل و نہار بولو، صبح و مسا پکارو

ہونا پڑے گا چپ ہی زیرِ زمین جا کر — منہ میں زبان ہو رکھتے نامِ خدا پکارو

آئے ہو اس جہاں میں دینے کو تم گواہی — اے اہل صدق بولو، اہلِ صفا پکارو

تقدیر کبریا کی تقدیس ذوالمنن کی — وقت الم پکارو، حینِ دعا پکارو

اب زاویوں کو چھوڑو خلوت کدوں کو توڑو — ہاں چار سو میں حق کو بہرِ رضا پکارو

دعوت نجات کی ہے اسلام سب کو دعوت — یہ بے حساب بولو، بے انتہا پکارو

کانوں میں سب کے ڈالو، پیغام مصطفیٰ کا — افراد کو سناؤ، قوموں کو جا پکارو

جو یک دل و زباں ہیں وہ کیوں ہوں مہر برلب

سلمانِ خستہ دل کی، سن لو صدا پکارو

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

پیدا ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم عالم تمام چمکا
حق صریح چمکا صدق دوام چمکا

روشن ہوئے براہین واضح ہوئے دلائل
جب نیرِ رسالت برخاص و عام چمکا

اہل کتاب و مشرک محتاجِ بینہ تھے
حجت ہوئی مکمل مہرِ انام چمکا

بطحا کا ذرہ ذرہ انجم بنا فلک کا
مصر اور ہند و ایران، اسپین و شام چمکا

چمکا وہ نورِ عالم سردارِ ولدِ آدم
چشمانِ حورعین پر جس کا ہے نام چمکا

مقدم سے اس کے کعبہ ہے رشکِ طورِ سینا
اسوہ ہوا مجلّے بیت الحرام چمکا

غارِ حرا میں چھپ کر چرخِ بریں پہ چڑھ کر
ارض و سما پہ یکسر وہ نورِ تمام چمکا

تکبیر اور اذاں میں روشن ہے نام اس کا
قطبین و استوا پر اس کا کلام چمکا

اے مشتِ خاک تیرا چمکا نصیب اعلیٰ
وہ ماہِ خاتمیت تجھ پہ تمام چمکا

اس شوق میں کہ لیں گے نعلین پاک سر پر
الماس جگمگایا روئے رخام چمکا

شانِ محمدی سے اندھے ہیں اہلِ ظلمت
وہ نورِ حق ہے جس سے دار السلام چمکا

تعلیمِ مصطفیٰ نے تجھ کو کیا منور
بختِ سیاہ تیرا اے عقلِ خام چمکا

روحِ حیات سلمان حبِ نبی ہے یارب
نورِ یقین عطا کر، فوق المرام چمکا

حضرت علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ نے جس موضوع پر جو کچھ تحریر فرمایا اسے حرفِ آخر کی حیثیت حاصل ہے۔ ان کی تحریرات کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ موضوع کے تمام گوشے ان کی نظر و بصر کی مضبوط گرفت میں ہیں۔ انہوں نے جہاں قلم رکھ دیا اسے تحقیق کی حدِ کمال تک پہنچایا۔ موضوع کی رعایت سے الفاظ کا انتخاب، جملوں کی ترتیب، عبارت کا حسن، طرزِ ادا کی رفعت اور اسلوبِ بیان کی ثقاہت ان کی نگارشات کے بنیادی اجزا ہیں۔ رحمۃ للعالمین کے اس عظیم مصنف نے کتابیں تصنیف بھی کیں اور بعض عربی کتابوں کے اردو میں ترجمے بھی کیے۔ لیکن الفاظ کی زیبائی اور عبارت کی رعنائی ہر مقام پر ان کے قلم سے وابستہ رہی۔

ان کی تصنیفات میں ایک کتاب "معرفۃ الاسماء شرح اسماء اللہ الحسنیٰ" ہے، جسے عرفِ عام میں شرح اسمائے حسنیٰ کہا جاتا ہے، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ بیان کیے گئے ہیں اور ہر اسمِ اقدس کی شرح ضبطِ تحریر میں لائی گئی ہے۔ شروع سے آخر تک پوری کتاب کا تعلق جو کہ 312 صفحات پر مشتمل ہے، قرآن و حدیث سے ہے۔

اس وقت میرے سامنے اس کا مارچ 1930ء کا ایڈیشن ہے اور یہی ایڈیشن ہے جو خود حضرت مصنف کی زندگی میں چھپا، اور اس کے بعد بہت سے ناشروں نے اسے شائع کیا۔ اب ہمارے عزیز دوست مولانا محمد سرور عاصم نے اپنے "مکتبہ اسلامیہ" کی طرف سے اس کی اشاعت کا عزم کیا ہے اور اس میں حسبِ ذیل خوبیاں پیدا کی ہیں۔

☆...... پہلے ایڈیشن میں قرآن مجید کی آیات درج کر کے صرف سورت کا حوالہ دیا گیا، یا کہیں کہیں رکوع کا نمبر دے دیا گیا۔ لیکن موجودہ ایڈیشن میں لائق اکرام ناشر نے سورت اور آیت کا نمبر بھی درج کر دیا ہے تاکہ قاری کو آیات تلاش کرنے میں آسانی ہو۔

☆...... حدیث پاک کے سلسلے میں صرف کتابوں کا حوالہ دینے پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ یہ حدیث کس کتاب کے کس باب میں ہے۔

☆...... پروف خوانی کا اچھے طور پر بے حد اہتمام کیا گیا ہے۔

☆...... کتاب کی کمپوزنگ، کاغذ، طباعت اور جلد وغیرہ تمام چیزیں کتاب کی اہمیت کے ہم آہنگ ہیں۔

یہ تمام خوبیاں کتاب کی مزید افادیت کا باعث ہوں گی، اس پر "مکتبہ اسلامیہ" یقیناً مبارک باد کا مستحق ہے

محمد اسحاق بھٹی